F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم هند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ محمودیہ......۲۳
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۴۶۱
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ:۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

E:\f.m.Final \ Jild-23\ Fahrist

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد...... ۲۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الوقف	
	احکام وقف	
	باب ہشتم: مدارس کے احکام	
	فصل اول:- مدارس کا اہتمام وانتظام	
۱	مہتمم یا امام مجلس شوریٰ کے مشوروں کا پابند ہے یا نہیں؟	۲۳
۲	کثرتِ رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں	۵۲
۳	مدارس کا نظام کیسا ہونا چاہئے	٦۸
۴	مدرسہ اور مسجد کے لئے کمیٹی بنانا اور اس کے لئے فیس مقرر کرنا وغیرہ	٦۸
۵	بے دین لوگوں کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنانا	۷۱
٦	مدرسہ میں پیسہ بلا احتیاط خرچ ہو تو ایک کمیٹی بنالی جائے	۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۴	تعلیم کے لئے موقوفہ عمارت میں مہتمم کا قیام یا اس سے کرایہ وصول کرنا............	۱۳۹

فصل سوم:- مدرسہ کے مصارف اور اس کو بدلنا

E:\f.m.Final \ Jild-23\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-23\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-23\ Fahrist

☆...... باب نہم ......☆

احکام مقابر

☆......☆......☆......☆......☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب اللقطۃ

☆......لقطہ کے مسائل......☆

E:\f.m.Final \ Jild-23\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-23\ Fahrist

تـــمـــت وبـــالـــفـــضـــل عـــمـــت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم: مدارس کے احکام

فصل اول: مدارس کا اہتمام وانتظام

مہتمم یا امام مجلس شوریٰ کے مشوروں کا پابند ہے یا نہیں

سوال:- ہمارے یہاں کئی سال ہوئے چند اہل خیر حضرات نے مسلم بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ کیا۔ اس پر متفق ہوکر کام شروع کر دیا گیا۔ زمین حاصل کی گئی چندہ جمع کیا گیا۔ نقشہ میونسپلٹی سے منظور کرا کے تعمیر شروع کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی مدرسہ بن گیا۔ اس کی ضروریات (دارالاقامہ مطبخ وغیرہ بھی) فی الجملہ تیار ہوگئیں۔ یہ سب کام مجلس انتظامیہ کے تحت ہوا اور یہ طے پایا کہ مدرسہ کے لئے اساتذہ اور دیگر ملازمین کا تقرر وعزل ونصب اور ان کی تنخواہوں کا اور عہدوں کا تعین وغیرہ تمام چیزیں مجلس انتظامیہ کیا کرے گی۔ مجلس انتظامیہ میں اکثر اہل علم ہیں بعض غیر عالم تعمیر وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے ہیں مگر سب اہل فہم واہل تدین ہیں۔ اساتذہ وملازمین کا تقرر ہوگیا طلبہ داخل ہوئے اور تعلیم شروع ہوگئی۔ مدرسہ سے متعلق ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ مسجد کے لئے ایک امام صاحب کو رکھا گیا۔ ایک صاحب کو مدرسہ کا مہتمم تجویز کیا گیا۔ مہتمم صاحب کو تمام حسابات آمد وخرچ درست رکھنے کا ذمہ دار بنایا گیا مجلس انتظامیہ گاہے گاہے (عامۃً تین ماہ گذرنے پر) حسابات کی جانچ کرتی رہی۔ اور مدرسہ کے لئے جائداد خرید کر اور وقف کی ترغیب دے کر

آمدنی کی صورتیں بڑھاتی رہی مہتمم صاحب کی کوتاہیوں پر حسن ادب کے ساتھ توجہ دلاتی رہی مگر مہتمم صاحب نے کوتاہیوں کی اصلاح نہیں فرمائی جس سے نظام متاثر ہوا۔ بار بار توجہ دلانے پر مہتمم صاحب نے اپنا رخ بدلا اور فرمایا کہ میں مختار کل ہوں آپ لوگوں کی حیثیت تو صرف مشیر کی ہے میرا دل چاہے کسی بات میں مشورہ کروں نہ دل چاہے تو مشورہ نہ کروں۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کروں۔ اب بحث یہ شروع ہوگئی کہ صاحب اختیار مہتمم صاحب ہیں کہ جس کو چاہیں ملازم رکھیں جس کو چاہیں الگ کردیں یا مجلس انتظامیہ جس کو مشیر یا مجلس شوریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

ادہر مسجد کے امام صاحب نے بھی فرمایا کہ امام پر نکتہ چینی کرنے کا کسی کو حق نہیں نماز پڑھانے والا صرف ایک شخص ہوتا ہے جو کہ مصلّے پر کھڑا ہوتا ہے وہی امام ہے بقیہ سب لوگ ارکان شوریٰ وغیرہ مقتدی ہیں سب امام کی حرکت وسکون کے تابع ہیں کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں ہے اگر امام نماز میں غلطی بھی کرتا ہے تو اس میں بھی امام کا اتباع لازم ہے۔ اگر امام میں کوتاہی ہو تو اس کو بھی برداشت کرنا ضروری ہے۔

مہتمم صاحب اور امام صاحب نے مل کر مقالہ تیار کیا جس میں اپنا اپنا اقتدار اعلیٰ ثابت کیا ہے۔ اور سب کو اپنا کلیۃً ماتحت اور تابع قرار دیا مقالہ طویل ہے۔ اس میں غیر دینی سیکولر عہدہ داروں کا تذکرہ بطور مثال ودلیل کیا ہے مثلاً کلکٹر ایک ہوتا ہے اور تمام حکام ضلع اس کے ماتحت اور تابع ہوتے ہیں، گورنر ایک ہوتا ہے، کمشنر ایک ہوتا ہے، وزیر اعظم ایک ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان مثالوں کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔ ان کے متعلق تو ہمیں کچھ نہیں پوچھنا کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ مثالیں شرعی مسائل کی بنیادیں نہیں۔ نہ حکومت نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہماری حکومت شرعی حکومت ہے بلکہ وہ تو بار بار اعلان کرچکی ہے کہ یہ لادینی حکومت ہے۔ جو شخص

لادینی نظام پر دینی نظام کو قیاس کرنا چاہے ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ لغویت کیا ہوگی اس کے جواب کی تو ضرورت نہیں کیونکہ کوئی سمجھدار آدمی اس مغالطہ میں نہیں آئے البتہ مقالہ کے بعض مندرجہ امور سے شبہ ہوتا ہے ان کے متعلق دریافت کرنا ہے۔

(۱) گھر کا امیر باپ ہوتا ہے اور اولاد سب تابع ہوتی ہے اولاد کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوتا کہ ہم کماتے ہیں آپ ہمارے نوکر کی حیثیت سے رہیے گھر کی خدمت انجام دیجئے اور جو کچھ ہم اس کے معاوضہ میں دیں لے کر کھالیا کیجئے۔

(۲) حضور اکرم ﷺ نے اہم امور میں حسب ارشاد باری تعالیٰ صحابہؓ سے مشورہ کیا پھر جو کچھ شرح صدر ہوا اس پر عمل کیا صحابہؓ کی رائے یا ان کی کثرت رائے کے پابند نہیں ہوئے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مشورہ کیا، آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے سلسلہ میں مگر ملائکہ کی رائے کے خلاف عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امیر مجلس شوریٰ کا پابند نہیں۔

(۴) کیا امیر کی اطاعت ہر کام میں لازم ہے جبکہ وہ معصیت نہ ہو؟

(۵) کیا امیر کی کسی غلطی پر توجہ دلانا شرعاً حرام اور بغاوت ہے؟

(۶) کیا امیر پر اعتراض کرنے والا اور اس کی رائے سے اختلاف کرنے والا واجب القتل یا مستحق قتل ہے؟ اسلاف میں اس کے کچھ نظائر ہوں تو پیش فرمادیں۔

(۷) مہتمم صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مہتمم کی حیثیت سلطان وقت کی ہے اس کو پورے اختیارات حاصل ہیں البتہ اس کے پاس فوج پولیس خزانہ نہیں ہے اس لئے وہ شرعی سزائیں نہیں دے سکتا اس حد تک وہ سلطان معذور ہے

(۸) کیا امام نماز بھی ایسا ہی صاحب اقتدار ہے کہ مقتدی اس کی تمام غلطیوں میں اتباع کرنے پر مجبور ہیں؟

(۹) اگر مقتدی امام صاحب کی غلطیوں کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے ناخوش

ہوں تو ایسی حالت میں امام صاحب کا جبراً نماز پڑھانا اور کہنا کہ مجھے کوئی الگ نہیں کرسکتا کہاں تک درست ہے؟

(۱۰) کیا کثرت رائے کسی حالت میں بھی معتبر نہیں اور کیا یہ غیر دینی طریقہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے گناہ ہوگا؟

(۱۱) امام صاحب، مہتمم صاحب، ملازم صاحب کو کسی حالت میں برطرف بھی کیا جاسکتا ہے یا وہ ہر حالت میں اپنے عہدوں پر تاحیات برقرار و تنخواہ دار رہیں گے؟

نوٹ:- سوالات طویل ہوگئے ہیں مگر امید ہے ہماری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے مفصل، مدلل جوابات تحریر فرمائیں گے۔ ان اطراف میں مہتمم صاحب کے اس مقالہ سے بہت خلفشار ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب:- والله الهادى الى الصواب!

محترمی..وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

(۱) باپ سے متعلق یہ خیال اور قول صحیح ہے کہ باپ کا درجہ بلند ہے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرماتے ہوئے والدین کے ساتھ احسان کا بھی حکم فرمایا ہے **وَقَضٰی رَبُّکَ اَن لَّا تَعۡبُدُوۡا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا**[1] نیز حدیث شریف میں ہے۔ **انت ومَا لُکَ لِوالدک**[2] مشکوٰۃ شریف ص۲۹۱۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص

[1]......اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اسکے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو الخ۔ بیان القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: آیت: ۲۳

[2]......عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده: ان رجلا اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ان لى مالا وان والدى يحتاج الى مالى قال انت ومالك لوالدك الحديث، رواه ابو داؤد وابن ماجه، مشكوة ص ۲۹۱/۱، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانى، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- تو اور تیرا مال، تیرے والد کے لئے ہے۔

نے ایک دوکان شروع کی پھر اس کا بیٹا بھی اس میں کام کرنے لگا جس سے ترقی ہوئی پھر باپ بوڑھا ہوگیا کام کے قابل نہیں رہا تو بیٹا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں دوکان کا مالک ہوں یا اس میں شریک وحصہ دار ہوں کیونکہ میری محنت سے ترقی ہوئی ہے بلکہ وہ دوکان باپ کی ملکیت ہوگی اور بیٹا معاون شمار ہوگا[1]۔ نیز بیان کیا ہے کہ بیٹے کے لئے جائز نہیں کہ باپ سے ملازم کی طرح خدمت لے کہ یہ احترام والد کے خلاف ہے[2] لیکن اس سے مسئلہ مہتمم پر استدلال کرنا غلط اور مغالطہ ہے کیونکہ باپ تو اصل ہوتا ہے اور اولاد اس کے ذریعہ وجود میں آتی ہے۔ وہ اولاد کی پرورش کرتا ہے تعلیم دیتا اور تربیت کرتا ہے۔

مدرسہ میں شوریٰ کا وجود منصب، پہلے ہے اس نے اہتمام کا منصب تجویز کیا اور مہتمم صاحب کو لاکر بٹھایا اور ان کے لئے تنخواہ تجویز کی پس مہتمم مدرسہ اور شوریٰ کا حال باپ اور اولاد کے حال سے بالکل برعکس ہے۔

(۲) حضرت رسول مقبول ﷺ نے رسول اور مؤید بالوحی ہونے کے باوجود حکم خداوندی **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ**[3] کے تحت اہم امور میں صحابہؓ سے مشورہ بھی فرمایا اور **فَاِذَا**

---

[1]...... أب وإبن يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب إذا كان الإبن فى عيال الأب لكونه معيناله(عالمگیری ، بلوچستان کوئٹہ ص ۳۲۹ ج ۲ کتاب الشركة، الباب الرابع، شامی کراچی ص ۴/۳۲۵، فصل فى الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا فى دار واحدة الخ، الفتاوى الكاملية ص ۱۵، کتاب الشركة، مطبوعه پشاور)

[2]...... ولو استأجر أبويه لم يجز حرين كانا أوعبدين لغيره أو كافرين (عالمگیری کوئٹہ ص ۴۳۵ ج ۴ کتاب الاجارة، الباب الحادى عشر، فى الاستئجار للخدمة، البحر الرائق کوئٹہ ص: ۸/۳۳، کتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، بدائع الصنائع ص: ۶ ، ج: ۵، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3]......سورة آل عمران ، آیت: ۱۵۹ ،

ترجمہ:- اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے (بیان القرآن)

عَـزَمْـتَ فَتَـوَكَّـلْ عَـلَى اللّٰـهِ[1] کے تحت شرح صدر پر عمل بھی فرمایا اور بعض مواقع میں اپنی رائے عالی کو صحابہؓ کی دل جوئی کے پیش نظر ترک بھی فرمایا۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی رائے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جنگ کرنے کی نہیں تھی مگر شہادت کے شوقین صحابہؓ کی رائے کو اختیار فرمایا[2]۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ کی رائے مصالحت کی تھی مگر انصار کے دو قبیلوں کے سرداروں کی رائے نہیں ہوئی[3]۔ آپ نے ان کی رائے کو قبول فرمالیا مَـنْ قَـالَ لَاالٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کے لئے جنت کی خوشخبری سنانے کے واسطے حضرت ابو ہریرہؓ کو نعلین شریفین دے کر بھیجا لیکن حضرت عمرؓ کی رائے نہیں ہوئی آپؐ نے اپنی رائے عالی کو ترک فرمادیا[4]۔ یہ سب واقعات

---

[1]...... سورۃ آل عمران، آیت: ۱۵۹،
ترجمہ:- پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے (بیان القرآن)

[2]...... فكـان راى رسـول الـله صلى الله عليه وسلم ان لا يخرج من المدينة لهذه الرويا وكان ذٰلک رای الا كـابـر مـن الـمهـاجرين والانصار فقال رسول الله ﷺ امكثوا فى المدينة الى قولـه فـقـال فتيان احداث لم يشهد وابدراً فطلبوا من رسول الله ﷺ الخروج الى عدوهم ورغبـوا فى الشهادة وقـالـوا اخـرج بـنـا الـى عدونا فغلب على الامرالذى يريدون الخروج فـصـلـى رسـول الـلـه ﷺ الـجـمـعة بـالناس الى قوله وامرهم بالتهيؤ لعدوهم ففرح الناس بـالشـخـوص الـى قـولـه فـخـرج رسول ﷺ قد لبس لامته واظهر الدرعے الى قوله فقدموا جـمـعياً على ماصنعوا وقالوا ماكان لنا ان نخالفک فا صنع ما بدالک فقال رسول الله ﷺ لا يـنـبـغـى لـبـنـى اذا لبـس لا متـه ان يـضعها حتى يحكم الله بينه وبين اعدائه. طبقات ابن سعد ص۳۸ ج۲ غزوه رسول الله ﷺ احداً مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3]...... فـاراد رسـول الله ﷺ ان يـصـالـح غـطـفـان على ان يعطيهم ثلث الثمرة، ويخذلوا بين الـنـاس ويـنصرفوا عنه، فابت ذلک الانصار فترک ماكان اراد من ذلک الخ، طبقات ابن سعد ص ۶۹، ج۲، غـزوۂ رسـول الله ﷺ، الـخـنـدق وهـى غـزوة الاحزاب، مطبوعه دارالفكر بيروت. السيرة الـنـبـوية لابـن هشام ص۳/۲۲۳، غزوة الخندق، هم الرسول بعقد الصلح الخ، مطبوعه مصطفى البابى الحلبى بمصر.

[4]...... مسلم شريف ص۴۵ ج۱ كـتـاب الايـمـان، بـاب الـدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة. مطبوعه رشيديه دهلى.

کتب احادیث صحاح میں صاف صاف مذکور ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ان مواقع پر صحابہؓ کی رائے پر شرح صدر اور عزم ہوگیا نبی کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہاں غلط چیز پر شرح صدر نہیں ہوسکتا کیونکہ وحی الٰہی عاصم ومحافظ ہے۔

لیکن مجلس شوریٰ اور مہتمم کو اس پر قیاس کرنا غلط در غلط ہے۔ صحابہ کرامؓ کو رفیع مقامات آنحضرت ﷺ کی تعلیم وتزکیہ اور فیض صحبت کی بدولت حاصل ہوئے **يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** [1] صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کو منصبِ رسالت نہیں دیا بلکہ **اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ** [2] پھر مہتمم کے منصب اہتمام کو جو کہ شوریٰ کا دیا ہوا ہے حضور ﷺ کے منصب رسالت پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

(۳) جماعت ملائکہ کے لئے مجلس شوریٰ کا لقب بڑا عجیب لقب ہے اور آیت قرآنی **وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً** [3] کا مطلب مشورہ طلب کرنا عجیب درعجیب ہے نہ یہاں شوریٰ ہے نہ مشورہ ہے لہٰذا یہ نتیجہ نکالنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ملائکہ کی شوریٰ کے پابند نہیں اسی طرح مہتمم بھی مدرسہ کی شوریٰ کا پابند نہیں بالکل بے محل ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ بھیجنے کے لئے ملائکہؑ سے اپنا ارادہ

---

[1]......سورہ آل عمران، آیت: ۱۶۴.

ترجمہ:- وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔

[2]......سورہ انعام، آیت: ۱۲۴،

ترجمہ:- اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجا ہے۔ (بیان القران)

[3]...... سورہ بقرہ، آیت: ۳۰،

ترجمہ:- اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (بیان القرآن)

ظاہر فرمایا[۱]، کہ جس طرح دیگر کائنات سے متعلقہ خدمات ملائکہ کے سپرد ہیں اس طرح خلیفہ سے متعلقہ خدمات بھی ان کے سپرد کی جائیں گی ملائکہ کو تخلیق آدمؑ کی حکمت کا علم نہیں تھا اس لئے انہوں نے اپنے منصب سے بڑھ کر بات کی جس پر ان کو جواب دیا گیا **اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ**[۲] پھر انہوں نے اعتراف قصور کیا۔[۳]

حق تعالیٰ خالق ہیں ملائکہ مخلوق ہیں۔ خالق کو مخلوق سے مشورہ لینے کا کیا محل ہے اللہ پاک کا علم ذاتی ہے ملائکہ کا علم حصولی (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا) ہے۔ پھر وہاں مشورہ کی کیا گنجائش ہے ملائکہ کو ملائکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ملائکہ نے نہیں بنایا۔ کیا مدرسہ کے مہتمم اور شوریٰ کا بھی یہی حال ہے۔ **نعوذ بالله من شرور انفسنا**

(۴) امر امیر (سلطان) کی اطاعت واجب ہے جبکہ موافق شرع ہو معصیت نہ ہو

امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع و الا فلا. اشباہ[۴]. من القاعدة الخامسة وفوائد شتیٰ: فلو امر قضاته بتحلیف الشهود وجب علی العلماء ان ینصحوه ویقولوا له لا تکلف قضاتک الیٰ امر یلزم منه سخطک او سخط الخالق اه (درمختار) وفی "ط" عن الحموی ان صاحب البحر ذکرنا قلاً عن ائمتنا ان طاعة

---

[۱]...... قال ابن جریر حدثنی القاسم بن الحسن الی قوله عن الحسن وقتاده قالوا قال الله للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة، قال لهم انی فاعل هذا ومعناه انه اخبرهم بذلک ...... وعبارة الحسن وقتادة فی روایة ابن جریر احسن، تفسیر ابن کثیر ص۱۰۷/ ۱، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۳۰، مطبوعه مکتبه التجاریة مصطفی احمد الباز.

[۲]...... سورہ بقرہ، آیت: ۳۰،

ترجمہ:- میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے (بیان القرآن)

[۳] قالوا سبحٰنک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم، سرۂ بقرہ آیت: ۳۲.

[۴]...... الاشباہ مع حموی ص ۱۸۹ الفن الاول، القاعدة الخامسة تصرف الامام علی الرعیةمنوط بالمصلحة، مطبوعه مکتبه دارالعلوم دیوبند.

الامام فی غیر معصیته واجبة فلوامر بصوم یوم وجب[۱] اھ شامی[۲] ج۴ نعمانیه.

لیکن اگر اکثر کے نزدیک امام کی رائے میں ضرر ہوتو اکثر کی رائے کا اتباع کیا جائے گا۔ **قال فی الملتقیٰ وینبغی للامام ان یعرض الجیش عنددخول دارالحرب لیعلم الفارس من الراجل قال فی شرحه: وان یکتب اسماء هم وان یؤمر علیهم من کان بصیراً باموردارالحرب وتدبیرها ولومن الموالی وعلیهم طاعةلان مخالفة الامیر حرام الا اذا اتفق الاکثرانه ضرر فیتبع[۳]** اھ شامی[۴] ص۲۳۴ ج۳ نعمانیہ

(۵) نہ بغاوت ہے نہ حرام ہے بلکہ ضرر سے بچانے کے لئے خواہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی

---

[۱]......امر سلطان نافذ ہوگا جب شرع کے موافق ہو ورنہ نہیں۔(اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتیٰ) پس اگر امیر نے اپنے قاضیوں کو گواہوں کو قسم دینے کا حکم کیا علماء پر اس کو نصیحت کرنا واجب ہے اور یہ کہ اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں کو ایسے امر کی تکلیف نہ دے جس سے تیری اور خالق تعالیٰ کی ناراضگی لازم آئے۔ اھ درمختار فی ط عن الحموی۔ صاحب بحر نے ذکر کیا ہمارے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے کہ غیر معصیت میں امام کی اطاعت لازم ہے پس اگر وہ کسی دن کے روزہ کا حکم کرے تو وہ واجب ہوگا۔

[۲]...... **درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۲۲ ج۵ کتاب القضاء، مطلب طاعة الامام واجبة، شرح الحموی علی هامش الاشباه والنظائر ص ۲۱۴/۱، الفن الاول، النوع الثانی، القاعدة: تصرف الاعام علی الرعیة الخ، مطبوعه مکتبه فقیه الامت دیوبند.**

[۳]...... ملتقی میں بیان فرمایا ہے اور امام کے لئے مناسب ہے کہ دارالحرب میں داخلہ کے وقت لشکر کو ملاحظہ کرے تا کہ گھوڑے سوار اور پیدل کا علم ہوجائے اس کی شرح میں لکھا ہے (کہ یہ بھی ضروری ہے) کہ ان (لشکریوں) کے نام بھی لکھے اور ان پر ایسے شخص کو امیر بنائے جو امور حرب اور ان کی تدابیر کی بصیرت رکھتا ہو اگر چہ موالی میں سے ہی ہو اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہے اس لئے کہ امیر کی مخالفت حرام ہے مگر جبکہ اکثر اس پر متفق ہوں کہ وہ ضرر ہے تو اس (رائے اکثر) کا اتباع کیا جائے گا۔ شامی

[۴]...... **شامی کراچی ص۱۴۵/۴، کتاب الجهاد، مطلب مخالفة الامیر حرام. الدر المنتقی ص ۴۳۲/۴۳۳/۲، کتاب السیر والجهاد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.**

امیر کو نصیحت کرنا علماء کے ذمہ واجب ہے جیسا کہ (۴) میں گذرا **وجب علی العلماء ان ینصحوه اھ**[1]۔

(۶) و(۷) عن حذیفة قال: قلت یا رسول اللّٰہ أیکون بعدھذا الخیر شر کما کان قبله شر قال نعم: قال فما العصمة: قال السیف: قلت: وھل بعد السیف بقیة قال: نعم تکون امارة علی اقذاء وھدنة علی دخن قلت: ثم ماذا قال: ثم ینشأ دعاة الضلال فان کان للّٰہ فی الارض خلیفة جلد ظھرک واخذ مالک فاطعه والافمت وانت عاضٌّ علی جذل شجرة[2] **الحدیث**[3] اھ اس کی شرح مرقاۃ ص ۱۴۳ ج ۵ میں ہے ایک ہی شخص کو ایک وقت دفع شر کے لئے سیف (قتال) کا حکم دیا اور دوسرے وقت میں جسمانی ومالی اذیت وظلم کو برداشت کرتے ہوئے اطاعت امیر (خلیفہ) کا حکم دیا[4]۔ نیز **کلمة حق عندسلطان جاز** کو افضل الجہاد قرار دیا۔ **کذافی شرح**[5] **الجامع الصغیر ص ۸۱**.

چند واقعات واقوال اُمراء (خلفاء) کے نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ امیر

۱...... **درمختار علی الشامی کراچی ص ۵/۴۲۲، کتاب القضاء، مطلب طاعة الامام واجبة.**

۲......حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا جیسا اس سے پہلے تھا۔ ارشاد فرمایا، ہاں۔ عرض کیا اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہے۔ ارشاد فرمایا تلوار۔ میں نے عرض کیا کیا تلوار کے بعد بھی اس کا بقیہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا، ہاں۔ امارت ہوگی دلوں میں کچھ صفائی نہیں ہوگی دلوں میں کینہ کے ساتھ صلح ہوگی۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا پھر گمراہی کے داعی پیدا ہوں گے پس اگر زمین میں کوئی خلیفہ برحق ہو جو تمہاری پشت پر کوڑے لگائے اور تمہارا مال لیلے تب بھی اس کی اطاعت کرنا اور یا درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے مر جانا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرنا)

۳...... **مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳ کتاب الفتن ، الفصل الثانی. مطبوعه یاسر ندیم دیو بند.**

۴...... **قال السیف أی تحصل العصمة باستعمال السیف (إلی قوله) جلد ظھرک أی ضربک بالباطل واخذ مالک أی بالغصب فاطعه أی ولا تخالفه (مرقاۃ، اصح المطابع بمبئی ص ۱۴۳ ج ۵، کتاب الفتن، الفصل الثانی)**

۵...... **السراج المنیر شرح جامع صغیر ص ۲۶۰ ج ۱ دارالفکر. فیض القدیر، دارالفکر ص ۳۰ ج ۲ حدیث : ۱۲۴۶**

کی رائے سے اختلاف اوراس پراعتراض کی ان کے یہاں کیا سزا اور کیا قدر تھی۔

سب سے اول اور سب سے افضل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جب وہ خلیفہ ہوئے تو خطبہ دیا اور فرمایا۔ **ثم تکلم ابوبکر فحمد الله واثنٰی علیه ثم قال امابعد ایها الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی اه تاریخ الخلفاء ص ۵۸** [۱]۔ **فاذا رائیتمونی استقمت فاتبعونی واذا رئیتمونی زغت فقومونی** [۲] اھ تاریخ [۳] الخلفاء ۶۰ یعنی اگر میں سیدھا سیدھا چلوں تو میرا اتباع کرو اور میری اعانت کرو۔ اگر میں ٹیڑھا پن اختیار کروں تو اس میں میرا اتباع مت کرو بلکہ مجھے ہی سیدھا کرو۔

اسی ارشاد سے امام مالکؒ نے نتیجہ نکالا **قال مالک لا یکون احد اماماً ابداً الا علیٰ هذا الشرط** [۴] اھ تاریخ الخلفاء ص ۶۰ [۵]۔

کوئی شخص کبھی بھی امام نہیں بن سکتا مگر اسی شرط کے ساتھ (جو خلیفہ اول نے بیان فرمائی) خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ **لا تزیدوا فی مهور النساء علی اربعین اوقیة فمن زادالقیت الزیادة فی بیت المال فقالت امرء ة ما ذاک الیک؟ قال ولم؟ قالت لان الله یقول: واٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَاراً فقال عمرؓ: امرأة اصابت**

---

[۱]...... **تاریخ الخلفاء مطبع مجتبائی ص ۵۱ فصل فی مبایعة ابی بکر**

[۲]...... پھر حضرت ابوبکرؓ نے کلام فرمایا (خطبہ دیا) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا امابعد۔ لوگو میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں اور تم میں بہتر وافضل نہیں ہوں اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر براطریقہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ جب تم مجھے دیکھو کہ میں سیدھے رستہ پر ہوں میرا اتباع کرنا اور جب مجھے دیکھو کہ صحیح راستہ سے ہٹ گیا تو مجھے سیدھا کر دینا۔ (تاریخ الخلفاء)

[۳]...... **تاریخ الخلفاء مطبع مجتبائی ص ۵۳ فصل فی مبایعة أبی بکر**

[۴]...... حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کوئی کبھی بھی امام نہیں بنے گا مگر اسی شرط کے مطابق۔

[۵]...... **تاریخ الخلفاء، ص ۵۳ فصل فی مبایعة أبی بکر. مطبوعه مجتبائی دهلی،**

ورجل اخطأ [۱] اھ مرقاۃ المفاتیح [۲] ص ۴۴۷ ج ۳ ایک عورت نے امیر المؤمنین کی رائے سے اختلاف کیا۔اس کی قدر فرمائی عتاب نہیں فرمایا۔

۳۔عن ابی وائل قال جلست مع شیبة علی الکرسی فی الکعبة فقال لقد جلس هذا المجلس عمر فقال لقد هممت ان لا ادع فیها صفراء ولا بیضاء الاقسمته قلت ان صاحبیک لم یفعلا قال هما امرآن اقتدی بهما [۳]۔بخاری شریف [۴]۔باب کسوۃ الکعبۃ ص ۲۱۶ ج ۱۔یہاں بھی کوئی عتاب نہیں فرمایا بلکہ اپنی رائے کو ترک فرمایا۔

۴۔وعن ثور الکندی ان عمر بن الخطاب کان یعس بالمدینة من اللیل فسمع صوت الرجل فی بیت یتغنی فتسور فوجد عنده امرأة وعدنه خمر فقال یا عدو الله اظننت ان الله یسترک وانت علی معصیة فقال وانت یا امیر المؤمنین لا تعجل علی ان اکن عصیت الله واحدة فقد عصیت الله فی ثلاث قال الله تعالی "ولا تجسسوا" وقد تجسست.قال "وأتو البیوت من اَبْوَابِهَا"

---

[۱]......عورتوں کے مہر میں چالیس اوقیہ پر زیادتی مت کرو جو شخص زیادتی کرے گا تو اس زیادتی کو میں بیت المال میں داخل کردوں گا۔ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا اختیار نہیں۔ارشاد فرمایا،کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاٰتیتم احدٰہن قنطارا (جس سے عورتوں کو مہر میں کثیر مال دینا ثابت ہوتا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا،عورت نے درست کہا اور مرد نے غلطی کی۔(مرقاۃ)

[۲]...... مرقاۃ اصح المطابع ص ۴۴۷ ج ۳ باب الصداق، الفصل الثانی.

[۳]......حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں حضرت شیبہؓ کے ساتھ کرسی پر خانہ کعبہ میں بیٹھا انہوں نے فرمایا۔اسی جگہ حضرت عمرؓ نے بیٹھ کر فرمایا تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں کوئی زرد وسفید (سونا چاندی) نہیں چھوڑونگا مگر اس کو تقسیم کردونگا۔میں نے کہا آپ کے دونوں ساتھیوں (حضرت نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ) نے ایسا نہیں کیا۔فرمایا وہ دونوں ایسے حضرات ہیں کہ میں انہیں کی اقتداء کروں گا۔

[۴]...... بخاری شریف ص ۲۱۷ ج ۱ کتاب المناسک ، باب کسوۃ الکعبۃ. اشرفی بک ڈپو دیوبند،

وقد تسورت علی. ودخلت علی بغیر اذن وقال اللّٰہ تعالیٰ ''لا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَانِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا''. قال عمر فهل عندکم من خیر ان عفوت عنک؟ قال نعم فعفا عنه وخرج وترکہ[1] اھ ازالۃ الخفاء[2] ص۴۳ ج۲۔

دیکھئے یہاں نہ صرف اختلاف کیا بلکہ کتنی سخت گرفت کی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے سزا نہیں دی۔ خلیفہ ہونے کے بعد خطبہ دیا۔ اسی خطبہ میں فرمایا۔

وروی انه قال یوماً علی المنبر یا معاشر المسلمین ماذاتفعلون لو ملت براسی الی الدنیا کذاومیَّل راسه فقال الیه رجل فاستل سیفه وقال رجل کنا نفعل بالسیف کذا واشار الی قطعه فقال ایای تعنی بقولک قال نعم ایاک اعنی بقولی فنهره عمر ثلاثا وهو ینهره عمر فقال عمر رحمک اللّٰہ الحمدللّٰہ

۱۔۔۔۔۔ثور کندیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا کرامۃ) میں رات کے وقت پہرہ دیتے تھے۔ ایک گھر میں ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ گانا گا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ دیوار پر کو چڑھے تو اس کے پاس ایک عورت کو پایا اور اس کے پاس شراب بھی تھی۔ فرمایا: اللہ کے دشمن کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے چھپالے گا حالانکہ تو اس کی معصیت میں مشغول ہے۔ اس نے کہا۔ امیر المؤمنین! آپ مجھ پر جلدی نہ فرمائیں۔ میں نے اگر اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے بے شک آپ نے تین نافرمانیاں کی ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَلَا تَجَسَّسُوْا'' جاسوسی مت کرو اور آپ نے جاسوسی کی (۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا'' گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور آپ پیچھے سے دیوار پھلاند کر اندر گھسے۔ (۳) اور آپ بلا اجازت داخل ہوئے حالانکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے، لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ الخ دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت اور بلا سلام داخل مت ہوا کرو۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے پاس خیر ہے (یعنی توبہ کرو کہ آئندہ ایسا نہیں کروگے) اگر میں تم کو معاف کردوں۔ عرض کیا ہاں آپ نے اس کو معاف کردیا اور اس کو چھوڑ کر تشریف لے آئے۔

۲۔۔۔۔۔ ازالۃ الخفاء ص ۲۴۰ مقصد اول، فصل ششم، مطبوعہ صدیقی بریلی، ازالۃ الخفاء عربی مترجم ص ۲/۲۶۸، فصل ششم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی.

الذی جعل فی رعیتی من اذا تعوجتُ قومنی[۳] ازالۃ الخفاء[۴] ص ۵۶/۴.

قال عمرؓ فی مجلس فیه المهاجرون والانصار ارئیتم لوترخصت فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین فسکتنا فقال ذلک مرتین اوثلثا لوترخصت لکم فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین. قال بشربن سعد لوفعلت ذلک لقوّمناک تقویم القدح فقال عمرؓ انتم اذاً انتم. ازالۃ الخفا[۱] ص ۱۲۲/۴.

خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابل اعتراض ہوسر دربار مجھے ٹوک دیا جائے۔آپ کی طرف سے اعلان دیا گیا کہ احب الناس الی من رفع الی عیوبی یعنی سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیوب پر مجھے اطلاع دے۔اسکے بعد ادنیٰ ادنیٰ لوگوں نے سر دربار آپ پر نکتہ چینی شروع کی اگر چہ وہ نکتہ چینی غلط ہوتی تھی۔مگر آپ اس پر خوش ہوتے تھے اور بڑی توجہ سے سنتے تھے اور اسکا جواب دیتے تھے۔اھ سیرت[۱] فاروق اعظمؓ ص ۱۵۔

آپ خطبہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسیؓ نے ٹوکا

اتت برود من الیمن الی عمر بن الخطابؓ فقسمها بین اصحاب رسول اللہ ﷺ برداً برداً ثم صعد المنبر یوم جمعة فخطب الناس فی حلة منها والحلة عند العرب ثوبان من جنس واحد وکان ذلک من احسن زیّهم فقال الا اسمعوا ثم

---

[۳]......حضرت عمرؓ نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہو! تم کیا کروگے اگر میں اپنا سر دنیا کی طرف جھکادوں،اس طرح اوراپنے سر کو جھکایا۔ایک شخص کھڑا ہوااور تلوار کھینچ کر بولا کہ ہاں پھر ہم اپنی تلوار سے اس طرح کریں گے۔اور گردن کاٹنے کا اشارہ کیا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا (امتحاناً) کیا تو اپنے قول سے مجھے ہی مراد لے رہا ہے۔اس نے کہا ہاں میں اپنے قول سے آپ کو ہی مراد لے رہا ہوں۔حضرت عمرؓ نے اسکو تین مرتبہ جھڑ کا وہ حضرت عمرؓ کو جھڑکتا رہا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے۔اللہ کا شکر ہے جس نے میری رعیت میں ایسے شخص کو رکھا کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کردے۔

[۴] ازالۃ الخفاء مترجم ص ۵۵/۴، فصل ثانی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی.

وعظ الناس فقام سلمان فقال واللّٰہ مانسمع واللّٰہ مانسمع قال وما ذلک قال انک اعطیتنا ثوباً ثوباً ورحت فی حلة فقد تفضلت علینا بالدنیا فتبسم ثم قال عجلت یا ابا عبداللّٰہ رحمک اللّٰہ انی کنت غسلت ثوبی الخلق فاستعرت برد عبداللّٰہ بن عمر فلبسته مع بردی فقال سلمان الآن نسمع[۳] ازالة الخفاء[۴] ص ۱۲۱.

قال ابن عون کان الرجل یقول لمعاویة واللّٰہ لتستقیمن بنا یا معاویة اولنقومنک. فیقول بماذا فیقول بالخشب فیقول اذاً نستقیم[۵] اه تاریخ الخلفاء[۶] ص ۱۴۹.

۱...... ازالة الخفاء مترجم ص ۱۲۲/۴، فصل پنجم، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی.

۲...... الفاروق ص ۲/۳۸۲، مطبوعه کراچی، سیرت خلفائے راشدین ص ۶۰، مطبوعه مکتبه اعزازیه دیوبند.

۳......یمن سے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس کچھ چادریں آئیں انہوں نے ان کو اصحاب رسول اللہ ﷺ پر تقسیم فرمادیا ایک ایک چادر۔ پھر آپ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے ان میں کا ایک حلہ (جوڑا) پہن کر لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور حلہ عرب کے نزدیک ایک جنس کے دو کپڑوں کو کہتے ہیں اور یہ ان کے بہت اچھے لباس میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے خطبہ شروع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ خبردار سنو! پھر لوگوں کو وعظ کہنے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت سلمانؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا واللہ نہیں سنیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا آپ نے ہم کو ایک ایک کپڑا دیا اور خود ایک حلّہ (جوڑا) پہنے ہوئے ہو تو دنیاداری میں تم ہم سے بڑھے ہوئے (دنیاداری میں جو خود بڑھا ہوا ہو اس کو دوسروں کو نصیحت کرنے کا کیا حق ہے) حضرت عمرؓ نے یہ سن کر مسکرا کر فرمایا ابوعبداللہ تم نے جلدی کی (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) میں نے اپنے پرانے کپڑے دھوئے تھے تو عبداللہ بن عمرؓ سے ان کی چادر مانگ کر اپنی چادر کے ساتھ شامل کر لی۔ حضرت سلمانؓ نے کہا۔ ''اب سنیں گے''۔

۴...... ازالة الخفاء مترجم ص ۱۲۱/۴، فصل پنجم، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی.

۵......ابن عونؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت معاویہؓ سے کہہ رہا تھا قسم بخدا اے معاویہؓ! ہمارے ساتھ سیدھے سیدھے رہنا ورنہ ہم سیدھا کر دیں گے۔ فرمانے لگے، کس چیز سے؟ اس نے جواب دیا لکڑی (لاٹھی) سے حضرت معاویہ فرمانے لگے۔ پھر ہم سیدھے رہیں گے۔

۶...... تاریخ الخلفاء ،مطبوعه مجتبائی ص ۱۳۶ احوال معاوية ابن ابی سفیان

دیکھئے حضرت معاویہؓ کو کتنا سخت کلمہ کہا مگر انہوں نے کیا معاملہ کیا۔

یزید کو جب ولی عہد بنانے کا قصہ پیش آیا حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن عمر سے گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کا نمبر آیا۔ **ثم ارسل الی ابن الزبیر فقال یا ابن الزبیر انما انت ثعلب رواغ کلما خرج من جحر دخل فی اٰخر. وانک عمدت الٰی ھذین الرجلین فنفخت فی مناخر ھما وجعلتھما علی غیر رائیھما فقال ابن الزبیر ان کنت قد مللت الامارة فاعتزلھا وھلم ابنک فلنبایعه ارأیت اذا بایعت ابنک معک لایکما نسمع ونطیع لا تجتمع البیعة لکما ابداً[1] تاریخ الخلفاء[2] ص ۱۵۰، وص ۱۵۵.**

غور کیجئے اور جاریہ بن قدامہ کا مکالمہ حضرت معاویہ سے کتنا سخت ہے اس کو بھی دیکھئے۔

فیھا ان قوائم السیوف التی لقیناک بھا بصفین فی ایدینا قال (معاویہؓ) انک لتھددنی قال انک لم تملکنا قوة ولم تفتحنا عنوة ولکن اعطیتنا عھوداً ومواثیق فان وفیت لنا وفینا وان ترغب الی غیرذلک فقد ترکنا ورائنا رجالا مداداً وادرعا شدادا والسنة حدادا فان بسطت الینا فترامن غدر دلفنا الیک بباع من ختر قال

---

[1]...... پھر ابن زبیرؓ کو بلوایا اور فرمایا ابن زبیر! تو اس حیلہ باز لومڑی کے مثل ہے کہ ایک سوراخ سے نکلتی ہے دوسرے سوراخ میں داخل ہو جاتی ہے اور تو نے ہی ان دونوں شخصوں کا ارادہ کیا اور ان کی ناک میں پھونک ماردی اور ان دونوں کو ان کی رائے کے خلاف پر آمادہ کیا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے جواباً فرمایا اگر آپ امارت سے اکتا گئے ہیں تو اس کو چھوڑ دیجئے (استعفیٰ دیدیجئے) اور اپنے بیٹے کو لائیے ہم اس سے بیعت کرلیں بتایئے جب ہم آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے سے بیعت کرلیں تو تم دونوں میں سے کس کی اطاعت کریں گے۔ بیعت تم دونوں کے لئے کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتی۔ (تاریخ الخلفاء)

[2]...... تاریخ الخلفاء، مطبوعه مجتبائی ص ۱۳۷ احوال معاویة ابن ابی سفیان

معاوية لا اكثر الله فی الناس امثالك[۱] تاريخ الخلفاء[۲] ص ۱۵۳ ۔

یزید الناقص ابوخالد بن الولید نے جو خطبہ دیا اس میں صاف صاف اعلان کیا

فان اردتم بيعتی علی الذی بذلت لكم فانالكم وان ملت فلا بيعة لی عليكم وان رأيتم احداً اقوی منی عليها فانااول من يبايعه ويدخل فی طاعته واستغفر الله لی ولكم[۳] اه تاريخ الخلفاء[۴] ص ۱۹۴ .

دیکھئے ان اکابر اسلاف کے پاس فوج اور پولیس بھی تھی بیت المال کا خزانہ بھی تھا مگر اپنے سے اختلاف کرنے والوں اوراعتراض کرنے والوں کو قتل نہیں کیا نہ قید کیا بلکہ غایت تحمل سے کام لیا اور تاکیدی اعلانات کئے کہ ہم سے جو کوتاہی ہوجائے۔ وہ بلاخوف ہمارے سامنے پیش کردو تاکہ ہم اس کی اصلاح کریں۔ اگر اختلاف کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہوتا تو یہ حضرات قدرت کے باوجود ترک واجب کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

[۱]......اسی میں یہ بھی ہے کہ ان تلواروں کے قبضے جن کے ساتھ ہم نے صفین میں آپ سے ملاقات کی تھی ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ تو مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ اس نے کہا آپ ہمارے زبردستی مالک نہیں بنے نہ ہم کو قوت کے ساتھ فتح کیا۔ آپ ہم سے کچھ عہد کئے ہیں پس اگر آپ ان کو پورا کریں گے ہم بھی پورا کریں گے۔ اور اگر آپ اس کے علاوہ دوسری چیز کی طرف مائل ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے قوت والے مرد، مضبوط زرہیں، تیز دھار دار نیزے چھوڑے ہیں۔ پس اگر آپ نے ہماری طرف بالشت بھر عہد شکنی کی تو ہم آپ کی طرف چل پڑیں گے ایک باع (پانچ ہاتھ) حضرت معاویہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ جیسے زیادہ نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء)

[۲]...... **تاريخ الخلفاء ص ۱۳۹ احوال معاوية ابن ابی سفيان، مطبوعه مجتبائی،**

[۳]......پس اگر تم میری بیعت کا ارادہ کرو اس چیز پر جس کو میں نے تمہارے لئے خرچ کیا تو میں تمہارے لئے ہوں اور اگر میں اس سے ہٹ جاؤں تو پھر میری بیعت تم پر لازم نہیں اور اگر تم کسی کو اس امر خلافت پر مجھ سے زیادہ قوی پاؤ تو میں سب سے پہلا شخص ہوں جو اس سے بیعت کرے گا اور اس کی اطاعت میں داخل ہوگا۔ واستغفر اللہ لی ولکم اھ (تاریخ الخلفاء)

[۴]...... **تاريخ الخلفاء ص ۱۷۶ ، مطبوعه مجتبائی،**

(۸) امام کا مقام بہت بلند ہے اس کو حق جل شانہ کی بارگاہ میں اپنا نمائندہ بنا کر نماز ادا کی جاتی ہے وہ اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہئے احکام نماز کا وہ سب سے زیادہ عالم ہو قرآن کریم تجوید کے ساتھ صحیح پڑھتا ہو سب سے زیادہ متقی ہو وغیرہ وغیرہ۔ **الاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوٰة بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقرأة ثم الاورع اى الاكثر اتقاء للشبهات** اھ درمختار[1] ص ۳۷۴ ج ۱۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام نے بھول کر غلطی کی تو مقتدی کو اس غلطی میں بھی اتباع لازم ہوتا ہے تا کہ امام کی مخالفت فعلاً لازم نہ آئے مثلاً قنوت، تکبیرات العید، قعدہ اور سجدۂ سہو، سجدہ تلاوت اگر امام ترک کردے تو مقتدی بھی اتباع امام میں ترک کردے امام کی مخالفت نہ کرے **تجب متابعة الامام فى الواجبات فعلاً وكذاتركاً ان لزم من فعله مخالفته الامام فى الفعل كتركه القنوت اوتكبيرات العيد او القعدة الاولىٰ اوسجودالسهو والتلاوة فيتركه المؤتم[2] ايضاً** اھ شامی[3] ص ۳۱۶ ج ۱۔ لیکن ہر غلطی کا یہ حکم نہیں۔

جو امور بدعت ہوں یا منسوخ ہوں یا نماز سے ان کا تعلق نہ ہو ان میں امام کا اتباع نہیں

---

[1]...... **درمختار مع ردالمحتار كراچى ص۵۵۷ ج ۱ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص۲۴۳، فصل فى بيان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۱۶۱/۱، كتاب الصلوة، فصل فى الجماعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۳۴۷/۱، باب الامامة.**

[2]...... **شامى كراچى ص ۴۷۰ ج ۱ كتاب الصلوٰة، مطلب فى تحقيق متابعة الامام، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۱۳۴/۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، حلبى كبيرى ص۵۲۸، فصل فى الامامة، الثامن، فيما يتابع المقتدى فيه الامام ومالا يتابعه فيه، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.**

[3]...... **ملاحظه هو حوالۂ بالاحاشيه نمبر ۲/**

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Madaris Ka Ahtimam wa Intizam

کیا جائے گا۔ مثلاً ایک سجدہ زائد کرے یا تکبیرات عید میں اقوال صحابہ پر زیادتی کرے یا نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیر کہے یا پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو ان صورتوں میں امام کا اتباع نہیں کیا جائے گا۔ **وانہ لیس لہ ان یتابعہ فی البدعة والمنسوخ ومالا تعلق لہ بالصلوٰة فی تکبیرات العیدین اوعلی اربع فی تکبیر الجنازة اوقام الی الخامسة ساھیا** اھ شامی[1] ص۳۱۶ ج۱۔

سنن میں فعلا امام کا اتباع واجب نہیں مثلاً امام تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین نہ کرے یا ثناء نہ پڑھے یا رکوع وسجود کے لئے تکبیر نہ کہے یا سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ نہ پڑھے یا سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے تو ان امور میں امام کا اتباع واجب نہیں۔

وانہ لا تجب المتابعة فی السنن فعلاً وکذاترکا فلایتابعہ فی ترک رفع الیدین فی التحریمة والثناء وتکبیرا الرکوع والسجود والتسبیح فیھما والتسمیع اھ شامی[2] ص۳۱۶ ج۱.

اگر امام کسی واجب قولی کو ترک کردے جس کے کرنے سے واجب فعلی میں مخالفت لازم آتی ہو مثلاً تشہد، سلام، تکبیر تشریق کو ترک کردے تو اس میں امام کا اتباع نہیں کیا جائے گا **وکذالا یتابعہ فی ترک الواجب القولی الذی لا یلزم من فعلہ المخالفة فی واجب فعلی کالتشھد والسلام وتکبیر التشریق** اھ شامی[3] ص۳۱۶ ج۱۔

ہر فرض میں اتباع امام کو کلیتاً فرض کہنا بھی صحیح نہیں **وکون المتابعة فرضاً فی الفرض**

۱...... شامی کراچی ص۴۷۰ ج۱ کتاب الصلوٰة، مطلب فی تحقیق متابعة الامام، حلبی کبیر ص۵۲۸، فصل فی الامامة، الثامن، فیما یتابع المقتدی فیہ الامام الخ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور.

۲...... ملاحظہ ہو حوالۂ بالا.

۳...... ملاحظہ ہو حوالۂ بالا.

لا یصح علی اطلاقه لما صرحوا به من ان المسبوق لو قام قبل قعود امامه قدر التشهد فی آخر الصلوٰة تصح صلوته ان قرأماتجوزبه الصلوٰة بعد قعود الامام قدر التشهد والالا مع انه لم یتابع فی القعدة الاخیرة فلوکانت المتابعة فرضا فی الفرض مطلقا لبطلت صلوتهاھ شامی[1] ص۳۱۶ ج۱۔

(۹) جس شخص کی امامت کوقوم ناپسند کرے اس لئے کہ اس میں خرابی ہے یا اس سے زائدلائق امامت دوسرے آدمی موجود ہیں پھروہ شخص جبراًامام بن کرنماز پڑھائے تواس کیلئے ایسا کرنامکروہ تحریمی ہےاس کی نمازمقبول نہیں **ولوام قوما وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه اولانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له کارهون**[2] اھ درمختار[3] ص۳۷۶ ج۱۔

قدرسنت سےقرأت واذکارکوطویل کرناجوکہ قوم پربارہومکروہ تحریمی ہے۔**ویکره تحریما تطویل الصلوٰة علی القوم زائد علی قدر السنة فی قراءة واذکار**اھ ص۳۷۹[4] ج۱۔

حضرت معاذؓ نےعشاء کی نماز میں قرأت طویل کی ایک مقتدی نےنمازتوڑدی معاملہ حضوراکرمﷺ کے پاس پہنچاتوامام صاحب ہی کوتنبیہ فرمائی **فاقبل رسول الله**ﷺ

---

[1]...... شامی کراچی ص ۴۷۱ ج ۱ کتاب الصلوٰة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام

[2]......اس شخص کی نمازقبول نہیں فرماتے جوقوم سے آگے بڑھ کرانکی امامت کرےاوروہ (قوم) اس سے ناخوش ہوں۔

[3]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹ ج ۱ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، البحرالرائق ص ۳۴۸/ ۱، باب الامامة، کتب الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[4]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۴/ ۱، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الافضل الصلاة مع الشافعی ام لا، البحرالرائق کراچی، ص ۳۵۱/ ۱، باب الامامة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر.

علی معاذ قال یا معاذ افتتان انت. اقرأ والشمس وضحاها. والضحیٰ. واللیل اذا یغشیٰ. سبح اسم ربک الاعلیٰ[1] (متفق علیہ الخ) مشکوٰۃ شریف[2] ص۷۹۔ یہاں سے قرأت مسنونہ کا انداز ہوا۔

ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر شکایت کی کہ فلاں شخص صبح کی نماز طویل پڑھاتا ہے جس کی وجہ سے میں شریک نماز نہیں ہوتا۔ یہ شکایت سن کر امام پر بہت شدید عتاب فرمایا۔

عن قیس بن حازم قال اخبرنی ابومسعودؓ ان رجلا قال واللّٰہ یا رسول اللّٰہ انی لا تاخر عن صلوٰۃ الغداۃ من اجل فلان مما یطیل بنا فما رأیت رسول اللّٰہ ﷺ فی موعظۃ اشد غضباً منہ یومئذ ثم قال ان منکم منفرین فایکم من صلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر وذالحاجۃ[3] متفق علیہ الخ۔ (مشکوٰۃ[4] شریف ص۱۰۱ ج۱)

تمام عالی صفات کے باوجود اگر امام سے نماز میں غلطی ہوجائے خواہ سہواً ہی ہو اس سے کلیۃً صرف نظر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو متنبہ کیا جائے گا اگر قرأت میں غلطی ہوجائے تو نماز کو فساد سے بچانے کے لئے لقمہ دیا جائے گا غلطی فاحش ہوجانے کی صورت میں اعادۂ نماز کا حکم

[1]......رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا معاذؓ! کیا تو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ **والشمس وضحها. والضحیٰ. واللیل اذایغشی. سبح اسم ربک الاعلیٰ** پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ)

[2]...... **مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القراء ۃ فی الصلوٰۃ، الفصل الاول، یاسر ندیم دیوبند.**

[3]......ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ میں نماز فجر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں فلاں کی وجہ سے ان کے ہمارے ساتھ نماز کو طویل کرنے کی وجہ سے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصہ ہونے والا نہیں دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا تم میں بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں۔ تم میں جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے اس لئے کہ ان میں کمزور، بوڑھے، ضرورت مند ہوتے ہیں۔

[4]...... **مشکوۃ شریف ص ۱۰۱، باب ما علی الامام الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم.**

ہوگا۔ اگر صلوٰۃ رباعی میں تیسری رکعت پڑھ کر بیٹھنے لگے تو اس کو یاد دلایا جائے گا کہ کھڑا ہو جائے۔ اگر چوتھی پڑھ کر کھڑا ہونے لگے تو اس کو بٹھایا جائے گا اگر وہ نہ بیٹھے تو اس کا اتباع نہیں کیا جائے گا۔ اگر امام سے سہواً کوئی واجب ترک ہو جائے تو سجدۂ سہو سے مکافات کی جائے گی اگر نماز میں واجب کا ترک ہونا یاد ہی نہ آیا۔ یا قصداً سجدہ سہو نہ کیا یا عمداً واجب کو ترک کیا تو اعادۂ نماز کا حکم ہوگا۔

غرض اصلاح نماز کی کوشش میں امام کے بلند درجات حائل و مانع نہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ سے بھول ہوگئی تو مطلع ہونے پر مکافات فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا:۔**انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی**[۱] متفق علیہ الخ مشکوٰۃ[۲] ص۹۲۔

یہ بھی حکم فرمایا کہ میرے قریب اہل عقل وفہم کھڑے ہوا کریں (تاکہ اگر کوئی بات پیش آجائے تو نماز کو فساد سے بچانے میں سہولت رہے۔**لیلینی منکم اولوا الاحلام و النھی**[۳] الخ شامی[۴] ص۳۸۴ ج۱۔

مسلمانوں میں دینی انحطاط بڑھتا جارہا ہے امامت کے اوصاف بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔ ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ کو لکھنا پڑا **الجھل فی القراء غالب**[۵] الخ شامی[۶] ص۴۰۳ ج۱۔

---

[۱]......میں تم ہی جیسا بشر ہوں تمھاری طرح میں بھی بھولتا ہوں پس جب میں بھولوں تو مجھ کو یاد دلایا کرو۔

[۲]...... مشکوۃ شریف ص ۹۲/۱، باب السھو، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳]......بالغ اور عقل والے تم میں سے میرے قریب ہوا کریں۔

[۴]...... شامی کراچی ص ۵۷۱ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، البحر الرائق کراچی ص۳۵۳/۱، باب الامامة، مراقی علی الطحطاوی مصری ص۲۴۸، فصل فی بیان الاحق بالامامة، وترتیب الصفوف، مشکوة شریف ص۹۸/۱، باب تسویة الصفوف، یاسر ندیم دیوبند.

[۵].....قراء میں جہل غالب ہے۔

[۶]...... شامی کراچی ص ۵۹۹ ج ۱، قبیل باب الاستخلاف،

امامت کو بہت سے حضرات نے پیشہ معاش بنا لیا ہے۔ متولی صاحبان بھی ان سے تاجروں کی طرح معاملہ کرتے ہیں جو امام کم نرخ کا ملتا ہے اس کو رکھتے ہیں۔ مختلف علاقوں میں اماموں کی ذمہ داریاں بھی عجیب عجیب دیکھنے میں آتی ہیں اور ان کی آمدنی کے شعبے بھی عجیب عجیب ہیں۔ ایک امام صاحب سے ملاقات کے لئے جانا ہوا ان کے حجرے میں پانی کے متعدد گھڑے رکھے ہوئے تھے دریافت کرنے پر بتایا کہ محلّہ کی مستورات جب ایام ماہواری سے فارغ ہوتی ہیں تو وہ پانی کا گھڑا امام صاحب کے پاس بھیجتی ہیں امام صاحب چند مخصوص آیتیں اور سورتیں پڑھ کر اس پر دم کرتے ہیں۔ اس پانی سے مستورات غسل کرتی ہیں تب پاک ہوتی ہیں۔ ہر گھڑے پر دم کرنے کا معاوضہ بھی ہوتا ہے۔ اگر امام صاحب سفر میں گئے ہوں تو جب تک وہ واپس آ کر پانی پر دم نہ کریں تو وہ پانی غسل کے لئے کارآمد نہ ہوگا وہ ماء طہور نہ بنے گا۔ امام صاحب کے دم کرنے سے اس میں طہوریت کی صفت آئے گی۔ اس دم کرنے میں امام صاحب کسی کو اپنا نائب بھی نہیں بناتے اس لئے مستورات کئی کئی روز بلا غسل اور بلا نماز رہتی ہیں۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.**

اہل محلّہ کی میت کو غسل دینا اس کی نماز پڑھانا اس کو قبر میں رکھنا پھر سوئم وچہلم وغیرہ یہ سب چیزیں امام صاحب ہی کے متعلق رہتی ہیں۔ اور ان میں ہر کام کا معاوضہ بھی ہوتا ہے۔ مرغی، بکری وغیرہ ذبح کی جائے تو وہ بھی امام صاحب ہی ذبح کریں گے۔ اور اس کا معاوضہ لیں گے۔ عیدالاضحیٰ میں چرم قربانی اور عیدالفطر میں صدقۃ الفطر میں امام صاحب کا حق سمجھا جاتا ہے۔

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے **واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لا یھتم بامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلۃ فانہ لا یؤمن علیہ ان**

یصلی بهم بغیر طهارة فهو کا لمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشیٰ فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذالم تجز الصلوٰة خلفه اصلا. عند مالک وروایة عن احمد اه شامی[1] ص ۳۷۶ ج ۱.

اگر کوئی غیر متقی، بے عمل، فاسق امام مسلط ہو جس کو الگ کرنے پر قدرت نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز ادا کر لی جائے تا کہ جماعت ترک نہ ہو۔ **فی حدیث ابی هریرةؓ والصلوٰة واجبة علیکم خلف کل مسلم براً کان اوفاجراً وان عمل الکبائر[2]** اھ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۰۔

بعض صحابہ کرامؓ نے حجاج کے پیچھے ایسی ہی مجبوری میں نماز پڑھی ہے[3]۔

(۱۰) اگر مجلس شوریٰ میں امام اور مہتمم کے انتخابات یا عزل کا مسئلہ پیش ہو اور اس میں اختلاف رائے ہو تو شرعی دلائل سے ترجیح دی جائے۔ اگر دلائل متساوی ہوں تو قرعہ اندازی

---

[1]...... شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، حلبی کبیری ص ۲۴۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، الرابع فی الاولی بالامامة، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

[2]...... مشکوة شریف ص ۱۰۰/۱، باب الامامة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نکوکار ہو یا وہ بدکار اگر چہ وہ کبائر کا مرتکب ہو۔

[3]...... لو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعة لکن لا یحرز ثواب المصلی خلف تقی، کیف وقد صلی الصحابة والتابعون خلف الحجاج وفسقه مالایخفی، حلبی کبیری ص ۵۱۴، باب الامامة، الرابع فی الاولی بالامامة الخ، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تقریرات رافعی ص ۱/۶۸، باب الامامة، قوله: ولایجب الخروج علیه، مطبوعه سعید کراچی، البحرالرائق کراچی ص ۱/۳۴۸، باب الامامة، مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۹۳، باب الامامة، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

کرلی جائے یا اہل علم کی کثرت رائے کو ترجیح دی جائے۔ بے علم اور بے عمل عوام کی کثرت رائے معتبر نہیں فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم لو قدموا غیر الاولیٰ اساؤا بلا اثم[۱] درمختار ص ۳۷۵ ج ۱ فان اختلفوا فالعبرة بما اختاره الاکثر اھ قال فی شرح المشکوٰة لعله محمول علی الاکثر من العلماء اذا وجدوا والافلاعبرة لکثرة الجاهلین قال الله تعالیٰ ولکن اکثرهم لا یعلمون اھ طحطاوی[۲] ص ۲۰۳۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خلافت کے لئے چند حضرات میں سے حضرت عثمانؓ کو اکثریت کی رائے کے پیش نظر انتخاب کیا جس سے پھر سب ہی نے اتفاق کرلیا شروح بخاری، فتح الباری[۳]، عمدۃ القاری وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے

نیز سوال (۴) کے جواب میں امام (سلطان) کی رائے کے خلاف کرنے کی ممانعت کے ذیل میں شامی کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ الااذا اتفق الاکثر انه ضرر فیتبع اھ[۴]۔

---

[۱]...... درمختار علی الشامی کراچی ص ۱/۵۵۹، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۲۴۴، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، البحرالرائق کراچی ص ۱/۳۴۸، باب الامامة.

[۲]...... طحطاوی مع المراقی، مطبوعه مصر ص ۲۴۴ باب الامامة، فصل فی بیان الا حق بالامامة، مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۹۲، باب الامامة، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

[۳]...... فتح الباری ص ۴۲۰-۷/۴۲۱، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصة البیعة، والاتفاق علی عثمانؓ بن عفان الخ، رقم الحدیث(۳۷۰۰)، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز، عمدة القاری ص ۲۱۲-۷/۲۱۳، الجزء السادس عشر کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصة البیعة الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۴]...... شامی کراچی ص ۴/۱۴۶، کتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته، مطلب مخالفة الامیر حرام، الدر المنتقی علی هامش المجمع ص ۲/۴۳۳، کتاب السیر والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

کثرت رائے کو اگر چہ وہ اہل علم اور اہل تدین کی ہو بالکل نا قابل اعتبار قرار دینا اور یہ کہنا کہ یہ غیر دینی طریقہ ہے غلط ہے۔ایک مسئلہ میں اگر فقہاء کرام کا اختلاف ہوتو دیگر وجوہ ترجیح کے علاوہ اس کو بھی بیان کیا گیا ہے۔وعلیہ الاکثر. علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[1] تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ شرح عقود رسم المفتی[1] میں اس کی تصریح کی ہے حدود کے اندر رہتے ہوئے اس پر عمل کرنا گناہ نہیں۔اور للاکثر حکم الکل تو ایسا مشہور ہے کہ فقہاء نے جگہ جگہ اس سے استدلال کیا ہے۔

(۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صوبہ کوفہ کے گورنر تھے عشرہ مبشرہ میں سے تھے بہت قدیم الاسلام تھے مستجاب الدعوات تھے جنہوں نے نماز براہ راست حضرت رسول اکرم ﷺ سے سیکھی تھی جنہوں نے کسریٰ کو شکست دی ملک فارس کو فتح کیا ان کی شکایت کی گئی جس میں تھا کہ یہ نماز ٹھیک نہیں پڑھاتے۔ انہ لا یحسن یصلی[2]۔ حضرت عمرؓ نے خود ان سے نماز کی کیفیت کو دریافت کیا اور سن کر فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم اس طرح پڑھاتے ہوگے (یعنی شکایت غلط ہے) پھر آدمی کوفہ بھیج کر تحقیق کی تو سب نے ان کی تعریف کی مگر ایک شخص نے شکایت کی۔حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ یا اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ایسا ہو۔چنانچہ اس کا بہت برا حال ہوا۔

حضرت عمرؓ نے شکایت غلط ہونے پر بھی حضرت سعدؓ کو معزول فرمادیا اور ان کی جگہ

۱...... فان اختلوا یؤخذ بقول الاکثرین الخ، شامی کراچی ص ۱/۷۱، مطلب اذا تعارض التصحیح، متی اختلف فی المسألة، فالعبرة بماقاله الاکثر، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱/۳، المقدمة، فوائد تتعلق بآداب المفتی، مطبوعه مکتبه میمنیة مصر، فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین فیما اعتمد علیه الکبار المعروفین، شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۲، اذا لم یوجد فی المسألة روایة، مطبوعه زکریا دیوبند.

۲...... بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ کتاب فضائل اصحاب النبی باب مناقب سعد ابن ابی وقاصؓ.

حضرت عمارؓ کو متعین فرمادیا۔ بخاری شریف ص۱۰۴[۱]، میں یہ واقعہ مذکور ہے اور بھی متعدد مقامات پر اپنی عادت کے موافق امام بخاری نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ جس نے جو عہدہ دیا تھا اس نے واپس لے لیا۔ حضرت سعدؓ نے نہ حضرت عمرؓ کو بددعا دی نہ ان سے ناراض ہوئے نہ کوئی احتجاج کیا کہ مجھے بلاقصور علیحدہ کردیا نہ نظام میں کوئی فرق آیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کی برأت بھی فرمادی کہ ان کا قصور نہیں تھا بلکہ مصلحۃً وانتظاماً علیحدہ کیا ہے ازالۃ الخفاء ص۳۲۵[۲]، میں یہ صاف صاف مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علیحدہ کرنے کے لئے قصور وار ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ مصلحتاً وانتظاماً بھی علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول فرمایا جس کی تفصیل ازالۃ الخفاء ص۲۳۴[۳]، میں ہے۔ حضرت خالدؓ نے عہدۂ سپہ سالاری

[۱]...... عن جابر بن سمرةؓ قال شكى اهل الكوفة سعداً الى عمرؓ فعزله واستعمل عليهم عمارا، فشكوا حتى ذكروا انه لايحسن يصلى فارسل اليه، فقال يا ابا اسحٰق ان هؤلاء يزعمون انک لا تحسن تصلى قال اما والله فانى كنت اصلى بهم صلوة رسول الله ﷺ مااخرم عنها، اصلى صلوة العشاء فاركدوا فى الاوليين واخف فى الآخريين قال ذاک الظن بک يا اباسحٰق، فارسل معه رجلا او رجالا الى الكوفة، يسأل عنه اهل الكوفة ولم يدع مسجدا الا سأل عنه ويثنون عليه معروفا حتى دخل مسجدا لبنى عبس، فقام رجل منهم يقال له اسامة بن قتادة يكنى ابا سعدة، فقال اما اذ نشدتنا، فان سعدا كان لايسير بالسرية ولا يقسم بالسوية ولا يعدل فى القضية قال سعد اما والله لا دعون بثلٰث، اللّٰهم ان كان عبدک هذا كاذبا قام رياء وسمعة، فأطل عمره، واطل فقره، وعرضه بالفتن، وكان بعد اذا سئل يقول شيخ كبير مفتون اصابتنى دعوة سعد قال عبد الملک فانا رأيته بعد قد سقط حاجباه على عينيه من الكبر وانه ليتعرض للجوارى فى الطرق يغمزهن، بخارى شريف ص۱۰۴/۱، كتاب الاذان، باب وجوب القرأة للامام والمأموم فى الصلوة كلها الخ، رقم الحديث (۷۴۶)، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

[۲]...... ازالة الخفاء ص۲/۲۶، حكايات سياست فاروق اعظم، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، ازالة الخفاء مترجم ص۲۳۵ ج۳ مقصد دوم، مناقب جميله فاروق اعظمؓ، مطبوعه قديمى كتب خانه آرام باغ كراچى۔ (حاشیہ۳/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سے علیحدہ ہوکر بھی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ فرمادیا کہ میرا مقصود عہدہ نہیں بلکہ خدمتِ اسلام ہے۔اب سپاہی ہوکر خدمت کروں گا الجواہر المضیئہ میں متعدد فقہاء وقضاۃ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو فلاں عہدہ دیا گیا پھر معزول کیا گیا پھر عہدہ دیا گیا[1]۔

جب کہ باہم طے کیا گیا کہ عزل ونصب مجلس انتظامیہ کے اختیار میں ہے تو جس طرح مجلس انتظامیہ نے امام صاحب، مہتمم صاحب، مدرس صاحب، ملازم صاحب کو عہدہ دیا ان کیلئے تنخواہ مقرر کی کام سپرد کیا اسی طرح مجلس انتظامیہ کو عہدہ واپس لینے اور معزول کردینے کا بھی حق ہے مگر اس میں نفسانیت نہ ہو للّٰہیت ہو ان کی خدمات اور وقار کا لحاظ رکھا جائے تذلیل وتحقیر ہرگز نہ کی جائے امام صاحب ومہتمم صاحب وغیرہ کو خود بھی علیحدہ ہوجانے کا اختیار ہے۔وہ بھی مجلس انتظامیہ کی تذلیل وتحقیر سے پورا پرہیز کریں۔اجارہ کا معاملہ طرفین کی رضامندی پر ہوتا ہے۔ابتداء بھی بقاء بھی[2] اگر ماہانہ پر معاملہ ہوا ہے تو جو اس معاملہ کو ختم کرنا چاہے وہ ایک ماہ قبل اطلاع کردے تاکہ طرف ثانی اپنا دوسرا انتظام کرلے۔معاملہ ملازمت ختم ہوجانے پر بھی تعلقات میں ناگواری اور کشیدگی نہ ہونے پائے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3]...... ازالة الخفاء ص ۲/۶۵، حکایات سیاست فاروق اعظم، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ازالة الخفاء مترجم ص ۲۳۴ ج۳ مقصد دوم، مناقب جمیله فاروق اعظمؓ، مطبوعه قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]...... محمد بن ابراهیم بن داؤد ابن حازم الاسدی ...... رجع الی دمشق ودرس بالشبلیة سنة، ثم تولی القضاء بدمشق ...... عوضا عن ابن الحریری سنة کاملة، ثم توجه الی دیار المصریة وهو معزول، الجواهر المضیة ص ۲/۲، مطبوعه قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی.

[2]...... یشترط فی صحة الاجارة قیاما وبقاء اربعة اشیاء (الاولی) العاقدین ...... یشترط فی صحة الاجارة رضی العقدین، شرح المجلة لرستم الباز ص ۲۵۳-۲۵۴/۱، رقم المادة (۴۴۷، ۴۴۸) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

اگرآپ پورا رسالہ ارسال کردیتے تو ممکن ہے معلومات میں اضافہ ہوتا اور جواب کے لئے مزید بصیرت حاصل ہوتی۔

ایقاظ:۔جو شخص امارت کی حرص یا طلب کرے وہ اس کا مستحق نہیں۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النی صلی اللّٰه عليه وسلم قال انكم ستحرصون علی الامارة وستكون ندامة يوم القيامة فنعم المرضعة وبئست الفاطمة. الیٰ اٰخره.

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰه عنه قال دخلت علی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم انا ورجلين من قومی فقال احد الرجلين اَمِّرنا يارسول اللّٰه وقال الاٰخر مثله فقال انا لا نولی هذا من سأله ولا من حرص عليه[1] الخ بخاری شريف[2] ص ۱۰۵۸

امارت کی حرص وطلب کو ناپسند فرمایا گیا اور اس کا انجام قیامت میں خراب بتایا گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا مگر انہوں نے انکار فرمادیا اس کی سزا میں دس کوڑے روزانہ لگتے تھے اور جیل میں ڈال کر زہر دے کر ان کو ختم کردیا گیا مگر وہ اپنے

---

[1]......حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا بے شک تم امارت پر حرص کروگے اور یہ قیامت میں (تمہارے لئے) باعث ندامت ہوگی۔پس کیا ہی اچھی ہے مرضعہ دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی۔(اگر یہاں چندروز عیش کی زندگی گزاری امیر بن کر مگر نتائج تو اس کے خراب ہیں) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے انہوں فرمایا کہ میں اور میری قوم کے دومرد حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں میں سے ایک نے کہا ہمیں امیر بنادیجئے یارسول اللہ ﷺ دوسرنے بھی اسی کے مثل کہا۔حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا ہم اس (امارت) کے والی اس کے طالب اور اس کے حریص کونہیں بناتے۔(بخاری شریف)

[2]...... **بخاری شريف ص ۱۰۵۸ ج ۲ كتاب الاحكام، باب ما يكره من الحرص علی الامارة، رقم الاحاديث (٦٨٦٥، ٦٨٦٦)، مطبوعه اشرفی ديوبند.**

استقلال پر قائم رہے عہدۂ قضا قبول نہیں کیا[۱] رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجتہ آمین۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ:۔مجلس منتظمہ (شوریٰ) کی جو کیفیت سوال میں بیان کی گئی ہے اس کے متعلق جواب تحریر کیا گیا ہے۔اگر کسی مجلس منتظمہ (شوریٰ) کی کیفیت اس سے مختلف ہوتو اس کا حکم بھی مختلف ہوسکتا ہے۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۰/جمادی الثانیہ ۵۷ھ

کثرت رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں

سوال:۔دینی مدارس میں اہم امور مثلاً ملازمین کا عزل ونصب،عہدوں کا تقرر،ترقی وتنزل،تعمیرات،آمدنی کے ذرائع،خرید جائداد وغلہ وغیرہ اور ہنگامی حوادث پرغور وخوض اور ان کی انجام دہی کے لئے مجلسِ شوریٰ کے نام سے چندافراد پر مشتمل ایک کمیٹی ہوتی ہے اس میں فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔

زید کا کہنا ہے کہ کثرت رائے پر فیصلہ کرنا غیر دینی اورمغربی طریقہ ہے۔یہ ہمارے

---

[۱]...... حدثنا عبيد الله بن عمرو الرقى قال كلم ابن هبيرة ابا حنيفة ان يلى له القضاء فابى عليه فضربه مائة سوط وعشرة اسواط فى كل يوم وهو على الامتناع الى قوله جاء كتاب المنصور الى عيسى بن موسى ان احمل ابا حنيفة، قال فغدوت اليه ووجهه كانه مسح، قال فحمله الى بغداد فعاش خمسة عشر يوما ثم سقاه فمات، تاريخ بغداد للخطيب ص ۳۲۶، تا ۱۳/۳۳۰، النعمان بن ثابت الامام ابو حنيفة صاحب المذهب، ذكر ارادة بن هبيرة ابا حنيفة على ولاية القضاء الخ، ذكر قدوم ابى حنيفة بغداد وموته بها، مطبوعه دارالفكر بيروت، تذكرة النعمان ترجمه اردو عقود الجمان ص ۳۲۶–۳۲۷، چوبیسواں باب،امام صاحب کی وفات،مطبوعہ حسینیہ تاؤلی مظفرنگر۔

دینی اداروں میں انگریزوں سے آیا ہے۔اس کو خارج کرنا لازم ہے۔جو شخص مجلس کا صدر ہو فیصلہ اس کی رائے پر ہونا چاہیئے، کثرت رائے کی قرآن کریم میں بہت جگہ مخالفت کی گئی ہے۔**اکثرھم لا یعلمون، اکثرھم لا یعقلون، اکثرھم فاسقون**[1] وغیرہ وغیرہ ہر دائرہ اور ہر طبقہ کا یہی حال ہے کہ فاسق و نافرمان اکثر ہوتے ہیں۔اس سلسلہ میں زید نے متعدد آیات پیش کی ہیں۔دریافت طلب امر یہ بات ہے کہ زید کا قول کہاں تک صحیح ہے؟ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور ان کے مسلک پر چلنے والے دیگر مدارس کے ذمہ دار حضرات کے یہاں کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے اور یہ انگریزوں کا طریقہ ان حضرات نے کیوں اختیار فرمایا۔شرعی دلائل سے جواب دیا جائے۔اکابر دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون کی کوئی سند مل جائے تو زیادہ باعثِ اطمینان ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی مدارس کی مجلس شوریٰ میں جو مسائل پیش ہوتے ہیں ان میں تفصیل ہے۔

(۱) ایسے مسائل جن میں نص موجود ہو وہاں عمل کے لئے نص متعین ہے[2]۔

(۲) ایسے مسائل جن میں نص موجود نہیں اور ان میں دو پہلو ہیں جلب منفعت، دفعِ مضرت۔وہاں دفعِ مضرت کی رعایت غالب رہتی ہے[3]۔

(۳) ایسے مسائل جن میں نص موجود نہیں اور دفعِ مضرت کا ضابطہ بھی رہنما و کارفرما

۱......(۱) انمیں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔انمیں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔انمیں اکثر ایمان سے خارج ہیں۔

۲...... **لا مساغ للاجتهاد فی مورد النص ...... ومعنی هذه المادة انه لا یسوغ الاجتهاد بقضیة شرعیة ورد علیها النص صراحة لان الاجتهاد انما یکون فیما لانص علیه الخ، شرح المجلة ص۲۵-۲۶/۱، رقم المادة (۱۴) المغالة الثانیة فی بیان القواعد الفقهیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند قواعد الفقه ص۱۰۸، رقم المادة (۲۶۰) الرسالة، القواعد الفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.** **(حاشیه ۳/ اگلے صفحه پر ملاحظه هو)**

نہیں۔ جیسے دو شخصوں میں کس کو مہتمم بنایا جائے یا کس کو صدر مدرس تجویز کیا جائے۔ یا مطبخ کے لئے سامان کس دو دوکان سے خریدا جائے یا طلبہ کتنی تعداد میں داخل کئے جائیں یا امتحان کن تاریخوں میں لیا جائے وغیرہ وغیرہ اور ارکانِ شوریٰ کی رائے میں اختلاف ہو لیکن سب ارکان اس بات پر متفق ہو جائیں کہ معاملہ صدر محترم کی صوابدید اور شرح صدر کے سپرد کر دیا جائے[1] تو یہ بھی درست ہے۔ اگر صدر صاحب کا شرح صدر نہ ہو تو کثرت رائے پر عمل کر لیا جائے۔ یہ بھی درست ہے[2]۔

(۴) جس رائے پر متفق ہو کر ارکان شوریٰ اجماع کر لیں اور صدر محترم کی رائے ان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳...... درء لمفاسد اولی من جلب المصالح، فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا الخ، الاشباه والنظائر ص ۴۵، الفن الاول، القاعدة الخامسة، مطبوعه دارالاشاعت دهلی، قواعد الفقة ص ۸۱، رقم المادة (۱۳۳) الرسالة الثالثة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرح المجلة ص ۲۳/ ۱، المقالة الثانية فی القواعد الفقهية، رقم المادة (۳۰) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

(حاشیہ صفحہ هذا) ۱...... ان اقل مالابد منه فی المشاورة التی یکون الغرض منها تمهید مصلحة وثلاثة، حتی یکون الاثنان کالمتنازعین فی النفی والاثبات والثالث کالمتوسط الحاکم بینهما، فحینئذ تکمل تلک المشورة ویتم ذلک الغرض، وهکذ فی کل جمع اجتمعوا للمشاورة فلا بد فیهم من واحد یکون حکما مقبول القول فلهذ السبب لا بد وان تکون ارباب المشاورة عددهم فردا، نذکر سبحانه الفردین الاولین، واکتفی بذکرهما تنبیها علی الباقی، تفسیر کبیر ص ۱۱۴/ ۸، سورة المجادلة، آیت: ۸، مطبوعه دارالفکر بیروت.

۲...... عن انس بن مالکؓ یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان امتی لاتجتمع علی ضلالة فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم، ابن ماجه شریف ص ۲/۳۸۳، ابواب الفتن، باب سواد الاعظم، مطبوعه اشرفی دیوبند، قال السندهی فی شرح هذا الحدیث ای بالجماعة الکثیرة، فان اتفاقهم اقرب الی الاجماع الخ، سنن المصطفی، حاشیه ابن ماجه ص ۲/۴۶۴، بحواله شوری کی شرعی حیثیت ص ۲۶۸، مطبوعه شیخ الهند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند.

سب کی متفقہ رائے کے خلاف ہوتو صدر محترم اپنی رائے پر اصرار نہ کریں[1]۔

زید کا یہ خیال کہ ''کثرت رائے پر فیصلہ کرنا کلیۃً مغربیت ہے، غیر دینی طریقہ ہے، انگریزوں کی تقلید وپیروی ہے کسی حال میں درست نہیں، اس کو دینی اداروں سے خارج کر دیا جائے''، صحیح نہیں۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے جب ولی عہد بنانے کا مسئلہ آیا اور چند حضرات کے نام پیش کئے گئے جن کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ ان کی کمزوریوں سے بھی واقف تھے (ہر شخص میں کچھ صلاحیت ہوتی ہے کچھ کمزوری بھی ہوتی ہیں) تو آپ نے کسی کو متعین نہیں فرمایا بلکہ مجلس شوریٰ بنادی کہ وہ انتخاب کرلے۔ اور اختلاف کی صورت میں کثرت رائے پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرمادی۔

عن عمرو بن میمون الاودی قال: قال عمر حین طعن لصهیب: صل بالناس ثلاثاً ولیدخل علی عثمان وعلی وطلحة والزبیر وسعد وعبدالرحمن بن عوف، ولیدخل ابن عمر فی جانب البیت، ولیس لهٗ من الامر شئ، فقم یا صهیب! علی رؤسهم بالسیف وان بایع خمسة ونکص واحد فاجلد رأسه بالسیف وان بایع اربعة ونکص رجلان فاجلدوه سهماً حتی یستو ثقوا علی رجل اه الاعتصام للشاطبیؒ[2] ص ۲۶۵ ج ۲.

[1]...... خلاف الواحد قادح فی الاجماع ...... وجب علیه الرجوع الی رأی الجمهور عن رأیه، احکام القرآن للتهانوی ص ۲/۷۱، سورۂ آل عمران، قوله تعالیٰ وشاورهم فی الامر الآیة، خلاف الواحد قادح فی الاجماع، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2]...... الاعتصام للشاطبی ص ۲/۵۲۰، باب فالسبب الذی لاجله افترقت المبتدعة عن جماعة المسلمین، مطبوعه دارالمعرفة بیروت. **ترجمه**:- عمرو ابن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب دشمن نے نیزہ ماردیا تو آپ نے حضرت شعیبؓ سے تین مرتبہ فرمایا کہ میرے پاس عثمانؓ، علیؓ، طلحہ، زبیرؓ، سعدؓ، عبدالرحمٰن آئیں اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی آئیں لیکن ان کو خلیفہ نہیں بنایا جائے گا۔ اے صہیبؓ تم ان کے پاس کھڑے ہوجاؤ۔ اگر پانچ بیعت کرلیں اور ایک انکار کردے تو اس کے سر کو تلوار سے اڑادے۔ اور اگر چار بیعت کرلیں اور دو انکار کردیں تو ان کو کوڑوں سے مارو۔ حتی کہ وہ سب ایک ہاتھ پر بیعت کرلیں۔

الطریقة الثالثة ان عمرؓ لما ضرب واحسن بالموت خاف ان یترک المسلمین بدون خلیفة لئلا یختلفوا، ولم یکن امام نظره من لواستخلفهٔ یکون مطمئن النفس من قبله فلم یشأ ان یتحمل امر المسلمین حیاً ومیتاً فاختار ستة من کبار الصحابة وممن یری انه لا یتطلع لا مر الخلافة غیرهم، ووضع لهم نظاماً ینتخبون به الخلیفة من بینهم، فامر ان یجتمعوا بعد وفاته فی حجرة عائشة ویختار والخلیفة فی مدة لا تزید علیٰ ثلاثة ایام، وجعل للاغلبیة الرئ القبول، فیجب علی الاقلیة الرضوخ لحکمها، والااعتبر خارجاً یستحق القتل،، تاریخ الامم الاسلامیه[1] ص ۲۴۴.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حسن تدبیر سے کثرت رائے کے ذریعہ حضرت عثمانؓ، منتخب ہوگئے پھر سب نے ہی بیعت کی اور اتفاق کرلیا اور یہ ایسا ہی ہوگیا جیسے خود حضرت عمرؓ نے منتخب ومتعین فرمادیا ہو۔

پھر خلیفۂ ثالث کی شہادت کے بعد ارباب حل وعقد کی کثرت رائے سے حضرت علیؓ

---

[1]...... تاریخ الامم الاسلامیة ص ۲۰ تا ۲/۲۴، باب مقتل عمر وعثمان رضی اللہ عنهما، وکیف انتخب، مطبوعه المکتبة التجاریة الکبریٰ، مطبوعه مصر،

ترجمہ:- تیسرا طریقہ۔ حضرت عمرؓ جب زخمی ہوگئے اور قریب المرگ ہوگئے تو آپ نے مسلمانوں کو بغیر خلیفہ بنائے چھوڑنا مناسب نہ سمجھا کبھی لوگ آپس میں بعد میں اختلاف کریں۔اور آپ کے سامنے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کو خلیفہ بنا کر اس پر اعتماد کیا جاسکے۔اسلئے آپ نے یہ نہیں چاہا کہ مرنے کے بعد بھی مسلمانوں کے معاملہ کو اپنے سر پر رکھیں۔چنانچہ آپ نے چھ بڑے صحابہ کی کمیٹی بنائی اور وہ ایسے صحابہ تھے جن کے بارے میں آپ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے علاوہ اور کوئی خلافت کا اہل نہیں ہے اور ان کے لئے ایک طریقہ کار متعین فرمایا کہ وہ سب حضرت عائشہؓ کے گھر جمع ہوں اور تین دن کے اندر اندر خلیفہ کا انتخاب کرلیں اور اکثریت کا غلبہ کا مدار قرار دیا۔ پس اقلیت پر اکثریت کے حکم کو ماننا ضروری ہے ورنہ تو حکم عدولی کرنے والا شمار ہوگا اور مستحق قتل قرار پائے گا۔

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Madaris Ka Ahtimam wa Intizam

خلیفہ ہوئے۔ ہر دو کی تفصیل تاریخ الخلفاء میں ہے[1]۔ یہ حضرات انگریزوں کی پیروی کرنے والے نہیں تھے۔

کثرت رائے کو کلیۃً نظر انداز کردینا غلط ہے۔ علامہ شامیؒ اصول افتاء تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **واختلف الذین قد تاخروا . یرجح الذی علیه الاکثر واذا لم یوجد فی الحادثة عن واحد منهم جواب ظاهر، وتکلم فیه المشائخ المتأخرون قولا واحدا یوخذ به، فان اختلفوا یوخذه بقول الاکثرین الخ.** (شرح عقود رسم المفتی[2] ص۳۳)

السادس ما اذا کان احد القولین المصححین قال به جل المشائخ العظام فی المسئلة فالعبرة بما قاله الاکثر انتهی وقد مناه نحوه عن الحاوی القدسی اھ

---

[1]...... بویع (أی عثمان) بالخلافة بعد دفن عمر بثلث لیال، فروی ان الناس کانوا یجتمعون فی تلک الایام الی عبد الرحمن بن عوفؓ یشاورونه ویناجونه، فلا یخلوا به رجل ذو رأی فیعد بعثمان احدا، ولما جلس عبد الرحمن للمبایعة حمد الله وأثنی علیه، وقال فی کلامه انی رأیت الناس یأبون إلا عثمانؓ (الی قوله) وفی روایة اما بعد یا علی فانی قد نظرت فی الناس فلم ارهم یعدلون بعثمان، فلا تجعلن علی نفسک سبیلا، ثم اخذ بید عثمان، فقال: نبایعک علی سنة الله وسنة رسوله وسنة الخلیفتین وبعده، فبایعه عبد الرحمن وبایعه لمهاجرون والانصار رضی الله تعالیٰ عنهم، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۹، عثمان بن عفانؓ، فصل فی خلافته، قال ابن سعد بویع علی رضی الله تعالیٰ عنه بالخلافة الغد من قتل عثمان بالمدینة فبایعه جمیع من کان بها من الصحابة، تاریخ الخلفاء ص۱۳۳، ذکر علی بن ابی طالبؓ، فصل فی مبایعته، مطبوعه نور محمد کتب خانه کراچی.

[2]...... شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۲، اذا لم یوجد فی المسألة روایة، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند.

ترجمه :-اور مسئلہ میں متاخرین کا اختلاف ہو تو اس قول کو اختیار کیا جائے گا جس کے اکثر فقہاء قائل ہیں۔ پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں متقدمین سے کوئی ظاہر حکم منقول نہ ہو۔ اور متأخرین نے متفقہ طور سے اس کا ایک حکم بیان کیا ہے تو اسی کو اختیار کیا جائے گا۔

ص ۴۰۱ [1] یعنی مشائخ فقہاء کی طرف سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اختلاف کے وقت کثرت رائے ہی معتبر ہوگی۔ اگر انتخاب امام میں اختلاف ہو اور دلائل متساوی ہوں تو قرعہ اندازی کر لی جائے یا اہل علم کی کثرت رائے سے ترجیح دی جائے۔ فان استووا یقرع بین المستویین اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبرا کثرھم اھ درمختار [2] ص ۳۷۵ ج ۱۔

قال فی شرح المشکوۃ، لعله محمول علی الاکثر من العلماء اذا وجد والا فلاعبرۃ لکثرۃ الجاھلین قال اللّٰہ تعالیٰ ولکن اکثرھم لا یعلمون اھ طحطاوی [3] ص ۲۰۳۔

کیا صاحب درمختار اور شامی اور شارح مشکوۃ اور طحطاوی انگریزوں کی تقلید میں کثرت رائے کو ترجیح دینے کی تلقین کررہے ہیں۔

۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس سے چھ ماہ بعد مظاہر علوم سہارنپور قائم ہوا۔ ان دونوں درسگاہوں کے قائم کرنے والے پھر ان کو چلانے والے، ان کی نگرانی کرنے والے، ان کی شوریٰ کے ارکان اور سرپرست اور صدر مدرس اپنے اپنے وقت کے اعلیٰ درجہ کے بے مثال فقیہ، محدث، مفسر، متکلم، مناظر، عارف، روشن ضمیر، مجاہد، اولیاء اللہ ہوئے جن

---

[1]...... شرح عقود رسم المفتی ص ۱۶۴، اسباب المرجحات، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

ترجمہ:- اور اگر متأخرین کا اس میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کو لیا جائے گا چھٹا اصل یہ ہے کہ دو صحیح قولوں میں سے جس کے قائل اکثر فقہاء ہیں اسی کا اعتبار ہوگا۔

[2]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۸ ج ۱ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد.

[3]...... طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴ باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة. مطبوعه مصر، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲/۹۲، باب الامامة، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

ترجمہ:- اگر سب برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے یا قوم کو اختیار دیا جائے۔ اگر لوگوں میں اختلاف ہوگا تو اس بات پر فیصلہ ہوگا جس کو اکثر لوگوں نے اختیار کیا مشکوٰۃ کی شرح میں ہے۔ یہ محمول ہے اکثر علماء پر جبکہ وہ پائے جائیں ورنہ جاہلوں کی کثرت کا اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیکن ان میں اکثر لوگ ناواقف ہیں۔

کے دینی کارنامے آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ میدان شاملی کے ذرات، مالٹا کے خاردار حوالات، کراچی کی تنگ وتاریک کوٹھریاں گواہ ہیں کہ یہ حضرات ہرگز ہرگز انگریز کی پیروی کرنے والے نہیں تھے۔

اصلاح انقلاب اُمّت، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور، حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر وغیرہ کو پڑھنے والا ہرگز یقین نہیں کرے گا کہ ان حضرات نے کثرت رائے پر فیصلہ کرنا انگریزوں سے لیا اور سیکھا۔ جو حضرات ذرا ذرا سی جزئیات میں خلاف سنت کا ادنیٰ شائبہ برداشت نہ کر سکتے ہوں وہ دینی اداروں کے فیصلہ کا مدار انگریزوں کی تقلید پر رکھ دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ چند اکابر کے نام یہ ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند دیوبندی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مراقدہم۔

اب تھانہ بھون، دیوبند، سہارنپور تینوں جگہ کے اکابر کی تحریرات بھی نقل کی جاتی ہیں۔

تحریر تھانہ بھون:

ایک مرتبہ حضرت مرشدی (حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ) نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جب اہل دیوبند مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہیؒ نے منع فرمایا تو اس پر بہت شور تھا اور فتنہ کا اندیشہ تھا تو میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو لکھا کہ حضرت

دفعِ شورش کے لئے کیا حرج ہے اگر ایک دو کو مجلس شوریٰ میں لے لیا جائے آخر تو تعداد ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے تو جواباً مولانا گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ: نااہل کا ممبر بنانا معصیت ہے جو سبب ہے ناراضیٔ خدا ورسول کا۔ اس لئے ہم نااہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ ہم کو رضائے الٰہی مقصود ہے مدرسہ مقصود نہیں۔ جامع ص ۱۴۰۔ جدید ملفوظات مجموعہ سہ رسائل[1] (۱) اشرف التنبیہ ملقب بہ محفوظات (۲) ملفوظات (۳) محظوظات۔ من ابتدائے صفر ۱۳۴۸ھ

ضبط کردہ: -مولانا محمد نبیل صاحب واصل ٹانڈوی۔

شائع کردہ: -مولانا ظہور الحسن صاحب از تھانہ بھون

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں لکھا ہے، اس میں صراحت کیساتھ تحریر فرمایا کہ فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، اگر یہ طریقہ غلط تھا تو جس طرح بحیثیت سرپرست حضرت تھانویؒ کی درخواست (مشورہ) کو رد فرمادیا اور اس کی وجہ بھی بیان کردی جو کہ قابل قبول ہے اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔ اسی طرح کثر رائے کی تردید فرمادیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کثرت رائے پر فیصلہ اُس وقت سے بلانکیر جاری ہے۔

تحریر دیوبند:

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے ایک اجلاس کا حال لکھتے ہیں۔

''ممبروں کی پوری جماعت نہیں آتی تھی مگر آراء آتی تھیں۔ حاضرین کی پارٹیاں اگرچہ

---

[1]...... مجموعہ سہ رسائل، اشرف التنبیہ، محفوظات، محظوظات، جمع کردہ: مولانا محمد نبیل صاحب واصل ٹانڈوی ص ۴۸، مطبوعہ پریس دھلی.

ایک ہی خیال نہ رکھتی تھی مگر آخر میں سب اس پر متفق ہوگئیں کہ ہم مولانا تھانوی کے ان ہی اختیارات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں جو ۴۵ھ میں مولانا نے تحریر فرمائے تھے اور جنہیں ۴۹ھ میں مولانا نے ترمیم بھی کی تھی الغرض وہ اختیارات مع ترمیم کے تسلیم کرتے ہیں۔ بشرطیکہ مولانا خود جلسہ میں شرکت فرمایا کریں۔ مگر ''شرط'' کے لفظ کو حامیین نے صراحةً کہنا پسند نہیں کیا۔ اس لئے یہ لکھا گیا تھا کہ ہم فلاں فلاں دفعہ کو مع ترمیم قبول کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مولانا خود شرکت جلسہ فرمایا کریں۔ مولانا نے خوشی سے اس کو قبول فرمالیا۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ سرپرست کو متفق علیہ تجویز میں کوئی اختیار مداخلت نہیں۔ مختلف فیہ میں اختیار مداخلت ہے جس جانب کو چاہیں ترجیح دیدیں خواہ اکثریت کو یا اقلیت کو۔ بشرطیکہ ان کو کسی جانب میں شرح صدر ہو جائے ورنہ اکثریت ہی کو ترجیح ہوگی اھ۔

مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۶۳ مکتوب[1] ص ۶۶

حضرت حکیم الامتؒ نے بخوشی قبول فرمایا کہ سرپرست کو متفق علیہ میں اختیار مداخلت نہیں۔ مختلف فیہ میں بشرط شرح صدر ہے، جس کو چاہیں ترجیح دیں اور بوقت عدم شرح صدر کثرت رائے کو ترجیح ہوگی۔ کیا یہ انگریز کی پیروی میں قبول فرمایا گیا۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

محترما! میں نے جو کچھ لکھا تھا کہ ''ہم تینوں کا اشتراکِ عمل مدرسہ کے بہبود اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔'' اس کا مطلب یہی تھا کہ اپنی انفرادی زندگی کے لئے تو ہر ایک ایسے سامان رکھتا ہے کہ جن کی بنا پر کسی کو کسی کی حاجت نہیں۔ مستقل طور پر گذر بسر کرتا اور کرسکتا ہے مگر دارالعلوم کی بہبود اور ترقی کے لئے ہر تینوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی حاجت ہے۔ آپس میں سر جوڑ کر ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ تمام امور مہمہ میں مشورہ کریں اور یکجہتی سے

[1]...... مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۵۱/۱، (مکتوب نمبر: ۶۵) مکتبہ دینیہ دیوبند.

کام کریں۔ صاف دل کے ساتھ دوسرے کے مشورہ کو قبول کریں۔ کبھی اپنی رائے پر ہٹ نہ کریں، جو مفید اور حق بات ہو قبول کریں خواہ اپنی رائے اس کے خلاف ہو۔ اپنی بات کی پچ نہ ہونی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کی ہدایت ہے۔ منفرد ہو کر یا آمروڈ کٹیٹر بن کر کام نہ چلائیں۔ میں نے اپنے آپ کو امور بالخصوص انتظامات میں اسی درجہ کا سمجھا ہے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ممبروں نے بھی ہم تینوں کو یہی درجہ دیا ہے۔ بحیثیت اہتمام اگرچہ قوت عاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور تھی مگر یہ قید کہ تینوں کی رائے کا اعتبار ہو۔ اور اختلاف کی صورت میں کثرت رائے کا اعتبار ہو، اسی لئے تھی۔ اھ

مکتوبات شیخ الاسلام ص۱۹۲ حصہ دوم مکتوب[1]:۶۲

تحریر سہارنپور:

ہر دو سوال پیش کر کے شرعی فتویٰ چاہتا ہوں۔

سوال:-(۱) ہمارے دونوں مدرسوں سہارنپور و دیوبند میں ایک مجلس شوریٰ ہے اور دوسرے ایک صاحب مہتمم یا ناظم کے نام سے ہیں جو کار مدارس کے ذمہ دار کہلائے جاتے ہیں آپ کے نزدیک ان میں سے امیر کون ہے؟ آیا مجلس شوریٰ یا مہتمم یا ناظم؟ اور ”اذا عزمت فتوکل علی الله“ کا حکم کس کو ہے؟

(۲) امور جو بھی ہوں اس کے اختیارات کیا ہیں اور فرائض شرعاً کیا ہیں؟ یہ سوال اس لئے ہے کہ میں اپنی نسبت دیکھ سکوں کہ میں وہ فرائض ادا کر سکتا ہوں یا نہیں والسلام۔ احقر شبیر علی عفی عنہ، ۹/ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

الجواب:-(۱) مدرسہ مظاہر علوم کے دستور العمل میں سرپرستان اور مہتمم و ناظم کے اختیارات و فرائض بیان کئے گئے ہیں، ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل اختیارات سرپرستان کو

[1]...... مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲/۲۳۵، (مکتوب نمبر: ۶۲) مطبوعه مکتبه دینیه دیوبند.

ہیں اور ناظم ومہتمم اس کے ماتحت ہے۔کام کی نگرانی کا ذمہ دار ہے۔اس دستور میں اختلاف آراء کی صورت میں فیصلہ کی تصریح نہیں ہے لیکن قدیم سے معمول یہ ہے کہ فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔اس لئے یہ دستور کثرت رائے پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔اس میں کسی کو امیر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ناظم یا مہتمم سر پرستان کی اکثریت کے تابع ہو کر عمل کرتا ہے۔اب یہ بحث علیحدہ ہے کہ شرعاً کثرت رائے پر عمل کرنے کا کیا درجہ ہے۔دیوبند کا دستور العمل میرے پاس نہیں ہے۔سنا یہ ہے کہ وہاں بھی کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم کے دستور میں سر پرستان کے یہ اختیارات مذکور ہیں:

دفعہ(۱):-سر پرستان مدرسہ کو تمام امور مدرسہ ترقی،تنزل،عزل،نصب ملازمان،تغیر و تبدل دفعات آئین وغیرہ کا کلی اختیار ہے اور ان کی تجویز جملہ امور مدرسہ میں قطعی ہوگی۔

دفعہ(۲):-مہتمم کو مہتم بالشان امور میں تمام سر پرستان سے استفسار اور رائے لینا ضروری ہوگا۔معائنہ جات ص ۳۶

اختیارات فرائض ناظم ومہتمم۔

دفعہ(۱):-مہتمم جملہ ملازمین مدرسہ کے ہر کام کی نگرانی اور درستئ حساب کا ذمہ دار ہے۔

دفعہ(۲):-امور انتظامیہ اور مصارف روزمرہ معمولی میں مہتمم مجاز ہے۔حسبِ صوابدید خود عمل کرے اور جزئی اور معمولی خرچ بھی کر سکتا ہے مگر کثیر اخراجات غیر معمولی اور خاص انتظامات بلا استصواب سر پرستان نہ ہوں گے۔

ان دفعات سے سر پرستان اور ناظم کے فرائض اختیارات ظاہر ہیں۔اور یہ بات واضح ہے کہ کلی اختیارات اس دستوری سر پرستان کے ہیں اور ہر کام کی نگرانی اور جزئی اختیارات ناظم کے ہیں،شرعاً بھی کسی ادارہ کے کارکنان پر وہی فرائض اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔جو

اس ادارہ کے دستور میں تسلیم کی گئی بشرطیکہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ربیع الثانی ۶۴ھ

(منقول از فتاویٰ مظاہریہ[1] جلد: ۲۳، ص ۲۷۰)

دنیا کا حال

اہل علم اقل ہیں اہل جہل اکثر، مومن اقل ہیں کافر اکثر، موحد اقل ہیں مشرک اکثر، مخلص اقل ہیں منافق اکثر، مطیع اقل ہیں فاسق اکثر، مصلح اقل ہیں مفسد اکثر کامل العقل اقل ہیں ناقص العقل اکثر۔ ایسی اکثریت قابلِ تقلید وترجیح نہیں۔ ﴿وان تطع اکثر من فی الارض یضروک عن سبیل[2] اللّٰہ﴾ غالباً زید کا ذہن کثرت رائے کے لفظ سے ایسی ہی اکثریت کی طرف متوجہ ہوگیا جس کا مشاہدہ آج کل کے الیکشنوں میں ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کا ممبر ایسی ہی اکثریت سے منتخب ہوتا ہے اور اکثریت کی رائے بھی کہیں روپیہ وغیرہ کے لالچ سے کہیں قسم قسم کے دباؤ سے حاصل کی جاتی ہے، کہیں ووٹ بھی جعلی ڈالے جاتے ہیں۔ مگر ایسی اکثریت کے سامنے دینی مدارس کے مسائل پیش نہیں کئے جاتے، ایسی کثرتِ رائے پر ارکانِ شوریٰ کی کثرت رائے کو قیاس کرنا بدیہہ البطلان اور روز روشن کو شبِ تاریک بنانا ہے۔ دینی مدارس میں جو ارکان شوریٰ ہیں جن کے چند اسمائے گرامی اوپر تحریر کئے گئے ہیں وہ اس اکثریت کے افراد نہیں جن کے ذمائم، قبائح، رذائل زید نے بیان کئے ہیں بلکہ اس کے مقابل وبرعکس مدائح، محاسن، فضائل کے حامل ہیں۔

جیسے پہاڑوں میں لاکھوں من کے پتھر ہیں اور ان میں خال خال کوئی ہیرا ہوتا ہے۔ ہیرا

---

[1]...... فتاوی مظهریه ص ۲۷۰/ ۲۳، مطبوعه مدینه پبلشنگ کمپنی کراچی.

[2]...... سوره انعام آیت: ۱۱۶، **ترجمه**:- اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔ بیان القرآن

روشن ہوتا ہے۔ اگر ایک جگہ دو ہیرے ہوں اور دوسری جگہ دس ہیرے ہوں تو یہ کثرت مذموم وقبیح نہیں بلکہ ممدوح وقابلِ تحسین ہے۔ ایک کارخانہ کی ایک سائز کی موم بتی میں جتنی روشنی ہوتی ہے دو میں اس سے زائد، تین میں اس سے زائد، چار میں اس سے زائد ہوگی۔ کوئی اہل عقل اس کثرت کو موجبِ ظلمت اور قبیح نہیں کہے گا۔ ایک پھول میں جتنی خوشبو ہے متعدد پھولوں میں خوشبو زائد ہی ہوگی۔ پھولوں کی کثرت سے سارا چمن بلکہ اس کا ماحول بھی مہک جائے گا۔

ایسا ہی حال ان اکابر اہل اللہ کا اور ان کی کثرت کا ہے کہ ان کی آراء کی کثرت سے قلوب واذہان منور ومعطر ہو جائیں گے۔

زید کا یہ کہنا کہ ہر دائرہ اور ہر طبقہ کی اکثریت کا یہی حال ہے کہ وہ فاسق ونافرمان ہوتے ہیں۔ زید کو لازم ہے کہ وہ اس پر نظر ثانی کرے اور غور سے سوچے کہ طبقۂ محدثین کی اکثریت ایک حدیث کو صحیح قرار دے تو کیا اس کثرت رائے پر وہ سارے ذمائم، قبائح، رذائل چسپاں کردے گا۔ **استغفر الله العظیم**

اسی طرح طبقۂ مجتہدین فقہاء اور دوسرے اہل علم واہل حق کے طبقات پر غور کرے۔ دینی مدارس میں جس قدر اساتذۂ کرام درس حدیث دیتے ہیں۔ خانقاہ میں زید کے کسی بزرگ مرشد کے تحت تزکیۂ باطن میں مشغول ہیں ان کی اکثریت کے متعلق وہ کیا الفاظ اختیار کرے گا۔

فاسق کے معنیٰ طاعت سے خارج ہونے والا۔ ابلیس کے متعلق ارشاد ہے **کان من الجن ففسق عن امر ربه**[1]۔ اہل کتاب نے انبیاء کو دیکھا ان کے معجزات کا مشاہدہ کیا ان پر

---

[1]...... سورہ کھف آیت: ۵۰،

ترجمہ:- وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا (بیان القرآن)

نازل شدہ کتابوں کو پڑھا۔ پھر بھی اکثر ایمان نہیں لائے، ان کے اکثر کو فاسق کہا گیا۔ لعنت وغیرہ کے الفاظ ان کیلئے استعمال کئے گئے۔ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم الیٰ قوله ولکن کثیراً منهم فاسقون[1]. یا اهل الکتاب هل تنقمون منا الی قوله وان اکثرکم فاسقون[2]. ولو اٰمن اهل الکتاب لکان خیراً لهم منهم المومنون واکثرهم فاسقون[3]. یہاں اکثرهم الفاسقون کو منهم المومنون کے مقابلہ میں لاگیا افمن کان موموناً کمن کان فاسقاً لا یستؤون[4]. جس طرح الذین یعلمون اورالذین لا یعلمون میں مساوات نہیں بلکہ صریح تقابل ہے۔ اوراعمیٰ وبصیر میں مساوات نہیں بلکہ صریح تقابل ہے اسی طرح مومن اور فاسق میں مساوات نہیں بلکہ صریح تقابل ہے۔ پھر دونوں کے انجام کوالگ الگ بتایا گیا ہے۔ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُو الصَّالحات فلهم جنات المأوی نزلاً بما کانوا یعملون. وامَّا الَّذِیْن فسقوا

[1]...... سورہ مائدہ آیت ۷۷ تا ۸۱.

ترجمہ:- بنی اسرائیل میں جوکافر تھے ان پر لعنت بھیجی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے (الی قولہ) لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں۔ (بیان القرآن)

[2]...... سورۂ مائدہ آیت ۵۹.

ترجمہ:- آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کون سی بات معیوب پاتے ہو بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس کتاب پر جو پہلے بھی بھیجی جا چکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ (بیان القرآن)

[3]...... سورۂ آل عمران آی: ۱۱۰.

ترجمہ:- اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے زیادہ اچھا ہوتا ان میں سے بعض تو مومن ہیں اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔ (بیان القرآن)

[4]...... سورۂ سجدہ آیت ۱۸.

ترجمہ:- تو جو شخص مومن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ (بیان القرآن)

فماواهم النار كلما ارادوا ان يخرجوا منها اعيدوا فيها الخ[١]۔

منافقین کے متعلق ارشاد ہے **ان المنافقين هم الفاسقون الخ**[٢]۔

امید ہے کہ غور کرنے سے سمجھ میں آجائے گا کہ قرآن کریم میں **اکثر هم فاسقون** کی ضمیر کا مرجع دینی مدارس کے ارکانِ شوریٰ نہیں، محدثین وفقہاء، مجتہدین نہیں۔ غرض کوئی بھی اصحابِ تقویٰ خشیت اس کا مرجع نہیں۔

جو آیات مشرکین، کافرین، منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھیں خوارج ان کو مومنین پر چسپاں کیا کرتے تھے کمافی الصحیح البخاری[٣]۔ یہ ان کا زیغ وضلال تھا اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال سے محفوظ رکھے۔ زید کو چاہئے کہ اس سے پورا پرہیز وگریز کرے۔ الحاصل دینی مدارس سے متعلق جزئیات غیر منصوص میں اختلاف آراء کے قت مصالح مدرسہ کے پیش نظر ارکان شوریٰ کی اکثر رائے کو ترجیح دے کر عمل کرنا انگریزوں کی پیروی نہیں، شرک نہیں، کفر نہیں بلکہ شرعاً درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ ۲۵/۳/۱۴۱۰ھ

١...... **سوره سجدة آيت: ١٩، ٢٠.**

ترجمہ: - جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اچھے کام کے سوان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ جنتیں ہیں جوانکے اعمال کے بدلہ میں بطوران کی مہمانی کے ہیں اور جولوگ بے حکم تھے سوان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں ڈھکیل دیئے جائیں گے۔ بیان القرآن۔

٢...... **سوره توبه آيت: ٦٧،**

ترجمہ: - بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی ترکش ہیں۔ (بیان القرآن)

٣...... **وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله، وقال: انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار، فجعلوها على المؤمنين، بخارى شريف ص ١٠٢٤/٢، كتاب استتابه المعاندين وقتالهم، باب قتال الخوارج والملحدين،**

مدارس کا نظام کیسا ہونا چاہئے؟

سوال:۔ مدرسہ اسلامیہ کا شرعی نظم وضبط کیسا ہو؟ اس کا دستور العمل کیسا ہونا چاہئے؟ نیز امام مسجد کو چھٹی مع تنخواہ وبلا تنخواہ کس قدر رہنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دارالعلوم کا نظام چھپا ہوا ہے اس کو منگا کر دیکھ لیں۔ اس کے علاوہ ارباب مدرسہ حدود شرع میں جو معاملہ طے کرلیں درست ہے۔ امام سے بھی معاہدہ ہو جائے حسب صوابدید و مصالح درست ہے۔ اس کا لحاظ کرلیا جائے کہ نہ امام کو تنگی ہو نہ نمازیوں کو نہ مسجد غیر آباد ہو[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ اور مسجد کیلئے کمیٹی بنانا اور اس کیلئے فیس مقرر کرنا وغیرہ

سوال:۔ یہاں عموماً ہر مسجد و مدرسہ چلانے کا یہ طریقہ ہے کہ بستی کے مسلمان جمع ہوکر ایک سوسائٹی بناتے ہیں اور اس جماعت کا نام بھی رکھا جاتا ہے، بعض بستی میں دو دو تین تین جماعتیں الگ الگ نام سے ہوتی ہیں، اور ہر جماعت کے ذمہ دار الگ الگ ہوتے ہیں، یہ جماعت صدر ناظم اعلی، نائب ناظم اور خزانچی اور اراکین پر مشتمل ہوتی ہے اور بقیہ حضرات جو فیس ادا کرتے ہیں وہ ممبر کہلائیں گے، ان ممبروں کو بدلنے کا حق ہوتا ہے، اور جو فیس ادا نہیں کرتے ان کو بدلنے کا حق حاصل نہیں (یہ حالت وہاں ہوتی ہے، جہاں متعدد جماعتیں ہوتی

[1] المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرم حلالا او احل حراما (ترمذی شریف ص ۲۵۱، ج ۱، ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس، طبع بلال دیوبند،

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Madaris Ka Ahtimam wa Intizam

ہیں)ممبران اراکین کمیٹی جن کا انتخاب کرتے ہیں ان کی ایک میعاد مقرر ہوتی ہے، اس میعاد کے اختتام پر دوسرے اراکین کا انتخاب ہوتا ہے، اور پہلی کمیٹی معزول ہوجائیگی، اور ممبران کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے انہیں ممبران کو پھر کمیٹی میں لاویں یا اوروں کا انتخاب کریں، بعض جگہوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ ایک شخص صدر یا ناظم دو دفع یا تین دفع بحیثیت صدر یا ناظم آسکتا ہے، اس کے بعد نہیں، یعنی اگر ہر سال انتخاب ہوتا ہوتو دو سال یا تین سال تک آسکتا ہے، اس کے بعد نہیں ،البتہ انقطاع تسلسل کے بعد پھر آسکتا ہے، یہ انتخاب اکثریت کی رائے پر ہوتا ہے کہ جس کی طرف اکثریت کی رائے ہوگی وہی نامزد کیا جائے گا۔

چونکہ مسجد مدرسہ کفن دفن اور دینی ضروریات کے لئے مال کی ضرورت ہے اس لئے جنرل مٹنگ میں تمام مسلمان یا حاضرین مسلمان (جس کے متعلق دستور میں طے ہوتا ہے کہ اتنے ممبران کی موجودگی میں مٹنگ کی کارروائی چلائی جائیگی) تبادلۂ خیالات کے بعد فی کس ایک رقم طے کرتے ہیں، جو ہر اس شخص کو ادا کرنا لازم ہے جو اس جماعت سے وابستہ ہے، نیز بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ فی کس کے اعتبار سے سالانہ فیس ہوتی ہے، اور بچہ جو مدرسہ میں تعلیم لیتا ہے اس کے ولی سے فی بچہ کے حساب سے الگ فیس لی جاتی ہے، اس فیس کی رقم بھی اسی مٹنگ میں طے ہوجاتی ہے، مذکورہ رقم سے امام ومدرسین کی تنخواہ، بجلی، گیس وغیرہ کے اخراجات ادا کئے جاتے ہیں۔

(۱) اب سوال طلب امور یہ ہیں کہ کیا اس طرح ہر سال یا دو تین سال کے بعد نیا انتخاب شرعاً درست ہے؟

(۲) مذکورہ طریق سے فیس طے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی فیس ادا کرنے سے انکار کرے تو کیا جبراً اس سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جبراً وصول نہ کیا تو ایک کے دیکھا دیکھی کہ فلاں نہیں دے رہا ہے، تو میں کیوں

دوں، دینے سے انکار کرینگے، اوراس طرح سے مسجد ومدرسہ کے کام میں حرج لاحق ہوگا۔

(۴) مرقومہ صورت میں اگرکوئی بات قابل اصلاح ہوتو اس کی طرف نشاندہی ضرور فرمائیں؟

(۵) جولوگ فیس دیتے ہیں ان کو بولنے کا حق دینا اور جونہیں دیتے ہیں ان کو نہ دینا یہ شرعاً کیسا ہے، یہ بات واضح رہے کہ مذکور فی السوال میں طریق انتخاب اور مالیت کے انتظام کا جوطریقہ لکھا ہے، نیز بقیہ امور یہ عموم پکڑ چکا ہے، تقریباً کوئی بستی اس نظام سے خالی نہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد ومدرسہ وغیرہ دینی امور کی مشترکہ انجام دہی کیلئے اس قسم کا انتظام کرنا اور کمیٹی بنانا شرعاً درست ہے، جن لوگوں نے رضامندی سے ان امور کو منظور کیا ان کو پابندی لازم ہے[1]

(۱) انتخاب کے لئے باہم رضامندی سے مدت متعین کرنا بھی درست ہے۔

(۲) یہ فیس جن امور کی انجام دہی کیلئے ہے رضامندی سے طے کرلینا درست ہے

(۳) جب فیس دینے کا وعدہ کر چکا ہے، تو ضرور دینا چاہئے اس کو ضرور وصول کرنا چاہئے،[2] اگر کوئی نادار اور غریب ہو اس وجہ سے فیس دینے سے قاصر ہو تو دوسرے حضرات اس کی امداد کریں۔

---

[1] وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ الحديث (ترمذی، ج ۱/ص ۲۵۱) باب ما ذكر عن النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم فی الصلح بين الناس، ابواب الاحكام، مكتبه اشرفيه ديوبند،

[2] قال النووی اجمعوا على ان من وعد انساناً ليس بمنهی عنه فينبغی ان يفی بوعده وهل ذٰلک واجب اومستحب فيه خلاف ذهب الشافعی وابوحنيفة والجمهورالى انه مستحب فلو تركه فاته الفضل وارتكب المكروه كراهة شديدة (مرقاة، ج۴/ص ۶۵۳) آخر باب المزاح مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

(۴) کمیٹی میں بولنے کا مدار فیس کو قرار دینا مناسب نہیں بلکہ جس شخص کے اندر دیانت ہو فہم ہو تجربہ ہو اس کی رائے کو اہمیت ہونی چاہیئے[1]

(۵) ضابطہ میں تو یہ بھی درست ہے مگر مناسب وہ ہے جو نمبر ۴ر میں مذکور ہوا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بے دین لوگوں کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنانا

سوال:۔ کسی ادارہ کی ورکنگ کمیٹی میں ایسے افراد کا رکھنا جو علماء پر تنقید کرتے ہوں کیسا ہے؟ ایسے افراد جن کی وضع قطع خلاف شرع ہو، صلوٰۃ وصوم کے پابند نہ ہوں، ان کو مجلسِ شوریٰ میں رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی ادارہ کا ذمہ دار ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو خود بھی دیندار ہوں اور دین کا جذبہ رکھتے ہوں باسلیقہ ہوں[2] ورنہ نظام صحیح نہیں رہے گا۔ اور اہل علم کی جو تحقیر ہوگی اس کا سبب بڑی حد تک وہی لوگ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وصفة المستشار فی امور الدنیا ان یکون عاقلاً مجرباً وادّافی المستشیر الجامع لاحکام القرآن المعروف بالقرطبی ،ج۲/ص ۲۳۶/ الجزء الرابع، (سورۂ آل عمران تفسیر الآیات ۱۵۷ – ۱۵۹ ، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[2] ال یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه (هندیه کوئٹه ص۴۰۸/۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، شامی کراچی ص ۳۸۰/۴، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، بحر کوئٹه ص ۲۲۶/۵، کتاب الوقف،

مدرسہ میں پیسہ بلا احتیاط خرچ ہوتا ہوتو ایک کمیٹی بنالی جائے

سوال:۔ مدرسہ میں کسی قسم کا کوئی قانون نہیں ہے اور نہ کوئی دستور بنا ہوا ہے۔ ناظم جس وقت جو کچھ زبان سے نکال دے وہی دستور ہے۔ جب چاہتا ہے بلا اطلاع تنخواہ کاٹ لیتا ہے۔ بلا عذر مدرسوں کو ملازمت سے الگ کر دیتا ہے۔ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ارباب خیر واہل صلاح کی ایک کمیٹی بنالی جائے اور کسی باوجاہت اہل علم، اہل تقویٰ، تجربہ کار کو سرپرست تجویز کرلیا جائے تاکہ حساب وکتاب درست ہو۔ ہر مد کا پیسہ اسی مد میں خرچ ہو، اور کسی بڑے مدرسہ کا دستور سامنے رکھ کر (مثلاً دارالعلوم دیوبند کا) اس مدرسہ کے مناسب دستور بنالیا جائے تاکہ بے راہ روی نہ ہونے پائے اور لوگوں کو یہ اعتراض وبدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔ مسجد کا روپیہ مدرسہ میں اور مدرسہ کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں[1]۔ ایسا کرنے سے ضمان لازم ہوگا۔ زکوٰۃ کا پیسہ بے محل صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور ضمان لازم ہوگا[2]۔ مدرسہ ومسجد کا پیسہ امانت ہے اس کو تاجروں کو دینا کہ وہ اپنے کام میں خرچ

---

[1]...... وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لايجوز له ذلك اى لصرف المذكور، درمختار على الشامى كراچى ص ۴/۳۶۰، كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۱۶، كتاب الوقف، بزازيه عى هامش الهندية ص ۶/۲۶۱، نوع فى وقف المنقول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند،

[2]...... رجل دفع الى رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فأنفقها الوكيل ثم تصدق عن الأمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا للعشرة (عالم گیری، کوئٹه ص ۶۴۴ ج۳ كتاب الوكالة الباب العاشرفى المتفرقات)

کرلیں پھر وقت پر دیدیں۔ درست نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

ادارہ کو مخالف گروپ کی تباہی سے بچانے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟

سوال:۔ایک شخص ایک ادارہ کا سربراہ ہے عالم بھی ہے، کچھ روز سے اس میں انانیت آگئی ہے، نوجوان لڑکیوں کو بے پردہ تعلیم دلاتا ہے۔ چونکہ کمیٹی میں اس کی اکثریت ہے، اس لئے اس کو الگ کرنا بھی دشوار ہے۔ اس ادارہ کے استاذ بھی تنگ آکر چلے گئے ہیں اور نئے استاذ آگئے۔ دو پارٹیاں ہیں، دونوں میں شدید اختلاف ہے۔ اس شخص نے مخالف پارٹی کو پریشان کرنے کے لئے پولیس میں رپورٹ اور مقدمہ بازی شروع کردی ہے۔ اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرکے لوگوں کو دباتا ہے۔ بعض کی آبرریزی کرتا ہے۔ پولیس اور غنڈوں کو روپیہ کھلاتا ہے اور خود بھی ایک ہزار روپیہ ماہانہ ہڑپ کررہا ہے۔ لوگوں کو اس کے ظلم سے بچانے کے لئے کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اس پر بھی مقدمہ چلایا جائے، خواہ جھوٹا ہی ہو اور خواہ جھوٹی گواہی دینی پڑے۔ عوام کو ضرر سے بچانے کے لئے اور اس کی فلاح کے لئے ہمارا یہ فعل از روئے شرع جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو چیز حرام اور معصیت ہے وہ سربراہ کے حق میں بھی حرام ومعصیت ہے۔ کارکنوں،

[1]...... لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه (بحر کوئٹه ص ۲۳۹ ج۵ کتاب الوقف، شامی کراچی ص۴/۴۵۸، کتاب الوقف، مطلب لیس للمشرف التصرف، عالمگیری کوئٹه ص۴/۳۳۸، کتاب الودیعة والامانة، الباب الاول)

ممبروں، عوام کے حق میں بھی حرام ہے[1]۔ ادارے کو تباہی سے بچانا سب کی ذمہ داری ہے۔ مگر اس کے لئے غلط طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ تنازع اور تقابل کے وقت ہر فریق اپنے کو حق پر سمجھتا ہے۔ مخلص و ہمدرد اسلام اور ادارے کا خیر خواہ قرار دیتا ہے۔ دوسرے فریق کو ناحق، غیر مخلص، اسلام سے بے تعلق، خودغرض قرار دیتا ہے۔ اس لئے دونوں فریق مل کر کسی کو ثالث تجویز کرلیں اور اس کے فیصلہ پر آمادہ ہو جائیں۔ پھر وہ سب کے بیان لے کر حالات کی تحقیق کر کے جو کچھ فیصلہ کردے اس کو قبول کرلیں، خواہ سربراہ کے موافق ہو یا مخالف۔ اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ نزاع ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

وقت ضرورت خرچ نہ کرنا بھی خیانت ہے

سوال:۔ مدرسہ اسلامیہ کی رقم مبلغ ۴۰۰ روپے ہیں۔ اور یہ روپے مدرسہ کے صدر پر ہیں۔ وہ مدرسہ کا روپیہ نہ تو مدرسہ میں لگاتے ہیں اور نہ طلب کرنے پر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے گروپ کے ہیں۔ اس کو صدر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو صدر رکھا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مدرسہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے، اسکے باوجود یہ رقم وہ مدرسہ میں نہیں دیتا، نہ خود ضرورت پوری کرتا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسکا روپیہ اپنے کام میں صرف کرلیا، تو

---

[1] عبدالرحمن بن ابی بکرة عن ابیه قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال الا انبئکم باکبر الکبائر ثلاثا الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وشهادة الزور او قول الزور وکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم متکئا فجلس فمازال یکررها حتی قلنا لیته سکت (مسلم شریف ص ۶۴/ ۱، باب الکبائر واکبرها، طبع بکته بلال دیوبند،

مدرسہ کے ممبر و بااثر لوگ مطالبہ کریں۔ اگر خدانخواستہ خیانت ثابت ہو جائے تو اسکو صدارت سے الگ کردیں[۱] اور رقم وصول کر کے کسی دیانتدار کو ذمہ دار بنائیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

غبن کے اتہام پر حساب دینا

سوال:۔ ایک مذہبی ادارہ کے صدر و سیکریٹری پر عام معاونین ادارہ و دیگر مسلمانوں کو غبن کا شبہ ہوا۔ لوگوں نے آمد و خرچ کی رپورٹ طلب کی۔ صدر حساب دینے سے کتراار ہے ہیں اور کہتے ہیں ادارہ کی تشکیل میں میری ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے مجھ سے کوئی حساب نہیں لے سکتا جس سے لوگوں کو غبن کا یقین ہوگیا۔ کیا ایسے ادارہ سے تعلقات ختم کر لینا موجبِ گناہ ہے؟ اور صدر مذکور کا جواب اطمینان بخش و صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صدر، سکریٹری کا دعویٰ مذکور صحیح نہیں ہے، وہ محض وکیل ہیں مالک نہیں[۳]۔ انہیں حساب

---

[۱]...... اذا كان ناظرا على أوقاف متعددة وظهرت خيانته في بعضها أفتى المفتي أبوالسعود بأنه يعزل من الكل (شامي كراچي ص ۳۸۰ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فيما يعزل به الناظر)

[۲]...... ولا يولى الا أمين قادر بنفسه أو بنائبه (شامي كراچي ص ۳۸۰ ج۴ كتاب الوقف، مطلب في شروط المتولي، عالمگيري كوئٹه ص۴۰۸، ج۲، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، البحر كوئٹه ص۵/۲۲۶، كتاب الوقف)

[۳]...... الوقف اذا تم ولزم لا يملك (الدر مع الشامي كراچي ص ۴/۳۵۱، كتاب الوقف، قبيل مطلب في شرط واقف الكتب ان لاتعارف الخ، بحر كوئٹه ص۵/۲۰۵، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت،

دینے سے گریز نہیں کرنا چاہئے خاص کر جبکہ ان پر غبن کا شبہ کیا جارہا ہے[۱]۔ ان کو لازم کہ ہے ذمہ داران وممبران وغیرہ کو حساب دکھلا کر مطمئن کردیں اور بدگمانیوں اور تہمتوں کو دور کرکے اپنی پوزیشن صاف کرلیں[۲]۔ اگر کوئی رقم بے احتیاطی یا غلط فہمی سے بے موقع خرچ ہوگئی ہے تو اس کا انتظام کریں[۳]۔ اگر بدگمانی عام ہوگئی ہے تو حساب لکھ کر شائع کردیں کہ مسلمانوں کی زبانیں طعن وتشنیع سے محفوظ رہیں۔ اور اس مقصد کے لئے حسن تدابیر وفہمائش سے کام لے کر ان پر اخلاقی زور بھی ڈالا جائے اور ادارہ سے تعلقات ختم نہ کئے جائیں۔

تنبیہ: بلا دلیل شرعی کسی کو متہم کرنا بھی معصیت ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۸ھ

---

[۱]...... ینبغی للقاضی ان یحاسب امناء ہ فیما ایدیھم وکذا القوام علی الاوقاف (الی قولہ) وان اتھمہ القاضی یحلفہ وان کان امینا ...... ولایجبرہ علی التفسیر شیئا فشیأ وان کان متھما یجبرہ القاضی علی التفسیر ولایحسبہ ولکن یحضرہ یومین او ثلاثۃ او یخوفہ ویھدرہ ان لم یفسرہ الخ، (بحر کوئٹہ ص ۲۴۳/۵، کتاب الوقف، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۴۸/۴، کتاب الوقف، مطلب فی محاسبۃ المتولی وتحلیفہ،

[۲]...... اتقوا مواضع التھم، الحدیث (کشف الخفاء ص ۴۴/۱ حدیث نمبر: ۸۸، طبع بیروت،

ترجمہ: تہمتوں کی جگہوں سے بچو۔

[۳]...... ومنھا (أی اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بأن خالفہ فی الودیعۃ (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعۃ)

[۴]...... ان کان فیہ ماتقول فقد غبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ (قال الذی) قلت فیہ البھتان وھو الباطل والغیبۃ (الی قولہ) وھما حرامان (مسلم مع نووی، بیروت ص۱۱۷ ج۸ جزء: ۱۶ حدیث: ۲۵۸۹ کتاب البر والصلۃ والأداب، باب تحریم الغیبۃ، الزواجر ص ۵۷۶/۳، الکبیرۃ الرابعۃ والخمسون بعد المأتین: البھت، طبع نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

منتظمین کا تعلیم کے بجائے عمارت، بیل وغیرہ پر دھیان دینا

سوال:۔ایک ادارہ میں مالی وسعت کافی ہے وہ ادارہ علمی اعتبار سے مرکزیت حاصل کرسکتا ہے مگر افسوس کہ منتظمین کی کج اندیشی، خودغرضی اور مفاد پرستی پر کہ وہ ادارہ کو ترقی دنیا نہیں چاہتے اور جتنی تعلیم اس وقت ہے اس کی جائیداد موجودہ تعلیم وطلباء ومدرسین پر خرچ کرنے کے لئے کافی ہے۔ نیز اس جائیداد کا غلط مصرف ہے زمین کا خریدنا، مقصد اصلی تعلیم سے ہٹ کر بیلوں اور کاشت وعالیشان عمارت پر خرچ کرنا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عند الشرع یہ سب باتیں درست ہیں یا نہیں؟ نیز اس کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جب ادارہ کے پاس مالی وسعت اتنی ہے کہ بغیر چندہ اور بغیر زکوٰۃ لئے ہوئے اس کے مصارف پورے ہوسکتے ہیں تو اس کو چندہ نہ مانگنا چاہئے، نہ زکوٰۃ معطی حضرات بھی ایسے ادارہ کو نہ دیں بلکہ جو مدرسہ غریب اور مستحق ہو اور دینی تعلیم وتربیت اخلاق میں زیادہ کوشاں ہو وہاں دے[1]۔ علم دین کے ادارہ کا اصلی مقصد دینی تعلیم وتربیت ہے۔ کھیت، زمین، بیل وغیرہ کی فراہمی اس مقصد کے استحکام وترقی کے لئے ہے، مقصد اصلی سے صرف نظر کرکے محض مالی وسعت وترقی ہی میں منہمک رہنا تو تجارتی مقصد ہے جس سے ''آلہ'' اصل مقصد

---

[1]...... مستفاد: وکره نقلها الی بلد آخر الا الی قریبه او احوج من اهل بلده لدفع شدة الحاجة هذا اذا لم يكن فقراء غير البلدة اورع او انفع بتعليم الشرائع وتعلمها والا فلايكره ولايسأل من له قوت يومه (مجمع الانهر ص۳۳۳/۱، كتاب الزكوة، باب فى بيان احكام المصرف، طبع بيروت، سكب الانهر مع المجمع ص۳۳۳/۱، كتاب الزكوة، بحر كوئٹه ص۲۵۰/۲، كتاب الزكوة، قبيل باب صدقة الفطر،

کی جگہ لے لیتا ہے اور ''مقصد'' تابع بن جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۹۱ھ

مہتمم مدرسہ اور ملازمین کو بلا وجہ معزول کرنا

سوال:۔ ایک پرانے مدرسہ میں نئی کمیٹی کے برسر اقتدار آتے ہی پہلی میٹنگ میں مدرسہ میں تقریباً تیس برس پرانے انتہائی صادق امانت دار دیانت دار مہتمم کو کسی خامی و غلطی بتائے وثابت کئے بغیر معزول کردیا گیا نئی کمیٹی کی ماتحتی میں پرانے مدرسین حسب سابق کام کرتے رہے۔ معمول کے مطابق ششماہی سالانہ امتحانات ہوئے امتحانات کے بعد حسب معمول مدرسہ میں تعطیل ہوگئی کہ اچانک ۴/۵/ رمضان المبارک کو مدرسہ کے لئے نئے مہتمم کی طرف سے پرانے تمام مدرسین کو جن کی تعداد نو ہے مدرسہ سے معطل کا نوٹس مل جاتا ہے معطل کا نوٹس ملتے وقت رمضان سمیت مدرسین کی چار چار ماہ کی تنخواہ مدرسہ کے ذمہ باقی تھیں رمضان میں تین ماہ کی تنخواہیں مدرسین کو مل گئیں مگر رمضان کی تنخواہ دینے سے صاف انکار کردیا گیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح بلاقصور تیس سالہ ناظم کو معزول کردینا ازروئے شرع کیسا ہے مذکورہ بالا حالات میں مدرسین رمضان کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں اور نئے ناظم کا مدرسین کی تنخواہیں رمضان کی روک لینا ازروئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ ناظم اور مدرسین صحیح طریقہ پر حسب ضوابط مدرسہ پابندی سے کام کررہے ہوں تو بلا وجہ ان کو معزول یا معطل کرنے کا حق نہیں نہ تنخواہ روکنے کا حق ہے۔ **ھکذا یفھم مما فی**

ردالمحتار[۲] ص۳۸۶ تحت مطلب لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة پوری بات جب معلوم ہو کہ فریق ثانی کا بیان بھی سامنے آئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۹۵ھ

[۲]...... واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وطیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اهلية (شامی کراچی ص ۴/۳۸۲، کتاب الوقف، مطلب لا يصح عزل صاحب وظیفة بلاحجة او عدم اولية، بحر کوئٹہ ص۲۲۷/۵، کتاب الوقف، فتح القدير ص ۶/۲۴۲، کتاب الوقف، الفصل الاول، مطبوعه دار الفکر بیروت،

ناظم مدرسہ کا ماتحت مدرسین سے باز پرس کرنا

سوال:۔ مدرسہ کے ناظم صاحب کا اپنے ماتحت مدرسین کے لئے حکم یہ ہے وہ سیاست میں حصہ نہ لیں۔تو اگر کوئی مدرس یا صدر مدرس اس کے خلاف کرے اور سیاست میں حصہ لے تو ناظم صاحب کو باز پرس کا حق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ایسی صورت میں ناظم صاحب کو باز پرس کرنے کا حق حاصل ہے کہ اس نے خلاف عہد کیوں کیا[۱]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[۱]...... اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا (سورۂ اسراء آیت:۳۴) لاايمان لمن لا امانة له ولادين لمن لا عهد له (مشکوة شريف ص۱۵، کتاب الايمان، مطبوعه دارالکتاب ديوبند) المسلمون على شروطهم (ترمذی شریف، ص ۲۵۲ ج ۱ ابواب الاحکام باب ما ذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بين الناس، مطبوعه بلال ديوبند) مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

دینی مکاتب کی مخالفت کرنا

سوال:- اس زمانہ میں یہ چھوٹے چھوٹے مکاتب ہیں ایک ایسا سرمایہ دین کا نظر آتے ہے کہ جن میں بچوں کو مذہبی باتوں سے روشناس کرایا جاتا ہے مگر بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ خود مسلمان اس کو چلنے نہیں دیتے اور آپسی اختلاف کے باعث ان کا قلع قمع کر دیتے ہیں یہاں شاہجہاں پور میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد قائم کی گئی کچھ لوگوں کی مساعی سے یہ کام چلتا رہا مگر چند لوگ ایسے ہیں جن کی فتنہ پردازی سے اس کی بنیاد بھی تزلزل میں ہوگئی اور اس سلسلہ کے ختم پر ہی آمادہ ہوگئے دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسے لوگوں کے سلسلہ میں شریعت کیا کہتی ہے حضور پاک ﷺ سے اگر کوئی وعید حدیث میں منقول ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپس کا جو اختلاف ونزاع نفسانیت (جاہ پسندی وغیرہ) کی بناء پر ہو وہ سخت مذموم وقبیح ہے احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے اور اس قسم کی نزاعات سے دینی مکتب ومدرسہ بھی تباہ ہوتا ہو تو اس کا وبال بہت سخت ہے" **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً. الاٰية**.[1] (پ۴، سورہ آل عمران، آیت: ۱۰۳)

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّم اِيَّاكُمْ وَالظَّنَ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثُ، مسند احمد

---

[1]...... **ترجمہ**:- اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے (بیان القرآن)

ص[۱]۲۴۵ ج۲. وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَا جَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْ عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَاناً، وفی روایة وَلَا تَنَافَسُوْا. (متفق علیه مشکوٰة شریف[۲] ص۴۲۷). فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۰ھ

ایک مدرسہ کے مقابلہ میں دوسرا مدرسہ

سوال:- مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں دو مدرس رکھے تھے جو کہ اسی مدرسہ کے شاگرد بھی ہیں۔ بہت عرصہ تک وہ مدرس رہے۔ لیکن صحیح کام نہ کیا۔ جس وقت میں نے کام شروع کیا دو اڑھائی سو طلباء کو اکیلا تعلیم دیتا رہا۔ ہر سال دو چار حافظ ہو کر تراویح میں قرآن پاک سناتے رہے اس کے بعد ان لوگوں کو رکھا گیا تو تعداد طلباء سو (۱۰۰) رہ گئی۔ امتحان علماء کو بلا کر دیا تو نتیجہ ان طلباء کا ناقص رہا مجبوراً میں نے ان میں سے دو مدرسوں کو علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد ان مدرسوں نے مخالفت شروع کی اور چند بچے لے کر مسجد میں بیٹھ گئے۔ مدرسہ قدیم کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو آپ لکھیں یہ مدرسہ ضرار ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن پاک میں مسجد ضرار کا تذکرہ ہے جس کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اسی موقعہ پر تفسیر مظہری

---

[۱]...... مسند احمد ص۲۴۵ ج۲ مطبوعه بیروت، مسند عبداللّٰه بن عمر،

ترجمہ:- بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

[۲]...... مشکوة شریف ص۴۲۷ کتاب الأداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات. **ترجمہ**:- اور نہ معلوم کرو خبر اور نہ جاسوسی کرو اور نہ اظہار کرو سودا خریدنے کا جبکہ لینے کا ارادہ نہ ہو اور آپس میں حسد نہ کرو، نہ آپس میں بغض رکھو، نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی اور ایک روایت میں ہے کہ حرص نہ کرو۔

مدارک واکلیل وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو مسجد باقاعدہ مسجد بنادی جائے یعنی اس کو وقف کر کے نماز اذان جماعت اس میں شروع کردی جائے تو وہ شرعاً مسجد ہوجائے گی۔ بنانے والے کی نیت اگر خراب ہو اور دوسری مسجد کو نقصان پہونچانے کی نیت سے مخالفت کی بنا پر بنائی ہو تب بھی اس کو مسجد ضرار قرار دے کر مسمار نہیں کیا جائے گا بنانے والا اپنی نیت کا پھل آپ ہی کھائے گا اچھا ہو یا برا مگر نماز اس مسجد میں بھی درست ہوگی[۱]۔ اس لئے اگر ایک مدرسہ کی مخالفت میں کوئی مدرسہ قائم کرے گا اور دینی تعلیم دے گا تو اس کو مدرسہ ضرار قرار دے کر ختم کرنے کا حکم نہیں۔ بلا وجہ مخالفت کرنے والا اپنی خراب نیت کا نتیجہ خود بھگتیگا۔ دیکھنے والے خود دیکھ کر سمجھ کر جہاں واقعی دینی تعلیم صحیح طریق پر ہوتی ہے اس کی اعانت کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

عربی مدرسہ کی مخالفت کرنا اور خیانت کرنا

سوال:- جناب مفتی صاحب ہماری پونڈا کے مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جو کہ مسجد کا انتظام کرتی ہے اور قوم کی مذہبی ضروریات کی نگرانی کرتی ہے۔ یہ ادارہ پچھلے تیس سال سے

---

[۱]...... **لم اجد هذه العبارة فى كتاب من كتب التفاسير المذكورة،** البتہ اس موقع پر حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں ارقام فرماتے ہیں: **مسئلہ**:- اس قصہ سے جو بعض علماء نے مستنبط کیا ہے کہ جو مسجد تفاخر وریاء کے لئے بنائی جاوے وہ مسجد نہیں مجھ کو اس میں کلام ہے کیوں کہ مقیس علیہ میں تو درحقیقت مسجد بنانے ہی کی نیت نہ تھی کیونکہ ان کے اعتقاد میں مسجد بنانا موجب تقرب نہ تھا بخلاف مقیس علیہ کے کہ وہ مسجد بتانے کو موجب تقرب سمجھتا ہے گو اس میں نیت فاسد ہو تو فساد نیت کو فساد عقیدہ پر قیاس کرنا مع الفارق ہے اور مجتہد مذہب سے یہ جزئی کہیں منقول نہیں دیکھی گئی اس لئے احکام ظاہری میں وہ مسجد ہے گو عنداللہ مقبول نہ ہو مسجدیت اور مقبولیت میں تلازم نہیں نہ ایک جانب سے نہ دونوں جانب سے۔ **(بیان القرآن ص ۱۴۳/۱، پارہ: ۱۱، سورۂ توبہ آیت: ۱۰۷، مطبوعه مکتبه الحق بمبئی)**

قاضی محمد مصطفیٰ کی نگرانی میں کام کررہا تھا۔ مولانا ہونے کی وجہ سے ان پر پورا اعتماد تھا اور ان کا عہدہ بغیر جھگڑے کے رہا۔ انہوں نے جماعت کی کبھی میٹنگ طلب نہیں کی اور نہ ہی کبھی حساب داخل کیا۔ بعض اوقات اہم انتظامی معاملات میں کچھ حضرات سے مشورہ کیا ہے انہوں نے کبھی قوم کو کوئی مذہبی منفعت پہونچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کا رجحان گورنمنٹ کی ملازمت کی طرف ہوگیا۔ اور مسلم قوم کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے شعبۂ تعلیم میں ایک جگہ مل گئی۔ یہ بہت اچھی تنخواہ کی جگہ ہے۔ وہ قوم کی خدمت کی طرف کی توجہ کم دیتے ہیں۔ اس سے تنگ آکر جماعت کے نوجوان اور باعزت ممبران نے ایک عربی مدرسہ شروع کیا۔ کیونکہ ہمارے بچوں کے لئے ایسی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ مذکورہ مولانا نے اس مدرسہ کی مخالفت کی کیونکہ ان کے خیال میں اگر دوسروں نے عربی پڑھ لی تو ان کی اہمیت کم ہوجائے گی دعوت نامہ کے باوجود انہوں نے افتتاحیہ میٹنگ میں شرکت نہیں کی اور نہ کوئی پیغام بھیجا بلکہ اس مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا۔ اب یہ مدرسہ گذشتہ ۴/ماہ سے چل رہا ہے اور اس وقت ۱۲۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ اس نیک کام کو برداشت نہ کرتے ہوئے مولانا صاحب نے ایک عربی مدرسہ کے لئے چندہ شروع کردیا۔ جب جماعت کے نوٹس میں یہ بات آئی تو ان سے معلوم کیا گیا کہ آپ کس حق سے یہ چندہ جمع کررہے ہیں؟ کیا جماعت نے آپ کو مقابلہ پر مدرسہ قائم کرنے کے لئے کوئی اختیار دیا ہے؟ جواب دینے کے بجائے انہوں نے ڈرانا دھمکانا شروع کردیا۔ باوثوق ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہزارہا روپیہ مسلم قوم سے بغیر جماعت کے اختیار دیئے ہوئے جمع کیا ہے۔ پہلے انہوں نے چندہ جمع کرنے سے انکار کیا، لیکن جب ان کے سامنے رسیدات پیش کیں تو انہوں نے کہا کہ چند سال قبل جماعت نے چندہ جمع کرنے کے لئے اختیار دیا تھا۔ اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے انہوں نے ایک میٹنگ بلائی اور اپنے ہم خیال ۶/ممبران کے دستخط کرائے جبکہ کمیٹی کے ممبر ۲۰۰ ہیں۔ جب ان سے درخواست کی گئی کہ وہ جماعت کی میٹنگ میں تشریف لائیں اور بیان

دیں۔ لیکن وہ تشریف نہیں لائے۔ اب جماعت نے بالاتفاق ان کو صدارت سے علیحدہ کردیا۔ اس کے ردِّعمل میں انہوں نے نئے منتخب صدر کو ایک نوٹس بھیجا ہے کہ ان کو ان کے عہدہ سے کوئی علیحدہ نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ ان کا تعلق ایک معزز خاندان سے ہے جو دوسرے مسلمانوں پر فوقیت رکھتا ہے جو کہ غریب اور جاہل ہے۔ اپنے زمانۂ صدارت میں ایک پیش امام کے خاندان کو مسجد کے احاطہ میں رہنے کی اجازت دیدی تھی، اس کے خاندان کی عورتیں مسجد کی تمام چیزوں کو استعمال کرتی ہیں۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں عالم ہوں اور تم سے بہتر جانتا ہوں۔ مذکورہ بالا مولانا صاحب کہتے ہیں کہ مسجد اور اس کی متعلقہ جائداد ان کی اور ان کے خاندان کی ہے جس وقت سے ان کے خسر نے وقف کی۔ لیکن مسجد کی تعمیر قوم کے ممبران کے عطیہ سے تیار ہوئی اور ان کے خسر کو کچھ رقم ادا کی گئی ہے۔ حالانکہ دستاویز پر دستخط بحیثیت وقف کئے گئے ہیں۔ مولانا نے چندہ اکٹھا کر کے مسجد میں کچھ ترمیمات کی ہیں مگر اس کا کوئی حساب نہیں دیا ہے۔ جب شہادت لی گئی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے رقم کا ناجائز استعمال کیا ہے۔ مولانا کو دمہ اور مختلف امراض ہیں وہ کسی کو بحیثیت نمائندہ امام بنادیتے ہیں۔ ان مولانا صاحب کا ایک بھائی شہر کا ایک بدمعاش ہے اس نے بہت سے یتیم بچوں کا مال ہضم کرلیا اور جیل میں بھی گیا ہے۔ لیکن ہمارے مولانا صاحب اس کے ساتھ قیام کرتے ہیں اور بھائی کے گندے کام میں شریک ہیں۔ تمام لوگوں میں یہ صرف ایک مولانا ہیں جنہوں نے پرتگالی حکومت کے دور میں درخواست دی کہ آغا خاں کے حقوق ان کو دیدیئے جائیں تاکہ پورے مسلم قوم کے کام انجام دے سکیں۔ اس طرح سے وہ پیغمبری کا دعویٰ مسلمانوں میں کرنا چاہتے تھے جو کہ شرک ہے۔ تمام مسلمانوں نے اس کی مخالفت پوری مستعدی سے کی۔ ہماری جماعت کے ممبر اس بات پر غور کررہے ہیں کہ مندرجہ بالا کاموں کی وجہ سے ان کے خلاف قانونی کارروائی کریں اور ذمہ داران کی معرفت ان سے کہلایا گیا کہ حسابات وغیرہ دیدیں اور باعزت طریقہ سے اس عہدہ سے سبکدوش ہوجائیں ہم ممبر نہیں

چاہتے کہ مولانا کو مصیبت میں گرفتار کرائیں لیکن اگر وہ سخت رہے تو قوم کے مفاد کو نظر انداز کر کے ایک شخص کی عزت نہیں بچائی جاسکتی۔ اسلئے آپ سے درخواست ہے کہ ہمیں بتایا جائے کہ اگر ہم ان کی امامت برداشت کریں تو کیا ان کی امامت جائز ہے اور ہمیں ان کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے یا نہیں؟ برائے مہربانی ہمارے اس مسئلہ کو بذریعہ فتویٰ حل کر دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقف کا انتظام وحساب رکھنا ضروری ہے۔ دیانت دار اور منتظم آدمی وقف کا متولی ہوسکتا ہے اور رہ سکتا ہے[1] جس متولی کے متعلق خیانت ثابت ہوجائے وہ اس قابل ہے کہ اس کو عہدہ تولیت سے الگ کردیا جائے۔ دینی تعلیم کے لئے مدرسہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کی مخالفت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مولانا صاحب اپنی روش پر نظر ثانی کریں اور جو شکایات ان سے ہیں ان کی اصلاح کرلیں۔ مسجد و مدرسہ کا شریعت کے مطابق انتظام اور حساب صاف رکھیں۔ ایسی چیزوں سے پرہیز کریں جن سے ان کی حیثیت شرعاً مجروح ہوتی ہے۔ تو ان کو برقرار رکھا جائے ورنہ پھر لامحالہ کام صحیح رخ پر چلانے کے لئے دوسرے لائق آدمی کا انتظام ناگزیر ہوگا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]...... ولا يولى الا امين قادر بنفسه أو بنائبه (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ كتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۸/ ۲، كتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۶/ ۵، كتاب الوقف)

[2]...... لا يعزله (المتولی) القاضی بمجرد الطعن فی امانته بل بخيانة ظاهرة ببينة وأنه اذا اخرجه وتاب وأناب اعاده (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج/ ۴ مطلب يأثم بتولية الخائن، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵/ ۵، كتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۵/ ۲، كتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف)

ایک مدرسہ کے متعلق نزاع

سوال:-ایک واقف نے حسب ذیل شرائط کے ساتھ اپنا مکان مدرسہ کیلئے میمن جماعت کو وقف کر کے سپرد کیا تھا۔شرائط یہ تھیں :۔(۱) مدرسہ میں اہل سنت والجماعت بچوں کو تعلیم دیجائے (۲) تعلیم کی کوئی فیس نہ لی جائے (۳) مدرسہ میں انگریزی تعلیم نہ دیجائے۔ان شرطوں کے ساتھ یہ مدرسہ تقریباً ساٹھ برس سے چلتا رہا۔فی الحال میمن جماعت نے مدرسہ کیلئے نیا مکان بنوایا ہے۔اور اس مدرسہ کو متولی کو واپس کر دیا ہے۔اب یہ مدرسہ چھ ماہ سے بند پڑا ہے۔مدرسہ قدیم کی کوئی آمدنی نہیں ہے کہ جس سے مدرسہ کو چلایا جا سکے۔دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ مدرسہ کو کسی بھی اہل سنت والجماعت کی جماعت برادری کو دیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جو حضرات بھی قرآن کریم اور دینی تعلیم کا انتظام کر سکیں ان کے حوالہ کر دیا جائے تا کہ واقف کو ثواب پہونچتا رہے اور مدرسہ کو چالو کر دیا جائے[۱]۔

(۲) اگر آمدنی کی کوئی صورت نہیں تو بالائی حصے میں تعلیم کا انتظام کر دیا جائے اور تحتانی (نیچے) کا حصہ کرایہ پر دیدیا جائے تا کہ اسکی آمدنی سے مدرسہ کی ضروریات پوری ہو سکیں[۲]۔

۱...... مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کراچی ص۴۴۵ ج۴ كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة تبيين الحقائق ص ۳/۳۲۹، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

۲...... مستفاد: ان الخان لواحتاج الى المرمة اجربيتا أو بيتين وأنفق عليه وفى رواية يؤذن للناس بالنزول سنة ويؤجر سنة ويرم من أجرته قال الناطفى القياس فى المسجد ان يجوز اجارة سطحه طرمته، (شامی کراچی ص ۴/۳۷۶ كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، الدرالمنتقى ص ۲/۵۸۶، كتاب الوقف، بيروت، محيط برهانى ص ۹/۱۴۲، كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون، مجلس علمى گجرات)

(۳) اعلیٰ بات یہ ہے کہ تمام مسلمانوں سے چندہ کر کے مدرسہ چلایا جائے اور دونوں منزلوں میں مدرسہ ہی رہے۔ کرایہ پر دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۵ھ

منیجر نے دینی مدرسہ بند کردیا اس کا حکم

سوال:- ایک قصبہ میں عرصہ سے ایک مدرسہ اسلامیہ چل رہا ہے جس کا انتظام چند ممبرانِ کمیٹی اور ایک منیجر کے سپرد ہے، جملہ مسلمان مدرسہ میں چندہ دے کر مدرسہ کی اعانت کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے پیسہ سے مدرسہ کا کام چلتا ہے۔ سبھی مسلمانوں کے بچے مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اب عرصہ ایک ماہ ہوا کہ بغیر کسی وجہ اور میٹنگ اور بغیر کسی مشورہ کے منیجر مذکور نے مدرسہ کو تالا لگا دیا۔ بچوں کی دینی تعلیم بند ہوگئی۔ اب جملہ مسلمان پریشان ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ منیجر کو بدل دیں۔ اگر ازروئے شرع کوئی جرم ثابت ہو تو تحریر فرمائیں، جبکہ علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلم پر فرض ہے۔ اس کا بند کرنے والا کس جرم کا مرتکب ہوا۔ اور اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ دینی مدرسہ کو بند کرنا اور تالا ڈالنا درست نہیں۔ منیجر کوئی وجہ معقول پیش نہ کرے تو علیحدگی کا مستحق ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1]...... مستفاد: ان للقاصی عزل المتولی الخائن (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، الباب الخامس)

دینی مکتب ومدرسہ کو ذاتی ملک سمجھنا

سوال: - ایک دینی مکتب و مدرسہ جو عوام کے تعاون سے چلتا ہو، جس میں مقامی مسلمانوں کا کم اور بیرونی مسلمانوں کا تعاون زیادہ ہو، کیا ایسے مکتب یا مدرسہ کو کوئی مخصوص قوم یا کوئی مخصوص خاندان یا کوئی مخصوص انسان اپنی ملکیت یا جاگیر سمجھے یا اپنی ملکیت بنانے کی سعی کرے تو ایسے صورت میں ایسی ملکیت اور مدرسہ کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایسی قوم، ایسے خاندان، ایسے انسان کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا مدرسہ کسی شخص یا کسی خاندان کی ذاتی ملک نہیں، نہ اس پر دعویٰ ملکیت صحیح وقابل تسلیم ہے[۱]۔ جو چیز اپنی ملک نہ ہو اس کو اپنی ملکیت سمجھنا یا قرار دینا غلط ہے۔ کسی ایسے غلط عمل کی وجہ سے دینی مدرسہ سے تعلق منقطع نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ تعاون کرتے رہنا چاہئے۔ جو لوگ غلط طور پر اس کو اپنی ملک سمجھتے ہیں ان کو فہمائش کی جائے اور یہ بات سمجھ میں بھی نہیں آتی کہ ایسے مدرسہ کو وہ لوگ اپنی ذاتی ملک کیسے سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۹/۸/۱۶ھ

دینی مدارس کی مثال صحابہ اور تابعین کے دور میں

سوال: -فی زمانناہمارے ملک میں بہتیرے دینی مدارس قائم ہیں جن میں تعلیم کے ساتھ

---

[۱]...... اذا تم ولزم لا یملک ولا یملک (الدر مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار ولا ترهن، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئته ص ۵/۲۰۵، کتاب الوقف)

طلبہ کے طعام وقیام کا بھی بندوبست ہے۔ آمدنی کے تمام ذرائع عام طور پر عوام کے چندے زکوٰۃ وصدقات ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ کیا اس کی مثال صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ملتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر جواز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دور حاضر کے دینی مدارس اور موجودہ زمانہ کی درسگاہوں کی مثال پر عہد نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اصحاب صفہ کی زندگی ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ تعلیم الدین میں دنیوی تعلیم کا غلبہ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا اور انہوں نے اس مدرسہ کا نام تجویز کر کے مدرسہ تعلیم الدین رکھا اور سنگ بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دیگر اکابر علماء حق کی موجودگی میں رکھا مدرسہ کی بنیاد محض دینی و مذہبی تعلیم وتربیت کے

---

[۱]...... **اهل الصفة** :- مفلس ونادار اور متوکل ومجرد مہاجر مسلمان، جن کے رہنے کے لئے کوئی گھر بھی نہ تھا وہ مسجد نبوی کے سائبان میں رہتے ان حضرات کی تعداد ستر تھی، لغات الحدیث ص ۶۸، الصاد مع الفاء والصفة كانت موضعا مظلا فى مسجد النبى ﷺ كان الفقراء المهاجرون الذين ليس لهم منزل: سكنونها وقيل سموا باصحاب الصفة لانهم كانوا يصفون على باب المسجد لانهم غرباء لامأوىٰ لهم، عمدة القارى ص ۱۹۸ / ۲، باب نوم الرجال فى المسجد، مطبوعه دارالفكر بيروت. اصحاب الصفة كان شغلهم تفهم الكتاب وتعلمه (الى قوله) عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال اتى علينا رسول الله ﷺ ونحن اناس من ضعفة المسلمين ورجل يقرأ علينا القرآن ويدعولنا، حلية الاولياء، ص ۳۴۲ / ۱، ذكر اهل الصفة، مطبوعه دارالفكر القاهرة،

پیش نظر رکھی گئی تھی اوراب تک جتنی عمارتیں مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہیں سب تعلیم الدین ہی کے نام پر بنی ہوئی ہیں اور ذریعۂ آمدنی چرم قربانی زکوۃ فطرہ کے پیسہ ہیں لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ آہستہ آہستہ دینی تعلیم کو مختصر کردیا گیا۔ اور دنیوی تعلیم کو ترقی دیدی گئی اس وقت کل اساتذہ دس ہیں جن میں تین دینی تعلیم کے لئے ہیں اور سات دنیوی تعلیم کے لئے ہیں مدرسہ کو اب جونیر ہائی اسکول کردیا گیا ہے اور مدرسہ کا نام بدل کر جونیر ہائی اسکول تعلیم الدین رکھدیا گیا اور ذریعۂ آمدنی وہی پہلے والی یعنی چرم قربانی مدزکوۃ فطرہ ہے دریافت طلب یہ ہے کہ چرم قربانی کے پیسہ اس مدرسہ میں خرچ کیا جاسکتا ہے یانہیں۔

(۲) دوبرس سے اس کا خزانچی ایک جاہل آدمی ہے جو بغیر حیلۂ شرعی تمام رقم خرچ کرتا ہے آیا اس طرح زکوۃ فطرہ۔ چرم قربانی خرچ کریں تو ادا ہوجائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عمارت دینی تعلیم کے لئے بنائی گئی اور وقف کی گئی ہے اس کو دنیوی تعلیم کے لئے استعمال کرنا شرعاً درست نہیں۔ **لان شرط الواقف کنص الشارع**[1] اس کا نام بدلنا بھی درست نہیں۔ زکوۃ فطرہ قیمت چرم قربانی کا مصرف غرباء وفقراء ہیں کسی مالدار کو دینا یا تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں براہ راست خرچ کرنا جائز نہیں[2]۔

---

[1]...... درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارعِ بحر کوئٹہ ص۲۴۵/۵، کتاب الوقف، الدر المنتقی مع المجمع ص۶۰۸/۲، کتاب الوقف، فصل اذا بنی مسجدا، مطبوعه بیروت.

[2]...... مصرف الزکاة هو فقیر ومسکین (الی قوله) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا یصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۳۹ تا ۳۴۴ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۴، تا ۳۲۸/۱، کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر، مع المجمع حوالا سابق)

(۲) اس طرح کسی کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی نہ فطرہ ادا ہوتا ہے جس نے خرچ کیا ہے اس کے ذمہ ضمان لازم ہے[1] زکوٰۃ دینے والے خوب سمجھ لیں کہ ان کی زکوٰۃ ذمہ میں باقی رہتی ہے اور جو کچھ ایسی جگہ دیتے ہیں وہ ادا نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہتمم طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا

سوال:- مہتمم مدرسہ غرباء کا وکیل ہوتا ہے یا ارباب اموال کا؟ ارباب اموال اور غرباء کے وکیل کی کیا تعریف ہے اور کیا حد ہے؟ ان دونوں کا وکیل کوئی کس طرح بنتا ہے دونوں میں امتیازی فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہتمم مدرسہ کو ارباب اموال نے صراحۃً وکیل بنایا ہے کہ ہمارا مال حسب صوابدید مصارف میں صرف کردیں۔ غرباء کا بھی وکیل ہے اس طرح کہ طلبہ نے جب اس کے اہتمام کو تسلیم کرلیا تو گویا یہ کہہ دیا کہ آپ ہمارے واسطے ارباب اموال سے زکوٰۃ وغیرہ وصول کرکے ہماری ضروریات (کھانا کپڑا وغیرہ) میں صرف کردیں[2] امداد الفتاویٰ جلد۴ کے اخیر

---

[1]...... مستفاد: رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فانفقها الوكيل ثم تصدق عن الأمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا للعشرة.(عالمگیری کوئٹہ ص ۶۴۴ ج۴ کتاب الوكالة، الباب العاشر فی المتفرقات، تاتارخانیہ کراچی ص ۲۴۸/۲، کتاب الزكاة، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكاة)

[2]...... امداد الفتاویٰ ترتیب جدید ص ۲۶۲-۶/۲۶۶، کتاب العقائد والکلام، مکاتیب: از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ، مطبوعہ زکریا دیوبند.

میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کے متعلق سوال کیا ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے جواب دیا ہے نہایت مفید علمی سوال ہے اور ایسا ہی جواب ہے جس سے شبہ مرتفع ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہتمم مدرسہ طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا؟

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ کے غریب فنڈ میں داخل کردینے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ:

یہ روپیہ طلبا میں بتدریج تقسیم ہوگا اور مدت تک فنڈ میں جمع رہے گا معطی زکوٰۃ کے ذمہ سے بعد ادخال فی المدرسہ زکوٰۃ ساقط ہوگی یا بعد التقسیم بین الطلبہ؟ اگر ثانی صورت ہے تو قبل التقسیم اگر وہ بوجہ آفت یا چوری نقصان ہوجائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو یہ تاخیر کیونکر ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ارباب مدرسہ کو طلبہ کا وکیل تسلیم کرلیا جائے تو یہ شبہ ہی وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس کا قبضہ طلباء کا قبضہ ہے[1] اگر اصحاب اموال کا وکیل مانا جائے تو نفس الامر میں زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی جب کہ طلبہ پر تقسیم ہوجائے گی لیکن اگر خدانخواستہ قبل تقسیم اضطراراً ضائع ہوگیا تو ارباب مدرسہ پر ضمان لازم نہیں جیسا کہ ساعی پر لازم نہیں[2] اور اصحاب اموال سے زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی[3]۔ امداد الفتاویٰ[4] میں متعدد مقامات پر اس کی بحث ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

---

[1]...... الوكيل متصرف بطريق النيابة عن المؤكل ......(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟ اور مدرسہ کا چندہ کیا وقف ہے؟

سوال:- (۱) بعض حضرات رقوم اداروں کے مہتمم صاحبان یا ان کے نمائندوں کو اد کر دیتے ہیں اور کسی ذاتی مجبوری کی وجہ سے، سفر وغیرہ کی مجبوری سے وہ رقم ادارے کو بہت دیر میں پہونچتی ہے۔ اس دوران میں دینے والے کا انتقال ہو جاتا ہے تو ان اداروں کے نمائندگان اور مہتمم ومنتظم حضرات کے ذمہ اس رقم کی واپسی واجب ہے یا نہیں؟

(۲) نیز اگر مہتمم ومنتظم، سفیر وغیرہ کے قبضہ میں بعینہ رقم موجود ہے، یا مدرسہ کے خزانے میں یا بنک میں جمع ہے مگر ابھی تک غرباء ومساکین پر خرچ نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی تملیک کرائی گئی تھی کہ دینے والے کا انتقال ہوگیا تو اس رقم کی واپسی اس کے ورثاء کو واجب ہے یانہیں؟

(۳) نیز جن اداروں کو زکوٰۃ کی رقم دی جاچکی ہے، اور وہ اس کو خرچ بھی کر چکے ہیں،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)...... وتصرف النائب تصرف المنوب عنه(بدائع کراچی ص۳۳ج۶ کتاب الوکالة، مجمع الانهر ص۳/۳۰۶، کتاب الوکالة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، عالمگیری دارالکتاب ص۳/۵۶۰، کتاب الوکالة، الباب الاول)

۲...... مستفاد: أن المقبوض في يدالوكيل...... امانة بمنزلة الوديعة (الى قوله) فيضمن بما يضمن في الودائع ويبرأ بما يبرأ فيها (بدائع کراچی ص۳۴ج۶ کتاب الوکالة، عالمگیری دارالکتاب ص۳/۶۷، کتاب الوکالة، الباب الاول، واما صفتها) اذا اضاعت (الامانة) في يدالمودع بغير صنعه لا يضمن (بدائع کراچی ص۲۱۱ج۶ کتاب الوديعة، مجمع الانهر، سکب الانهر ص۳/۴۶۸، کتاب الوديعة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت)

۳...... ولما حصل في يد الامام حصلت الصدقة موء داة حتى لو هلك المال في يده تسقط الزكاة عن صاحبها (بدائع، کراچی ص۴۴ج۲ کتاب الزکاة، فصل اما الذي يرجع المؤدىٰ اليه)

۴...... امداد الفتاویٰ ص۳/۳۱۵، کتاب الوکالة، مهتمم مدرسه معطيين چنده کی طرف سے وکیل ھے الخ، مطبوعه زکریا دیوبند.

مگرانہوں نے شرعی طریقہ پر تملیک نہیں کرائی بغیر تملیک کرائے اس کو خرچ کر چکے ہیں تو ان دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

(۴) سفیر اور مہتمم صاحبان کے نمائندگان امداد دینے والوں کے وکیل ہیں یا غرباء و مساکین و مصارف صدقات وزکوٰۃ کے وکیل ہیں۔ جبکہ ان اداروں میں مصارفِ زکوٰۃ موجود ہیں اوران کے اخراجات کی کفالت وہ ادارہ کرتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اس مسئلہ سے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ سے سوال کیا تھا وہ اوراس کا جواب مع حذف مکرر امداد[۱] الفتاویٰ ص۲۷۲ ج۲ تا ص۲۷۷ ج۲ میں منقول ہے جوکہ درج ذیل ہے:

(س) مدرسہ میں جوروپیہ آتا ہے اگر یہ وقف ہے تو بقاءعین کے ساتھ انتفاع کہاں ہے اوراگر یہ ملک معطی کا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد واپسی ورثہ کی طرف واجب ہے؟

(ج) عاجز کے نزدیک مدارس کا روپیہ وقف نہیں مگر اہل مدرسہ مثل عمال بیت المال معطین وآخذین کی طرف سے وکلاء ہیں۔ لہٰذا نہ اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ معطین واپس لے سکتے ہیں۔

(س) عمال بیت المال منصوب من السلطان ہیں اور سلطان کی ولایت عامہ ہے۔اس لئے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس میں ولایت عامہ نہیں اس لئے آخذین کا وکیل کیسے بنے گا؟ کیونکہ نہ توکیل صریح ہے نہ دلالۃً ،اور مقیس علیہ میں دلالت ہے کہ جب وہ اس کے زیرِ اطاعت ہیں۔تو وہ واجب الاطاعت ہے۔

---

[۱]...... امداد الفتاویٰ ترتیب جدید ص ۲۶۲، تا ۶/۲۶۶، کتاب العقائد والکلام، مکاتیب: از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ، مطبوعہ زکریا دیوبند.

(ج) بندہ کے خیال میں سلطان میں دووصف ہیں۔ایک حکومت جس کا ثمرہ ہے تنفیذ حدود وقصاص۔دوسرا انتظام حقوق عامہ ہے۔امر اول میں کوئی اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔امر ثانی میں اہل حل وعقد بوقت ضرورت قائم مقام ہوسکتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ اہل حل وعقد کی رائے ومشورہ کے ساتھ نصب سلطان وابستہ ہے جو باب انتظام سے ہے۔لہٰذا مالی انتظام مدارس جو برضاء ملاک وطلبہ بقائے دین کے لئے کیا گیا ہے بالاولیٰ معتبر ہوگا۔ذرا غور فرماویں انتظام جمعہ کے لئے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات میں شاید اس کی نظیر ہوسکے۔

ایک تحریر تذکرۃ الرشید[1] ص۱۶۴ ج ۱ میں زیرِ عنوان "**شبہات فقہیہ ومسائل مختلف فیھا**"، موجود ہے، اس کو بھی نقل کرتا ہوں:

(س) مدرسہ میں چندہ وغیرہ کا جو روپیہ آتا ہے وہ وقف ہے یا مملوک؟ اگر وقف ہے تو بقاء عین واجب ہے اور صرف بالاستہلاک ناجائز۔اگر مملوک ہے اور مہتمم صرف وکیل ہے تو معطی چندہ اگر مرجائے تو غرباء اور ورثاء کا حق ہے۔اسکی تفتیش وکیل کو واجب ہے۔زمانۂ شارع علیہ السلام وخلفاءؓ میں جو بیت المال تھا اسمیں بھی یہ اشکال جاری ہے۔بہت سوچا مگر قواعد شرعیہ سے حل نہ ہوا۔اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہوجانا چاہئے۔اور مستہلَک ملک مستہلِک ہوکر جو صرف کیا جائے اس کا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا۔اگر یہ ہے تو اہل مدرسہ یا امین انجمن کو سخت دقّت ہے۔امید کہ جواب باصواب سے تشفی فرماویں گے۔

(ج) مہتمم مدرسہ کا قیم ونائب جملہ طلباء کا ہوتا ہے جیسا کہ امیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے پس جو شئے کسی نے مہتمم مدرسہ کو دی، مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے۔اس کے قبضہ سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہوگیا۔اگرچہ وہ مجہول الکمیۃ والذوات ہوں، مگر نائب معین

[1]...... **تذکرۃ الرشید ص ۱۶۴/۱، عنوان: شبہات فقھیہ ومسائل مختلف فیھا، مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور.**

ہے۔ پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی کی اس میں نہیں ہوسکتی۔ اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہوسکتا ہے بہر حال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک۔ واللہ اعلم۔

اس تحریر میں شبہ مولانا صادق الیقینؒ کا ہے اور جواب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مسئلہ ان تحریرات سے حل ہوجائے گا۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۸۸ھ

ملازم نے مہتمم سے سفر برائے چندہ کی اجازت لی اور ٹکٹ بنوالیا پھر مہتمم نے اجازت کوروک لیا

سوال:- زید مدرس مدرسہ دینیہ بیمار تھا۔ آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے بسلسلۂ چندہ مدرسہ سے یعنی منجانب مدرسہ باغونوالی سفر کرنا چاہتا تھا۔ مہتمم مدرسہ سے ذکر کرنے پر زبانی اجازت دیدی۔ اور زید نے مہتمم مدرسہ سے ذکر کر کے ٹکٹ روانگی بنوالیا۔ ٹکٹ بن جانے پر مہتمم مدرسہ نے سفر سے بسلسلہ چندہ انکار کردیا اور رُخصت دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ زید نے سفر کے روز سے تقریباً ایک ہفتہ قبل رخصت کی درخواست دیدی۔ مہتمم مدرسہ نے سفر کے روز عین وقت پر رخصت دینے سے انکار کردیا ہے۔ اگر ایسی صورت میں زید نے اپنے ذاتی صرفہ سے سفر کرلیا تو زید شرعاً مجرم ثابت ہوگا یا نہیں؟ نیز مہتمم صاحب کا بعد وعدہ کے عین وقت پر انکار کرنا جرم ہے یا نہیں؟ نیز صورت بالا میں زید کو برخاست کرنا صحیح ہے یا غلط ہے؟

ضابطہ مدرسہ

(۱) طلباء ہوں یا مدرس، تحریری رخصت لینا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنے پر

تدارک کیا جائے گا۔

(۲) باستثناء رخصت اتفاقیہ ایک ماہ بیشتر درخواست دینا ضروری ہے۔ قانون غیر معمول بہا ہے۔ زید بلکہ جملہ ملازمین حتی کہ محرر مدرسہ قانون سے وقت سفر تک ناواقف ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرس کو ملازمت کا معاملہ کرتے وقت مدرسہ کے کم ازکم ان ضوابط کا معلوم کرنا ضروری ہے جن کی پابندی اس کے ذمہ لازم ہے، یا جن کے تحت اس کو مراعاۃ دی جاسکتی ہے۔ ضوابطِ مدرسہ سے ناواقف رہنا بڑی کوتاہی ہے۔ ذمہ داران مدرسہ (مہتمم وغیرہ) کو بھی لازم ہے کہ مدرس ملازم کو ضوابط سے آگاہ کردیا کریں۔ تاکہ نظم میں خلل پیدا نہ ہو۔ بعض مدارس میں زبانی اجازت لینا بھی کافی ہوتا ہے، پھر رجسٹر میں اندراج ہوجاتا ہے اور زبانی انکار بھی کافی ہوتا ہے، اگر وہاں معمول یہی ہے تو یہ اجازت بھی کافی تھی[1]، اور اگر مصالحِ مدرسہ کے پیشِ نظر سفر سے مہتمم صاحب نے منع کردیا تو یہ منع بھی صحیح ہے البتہ ٹکٹ کی واپسی میں جو پیسہ خرچ ہوں وہ مہتمم صاحب دیدیں۔ پھر حسبِ وعدہ سفر کی رخصت دینا مہتمم صاحب کے ذمہ تھا۔ لیکن اگر عین وقت پر مانعِ قوی پیش آنے کی وجہ سے رخصت نہیں دی تو وہ وعدہ خلافی کے مجرم نہیں[2]،

---

[1]...... ومالم ینص علیه حمل علی العرف، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۱۷۶/۵، باب الربا، مطلب فی ان النص اقوی من العرف، الاشباه والنظائر ص ۱۵۱، القاعدة السادسة العادة، محکمة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقه ص ۹۲، رقم القاعدة:۱۸۵، القواعد الفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2]...... عن زید بن ارقمؓ عن النبی ﷺ قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجئی للمیعاد فلا اثم علیه (ابو داؤد ص ۶۸۲/۲، کتاب الادب، باب فی العدة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، والبسط فی بذل المجهود ص۳۹۵/۱۳، مطبوعه دارالبشائر الاسلامیة بیروت، مرقاة المفاتیح ص۶۴۸/۴، باب الوعد، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

اوراس سفر کے کام کا معاوضہ پانے کا بھی حق نہیں، لیکن اگر اپنی ذاتی ضرورت سے رخصت لے کر سفر کرے اور مدرسہ کے لئے چندہ بھی لا کر دے اور اس کا معاوضہ طلب نہ کرے تو یہ مدرسہ کے ساتھ خیر خواہی ہے جو کہ موجبِ اجر ہے۔ ہاں اس میں بھی کوئی مفسدہ ہو تو بچنا لازم ہے۔ مدرسہ کے خیر خواہ کا معمولی بے عنوانی کی وجہ سے الگ کر دینا غلط ہے۔ پھر اچھا آدمی میسر نہیں ہوتا۔ لیکن جس کی ذات سے فتنہ پیدا ہوتا ہو بعد تحقیق اس کو الگ کر دینا لازم ہے[۱]۔ ذاتی تعلقات کی بنا پر ایسے آدمی کو مدرسہ میں رکھنا خیانت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۰ھ

مدرسہ سے متعلق ایک وصیت نامہ

سوال:- ذیل کی لکھی ہوئی وصیت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حبیب اللہ تم میرے انتقال کے بعد جامع مسجد میں تمام نمازیوں سے چند باتیں بتلا دینا۔ کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں چل رہی ہے۔

(۱) میں نے جو تحریر مدرسہ اور مسجد کے بارے میں لکھی ہے ان پر عمل کیا جائے۔ وہ لوگوں کو پڑھ کر سنا دینا۔

(۲) تمام لوگ مل کر ایک مجلس انتظامیہ بنالیں اس میں ہر طرف کے آدمی ہونے چاہئیں۔ اگر مجلس ٹھیک کام نہیں کرتی تو اس کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ اور دوسری مجلس انتظامیہ

---

[۱]...... وينزع وجوبا لو غير مامون او عاجل او ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه قوله وينزع وجوبا مقتضاه اثم القاضى بتركه والاثم بتولية الخائن، الدرالمختار على الشامى زكريا ص۵۷۸/۶، كتاب الوقف، مطلب ياثم بتولية الخائن النهر الفائق ص۳۲۷/۳، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. البحرالرائق كوئٹه ص۲۴۵/۵، كتاب الوقف)

بنائی جاسکتی ہے۔

(۳) جو بھی رقم مسجد یا مدرسہ کے لئے وصول کی جائے اس کی رسید با قاعدہ لوگوں کو دی جائے۔ بغیر رسید کے کسی کی رقم نہ لینی چاہئے اور جو رقم وصول کی جائے اسے فوراً ڈاکخانے میں جمع کردیا جائے۔ کیونکہ آج کل زمانہ بہت نازک ہے۔

(۴) میری تحویل بمد زکوٰۃ وصدقات کو تم ڈاکخانے میں جمع کردینا۔ مدرسہ کے نام جو منتظمہ کمیٹی بنائی جائے اس کو ڈاکخانے کی کتاب دیدینا۔

(۵) کسی عالم ہم خیال وعقیدہ حنفی دیوبندی کو تعلیم کے واسطے مدرسہ میں ضرور مقرر کرنا۔ میرے بعد تعلیم سے غافل نہ ہونا ورنہ مجھے بڑا دکھ ہوگا۔ دیکھو آئندہ اپنے فعل کے تم سب ذمہ دار ہوگے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سب باتیں شرعاً درست اور مفید ہیں۔ ڈاکخانہ میں ایسی صورت بھی ہے جس میں سود کا معاملہ نہیں۔ اسی صورت میں جمع کریں اور جو رقوم واجب التملیک ہوں ان کو مستحقین تک پہنچانے کا مناسب انتظام کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۹۴ھ

درسگاہ میں گھنٹہ بجنے سے پہلے نشانی رکھ دینا

سوال:- طلباء دارالعلوم دیوبند عام طور پر ایسا کرتے ہیں کہ اسباق میں بیٹھنے کے لئے گھنٹہ بجنے سے پہلے ہی درسگاہوں میں اپنی نشانی رکھ دیتے ہیں اس طور پر نشانی رکھنے سے اس

---

[1]...... ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا (سورۂ نساء آیت: ۵۸.

جگہ پر ان کے بیٹھنے کا استحقاق ہوجاتا ہے یا نہیں؟ براہِ کرم جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلے ہی سے محض اس نشانی رکھ دینے کی وجہ سے ان کا حق لازم ومستقر نہیں ہوجاتا کوئی دوسرا طالب علم آکر وہاں بیٹھ جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔ البتہ دوسری جگہ موجود ہو تو نشانی والے کو وحشت میں ڈالنے سے اخلاقاً احتراز مناسب ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص پہلے سے آکر بیٹھ چکا تھا پھر کسی عارض کی وجہ سے مثلاً تجدید وضو وغیرہ کی وجہ سے اٹھ کر گیا اور نشانی رکھ گیا تاکہ ضرورت سے فارغ ہوکر بلاتشویش آکر بیٹھ جائے تو اس کی جگہ دوسرے کو بیٹھنے کا حق نہیں۔ شامی[1] وعالمگیری[2]، شرح اشباہ[3]، شرح بخاری شریف[4] میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

۱...... وليس له ازعاج غيره منه ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلى ازعاج القاعد قال في القنية له في المسجد موضع معين يواظب عليه وقد شغله غيره قال الاوزاعي له أن يزعجه وليس له ذلك عند ناقلت وينبغي تقييده بما اذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلا ولا سيما اذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده تأمل وكذا كل مايكون المسلمون فيه سواء كالنزول في الرباطات والجلوس في المساجد للصلوة (درمختار مع الشامي كراچي ص ۶۶۲ ج ۱ كتاب الصلاة مكروهاة الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد)

۲...... عالم گيرى كوئٹه ص ۴۷۲ ج ۲، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباطات،

۳...... شرح اشباه ص ۱۳۲/ ۱، الفن الاول، القاعدة الثالثة، مطبوعه كراچي.

۴...... عمدة القارى، دارالفكر ص ۲۱۰ ج ۳ جزء: ۶ كتاب الجمعة، باب لا يقيم الرجل اخاه يوم الجمعة ويقعد في مكانه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم: مدرسہ کے وقف کو بیچنا اور اسمیں تصرف کرنا

مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا

سوال:- عام مسلمانوں نے مدرسہ بنانے کے لئے چندہ کر کے ایک زمین خریدی اور اس زمین پر مدرسہ کی عمارت بھی بنائی گئی، اوراس میں تعلیم بھی عرصہ ۱۵ر سال سے جاری ہے، مدرسہ کا نام ''مدرسہ اسلامیہ'' ہےاوراوقاف بورڈ میں ہے، مدرسہ کے نام سے اب تک چندہ بھی مسلمانوں سے کیا جاتا ہے، اب شہر رامپور کے کچھ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ کی عمارت جس میں دینی تعلیم ہوتی ہے، جوموقوفہ ہےاور بنام مدرسہ ہے مدرسہ کی عمارت توڑ کر اس میپر مسجد بنائیں گے،شرعا مسجد مدرسہ کی موقوفہ زمین پر بنانا جائز ہے یانہیں؟ اگر نا جائز ہے تو جو مسلمان اس کے لئے از حد سعی کررہے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟ حالانکہ اس مدرسہ کے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک بڑی عالیشان مسجد موجود ہے، مدرسہ کی زمین کے علاوہ دوسری جگہ بھی زمین مل سکتی ہے، مگر وہ چند مسلمان صرف ضد میں ہیں کہ ہم لوگ مدرسہ کو ہی مسجد بنائیں گے، اور یہ کہتے ہیں کہ مدرسہ کی موقوفہ زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔

(۲) اگر اراکین مدرسہ موجودہ عمارت مدرسہ کومسجد بنانے کے لئے فروخت کردیں تو اراکین مدرسہ کومسجد کے لئے مدرسہ کی موقوفہ زمین کوفروخت کرنے کا حق ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ چندہ مدرسہ کے لئے کیا گیا اوراسی نیت سے دینے والوں نے دیا ہے، اوراس پیسے

سے زمین خرید کر مدرسہ کے لئے اس کو وقف کر دیا گیا، اور پھر مدرسہ تعمیر کر دیا گیا، اور اس میں دینی تعلیم جاری ہے، تو اب اس کو گرا کر مسجد کو تعمیر کرنا یا مسجد کے لئے اس کو خریدنا ہرگز جائز نہیں ہے، حتی کہ مدرسہ کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں، "**فاذا تم (الوقف) ولزم لا يملك ولا يملك ولا يرهن درمختار، قوله لا يملك اى لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك اى لا يقبل التمليك لغيره ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه اهـ شامى نعمانية**[1] **ص ٣/٣٦٧، اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لا يجوز ذلك** (درمختار[2]) لہذا یہ خرید و فروخت بالکل ناجائز ہوگی، ہرگز ایسا نہ کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۸۸ھ

زمین مدرسہ میں مسجد بنانا

سوال: - ایک شخص مدرسہ کے لئے ایک جائداد وقف کیا اور اس جائداد کے بعض حصہ میں تو مدرسہ کا گھر بنایا گیا ہے اور بعض قطعۂ زمین اس لئے رکھا کہ اس کو اجارہ پر دے کر منافع

[1] شامی کراچی ص ۴/۳۵۲/۳۵۱، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط الواقف الكتب، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳/۳۱۹، كتاب الوقف، مطبوعه بيروت،

[2] شامی کراچی ص ۴/۳۶۰، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۶، كتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا، مطبوعه بيروت، بحر كوئٹه ص ۵/۲۱۶، كتاب الوقف.

سے کل جائداد کا خراج ادا کیا جائے اور خراج کا بندوبست متولی کرے گا یہ بھی واضح رہے کہ مدرسہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت تو ہے مگر شرعی مسجد نہیں ہے اب متولی جائداد چاہتا ہے مدرسہ کے گھر کے علاوہ جو قطعہ زمین کا ہے اس میں ایک شرعی مسجد بنا کر جماعت سے نماز پڑھ کر ثواب وافر سے بہرہ مند ہو اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مدرسہ میں مسجد شرعی بنانا ضروریات مدرسہ میں شامل ہو کر مسجد شرعی ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر قریب کوئی دوسری مسجد نہیں جس میں اہل مدرسہ نماز ادا کر سکیں یا مسجد تو موجود ہے مگر تنگ ہے کہ سب اس میں سما نہیں سکتے یا وہاں نماز پڑھنے کے لئے جانے سے مدرسہ کی مصالح فوت ہوتی ہیں مثلاً وقت کا زیادہ حرج ہوتا ہے یا مدرسہ کی حفاظت نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ تو مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا ضروریات مدرسہ میں داخل ہے۔ ایسی حالت میں وہ مسجد مسجد شرعی ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/شوال ۱۳۵۵ھ

---

[1] ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة "الدرالمختار" شرط الواقف اولا، ثم ما هو اقرب الی العمارة، واعم للمصلحة، وکذلک الی آخر المصالح، رد المحتار ص ۴/۳۶۶، کتاب الوقف، مطبوعه سعید بکڈپو، عالمگیری ص ۲/۴۶۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، مطبوعه رشیدیه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۲، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

زمین مدرسہ کو دینے کے بعد واپس لینے کا حق نہیں

سوال:- ایک قطعہ زمین کو مالکانِ زمین نے مدرسہ بدرالاسلام کو منتقل کیا اور دستاویز مستقل رجسٹری کرایا۔ دستاویز کی اصل عبارت یہ ہے:۔

قبل از اصل دستاویز

ہم کو شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد صاحب مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ انگلی ڈاکٹر شاہ گنج جون پور جو کہ ہم مقر قطعہ احاطہ موقوعہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ انگلی کے مالک مستقل ہیں جن پر ہم بنفاد جمیع حقوق مالکانہ قابض دخیل ہیں علاوہ ہم مقر کے کوئی دوسرا شریک وسہیم جائداد مفصلہ میں نہیں ہے۔ اور ہم مقر حصر طور پر اس کے کریں گے۔ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسوم مدرسہ بدرالاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم وجاری ہے جس کے لئے عمارت ودرسگاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم مقر کی اپنی خواہش ہوئی کہ بنظر ثواب عقبیٰ ہم مقر جائداد متصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیں۔ لہٰذا ہم مقر بحال صحت وبدرستی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ برضاء ورغبت اپنے بلاتحریک ترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ پابند شرائط ذیل کے ہوتے ہیں۔ اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

الف:- ہم مقر نے زمین احاطہ متصلہ ذیل مبلغ ایک سو روپیہ مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدر الاسلام کے لئے دیدیا ہے۔ کارکنان ومنتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطہ ذیل میں درسگاہ یا دارالاقامہ تیار کرادیں یا مدرسہ کے واسطے بطریقِ مناسب استعمال کریں۔

ب:- تا قیام مدرسہ مذکورہ جائداد مذکورہ صرفہ ذیل مکتب مدرسہ میں رہے گی اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائداد مذکورہ مصرحہ ذیل ہم مقر خواہ

ورثاء ہم مقر کی طرف عود کر جائے گی اور ہم مقر زندہ رہے تو ہم مقر ورنہ ورثاء کا حق ہو جائیگا۔

ج:-تا قیامِ مدرسہ ہم مقر خواہ ہم مقر کے ورثاء کو احاطۂ مذکورہ کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہم مقر نے تملیک نامہ لکھدیا تا کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

مدرسہ بدرالاسلام نے زمین ملنے کے بعد اس پر قبضہ کیا اور کچھ تعمیری سلسلہ میں بھی کام ہوا۔ مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے تعمیر کی تکمیل نہ ہوسکی اور دعرصہ سے تعمیری کام رکا رہا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ مدرسہ بدرالاسلام کو دی ہوئی یہ زمین مدرسہ بدرالاسلام کے مہتمم و ناظم کی مرضی کے بغیر جبکہ مدرسہ بدرالاسلام پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے بلکہ ترقی پذیر ہے زمین کو دینے والے لوگ واپس لے کر کوئی مدرسہ یا مکتب جس کا مدرسہ بدرالاسلام سے کوئی تعلق نہ ہو تعمیر کرنا چاہیں تو کیا ازروئے شرع جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ احاطہ دوام کے لئے مدرسہ بدرالاسلام کو دیا گیا ہے جیسا کہ (الف نمبر) میں تصریح ہے اس پر تا قیام مدرسہ مدرسہ کی ملکیت رہے گی جیسا کہ (الف نمبر) میں مذکور ہے۔ اس کے واپس لینے کا نہ معطی کو حق ہے نہ معطی کے ورثہ کو حق ہے جیسا کہ (ج) میں مذکور ہے مدرسہ بدر الاسلام حسب مصالح اس پر تعمیر کا حق رکھتا ہے اور کسی کو مدرسہ بدرالاسلام کے علاوہ کوئی مکتب و مدرسہ وہاں قائم کرنے کا حق نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱]..... المسلمون علی شروطهم ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس، ابوداؤد شریف ص ۵۰۶/۲، کتاب القضاء باب فی الصلح، مطبوعہ دارالکتب دیوبند، بخاری شریف ص ۳۰۳/۱، کتاب الاجارۃ، باب المسرۃ، مکتبہ بلال دیوبند) **ترجمہ**:-مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

دینی وقف مدرسہ کو اسلامی اسکول کے لئے دینا

سوال:- مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلّہ بندوقچیان جس جگہ پر قائم ہے وہ موقوفہ ہے۔ اور واقف کی شرط ہے کہ یہ جگہ مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کی جاتی ہے، اس میں تعلیمی درسگاہیں، مکان رہائش طلبہ واساتذہ کرام یا باغیچہ صرف مدرسہ اسلامیہ کے لئے بنائے جاسکتے ہیں۔ اس وقت مدرسہ کی تعلیمی حالت یہ ہے کہ درجہ حفظ و ناظرہ قرآن، اردو میں دینی تعلیم کا رسالہ اور تعلیم الاسلام وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں اور درجہ پانچ تک بیسک ریڈر کی تعلیم ہوتی ہے۔ اب کچھ ترقی پسند لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس میں مسلم ہائی اسکول قائم کیا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس موقوفہ جائیداد میں جو درسگاہیں تعمیر ہیں ان کو مسلم ہائی اسکول کے لئے مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی اجازت دے سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اس موقوفہ جائیداد میں مسلم ہائی اسکول قائم ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب واقف نے اس شرط کی تصریح کردی ہے کہ یہ جگہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے لئے وقف ہے تو پھر مسلم ہائی اسکول کے لئے منتظمہ کمیٹی کو دینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ **لان شرط الواقف کنص الشارع**[1] (شامی)۔

(۲) بالکل نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ
دارالعلوم دیوبند

---

[1]...... درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵/۵، کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶/۳، مکتبہ عباس احمد الباز.

دینی مدرسہ کیلئے وقف شدہ زمین کی پیداوار اسکول میں دینا

سوال:- والد مرحوم نے اپنی حیات میں ایک دینی مدرسہ کی خدمت کے واسطے مدرسہ میں زمین وقف کی تھی، پہلے دینی تعلیم اور اسی کورس کی تعلیم ہوتی تھی، چند سال بعد ممبرانِ مدرسہ نے اسے بدل کر انگریزی ہندی شامل کر کے پورا ہائر سکنڈری کورس کے مطابق چلایا، اس وقت وہ کالج ہے، طلبہ کی وضع قطع بالکل بدل گئی، گورنمنٹ کی طرف سے روپیہ مدرسہ کو ملتا ہے، سرکاری امتحانات ہوتے ہیں سرکاری مشورہ سے نصاب میں ترمیم و تنسیخ بھی ہوتی ہے، والد صاحب اس وقت مخالف ہوئے اور ممبری سے استعفاء دیدیا اور وقف زمین کی پیداوار غلہ دھان وغیرہ بجائے اس مدرسہ میں دینے کے دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مدارس کو جہاں دینی تعلیم ہو دینے لگے، اب والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، ہم چار بھائی ہیں ہم سب کا بھی وہی خیال ہے جو والد صاحب کا تھا، کمیٹی والے ہم کو زور دے رہے ہیں کہ تم بھی دو، کیونکہ تمہارے والد صاحب نے مدرسہ میں زمین وقف کی تھی، ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ رجسٹرڈ نہیں ہے، کہ آپ کا مدرسہ جس حال میں بھی ہو قیامت تک اس کا غلہ دیا جائے، بہرحال زمین رجسٹرڈ نہیں ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں اس کا غلہ اس مدرسہ میں دیا جائے یا دوسرے مدارسِ اسلامیہ کو جہاں دینی تعلیم ہوتی ہے، جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس دینی خدمت کیلئے آپ کے والدِ مرحوم نے وہ زمین مدرسہ کو دی تھی جب وہ خدمت وہاں نہیں رہی بلکہ اسکے خلاف کا سلسلہ قائم ہوگیا، اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اس جگہ اس زمین کا غلہ دینا بند کردیا تو آپ سب بھی وہاں غلہ نہ دیں بلکہ دینی تعلیم پر خرچ کریں

P

E:\f.m.Fainal\Jidl-23\ Madarse ke waqf ke bechne

غرضِ واقف کی رعایت لازم ہوتی ہے، جیسا کہ بحر[۱]، تبیین[۲]، ردالمحتار[۳] وغیرہ میں موجود ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۹۴ھ

مدرسہ میں زمین دینے کے بعد اس سے انکار کرنا

سوال:- ایک شخص نے کچھ زمین مدرسہ میں دی اور اعلان کیا کہ زمین دے چکا، مگر اب وہ انکار کررہا ہے ایسے شخص کا اعتبار کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زمین مدرسہ میں دینے اور وقف کرنے کے گواہ موجود ہیں تو اس کے انکار کا اعتبار نہیں[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۲ھ

مدرسہ کے زیرِ تولیت مسجد کی توسیع مدرسہ کی زمین سے

سوال:- مسجد چھتہ جو دارالعلوم دیوبند کے زیرِ تولیت ہے اور از اول تا آخر اس کا انتظام وانصرام دارالعلوم سے متعلق ہے۔ دارالعلوم کی جانب سے ہی اس کے امام اور مؤذن کا تقرر

---

[۱] البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف.

[۲] تبیین الحقائق ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۳] مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (شامی کراچی ۴/۴۴۵) کتاب الوقف، مطلب مراعاۃ غرض الخ.

[۴] اذا جعل ارضا وقفا علی المسجد وسلم، جاز ولایکون له ان یرجع، خانیة علی الهندیة ص ۳/۲۹۱، باب الرجل یجعل داره مسجدا، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۲/۶۴۵، کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

عمل میں آتا ہے اور دارالعلوم ہی کی جانب سے اس کی صفائی اور فرش وشامیانہ کا انتظام ہوتا ہے اس کی طرف سے اس کی مرمت وغیرہ پر مصارف کئے جاتے ہیں۔ کیا مسجد کے تنگ ہو جانے کی وجہ سے اس کی توسیع کے لئے مدرسہ کی زمین لے کر اس کی توسیع کی جاسکتی ہے؟ آیا حضرت مہتمم صاحب یا مجلس شوریٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مدرسہ کی ضرورت سے مسجد کی توسیع کی خاطر مدرسہ کی زمین لے کر اس کی توسیع کی جاسکتی ہے؟ آیا حضرت مہتمم صاحب یا مجلس شوریٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مدرسہ کی ضرورت سے مسجد کی توسیع کی خاطر مدرسہ کی زمین کو مسجد میں شامل کر دیں؟ اس مسجد کی توسیع جانب مغرب ہی ممکن ہے جہاں مدرسہ کی زمین واقع ہے، بقیہ جوانب توسیع کرنے میں دشواری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو زمین مصالحِ مدرسہ کے لئے ہو اور اہل مدرسہ کے نزدیک مسجد کی توسیع کی ضرورت ہے تو اس زمین کو داخل مسجد کر کے توسیع کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۹۷ھ

مدرسہ کیلئے وقف شدہ زمین پر دخل کرنے میں فساد کا اندیشہ ہو

سوال:- زید، بکر، عمر نے کچھ زمین مدرسہ شاہ پور میں وقف کیا۔ مدرسہ کے ممبران اس

---

[1]...... ولو ضاق المسجد و بجنبه أرض وقف عليه أو حانوت جاز أن يوخذ ويدخل فيه وتقييده بقوله وقف عليه أى على المسجد يفيد أنها لو كانت وقفا على غيره لم يجز لكن جواز أخذ المملوكة كرها يفيد الجواز بالأولى (شامی کراچی ص ۳۷۹ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئ من المسجد طريقا، بحر کوئٹه ص ۵/۲۵۶، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، فتح القدير ص ۶/۲۳۲۵، كتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت)

پر دخل نہیں کر سکے۔ اگر دخل کرتے ہیں تو بڑا فساد ہوگا۔ خون کا بے حد خطرہ ہے۔ اس زمین کے خریدار ہیں تو کیا اس کا بیچنا جائز ہے۔ اسے بیچ کر دوسری زمین مدرسہ شاہ پور کے لئے دینا جائز ہوگا اور جن لوگوں نے مدرسہ کو وقف کیا اس کو واپس دینا فرماتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو زمین مدرسہ شاہ پور میں دی گئی ہے اگر اس پر قبضہ کرنے میں فساد اور خون ہو جائے گا تو مجبوراً اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری مناسب زمین خرید کر اسی مدرسہ میں دے دینا درست ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

غاصبانہ قبضہ کر کے اسلامیہ اسکول بنانا

سوال:- متصل مسجد ایک بلڈنگ تعمیر ہے ۱۸/مئی ۱۸۸۳ء میں جو سرکاری تقسیم ہوئی تھی اس کے اندر یہ بلڈنگ امام باڑہ مربع ہے جب سے لے کر آج تک امام باڑہ کی حیثیت سے ہوتا چلا آ رہا ہے ۱۸۸۴ء سے لے کر آج تک شیعہ فرقہ اس کا زمیندار ہے۔ اب ہم فریقین اہل سنت والجماعت کے دو گروہ ہیں ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس امام باڑہ پر غاصبانہ قبضہ

---

[۱] لو استولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب ان یدفع قیمتها كان للمتولی اخذ القیمه او الصلح علی شیٔ ثم یشتری بالماخوذ من الغاصب ارضا اخری فیجعله وقفا علی شرائط الاولی لانه حینئذ صار بمنزلة المستهلک (بحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۲، کتاب الوقف، هندیه کوئٹہ ص ۲/۴۴۹، کتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، خانیه علی الهندیة کوئٹہ ص ۳/۳۱۲، کتاب الوقف، فصل فی وقف المنقول)

کر کے اسلامیہ اسکول قائم کر لیا جائے اور ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ بغیر زمیندار صاحبان کی اجازت کے اسکول قائم کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا آپ سے استدعاء ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل فرما دیجئے گا اس کے حل ہونے سے آپس کا تنازع ختم ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

غاصبانہ قبضہ میں بڑے مفاسد ہیں شرعاً بھی اس میں قباحت ہے[1] اور قانوناً بھی جرم ہے سر پھوٹنے کا بھی اندیشہ ہے مقدمہ بازی کا بھی سخت خطرہ ہے۔ زمیندار سے مل کر سمجھوتہ کر لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۹/۹/۲۰ھ

ایک زمین ایک مدرسہ کو دینے کا ارادہ کرنے سے ملکیت ختم نہیں ہوتی

سوال:- ایک صاحب درس نظامی کے مدرسہ میں کچھ زمین دینے کا پختہ ارادہ کر چکے تھے۔ بعد میں اس مدرسہ کا تعلق حکومت سے کیا گیا۔ یہ مدرسہ خالص مذہبی مدرسہ نہیں رہا تو یہ زمین کسی دوسرے مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض وعدہ وارادہ کر لینے سے وہ زمین اس کی ملک سے خارج نہیں ہوئی۔ جس دینی

---

[1]...... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرساللة الثالثة، قاعدہ: ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعة دھلی)

مدرسہ میں اب دینا چاہے تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۹۱ھ

اپنی کتاب مدرسہ کے لئے وقف کرنا

سوال:- کسی نے کتاب وغیرہ مدرسہ میں وقف کر دیا۔ یہ لکھ دیا کہ میرے بعد مدرسہ بیت العلوم سرائے میر پر یہ کتابیں وقف ہیں، تو کیا مدرسہ مذکور کو ہی دینا ضروری ہے یا دوسرے مدرسہ کو دے سکتا ہے؟ اگر دوسرے غریب کو دیدے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟ دوسرے یہ کہ صاحب نصاب کو کوئی چیز وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے ایک کتاب پر لکھ دیا تھا کہ مدرسہ بیت العلوم پر یہ کتاب وقف ہے۔ بعد کو مدرسہ کا نام کاٹ دیا۔ اپنی زندگی میں ان چیزوں کو باوجود ورثاء کے بیچ ڈالے یا کسی کو دیدے تو کوئی گناہ تو نہیں۔ مولانا اصغر حسین صاحب نے مفید الوارثین میں لکھا ہے کہ قبل مرض الموت کے اپنی چیز جس کو چاہے دے سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنے (مرنے کے) بعد مدرسہ میں کتاب وقف کرنے کے لئے کہنا یا لکھ دینا وصیت ہے، ایک تہائی مال کے اندر اندر اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں اگر وصیت سے رجوع کرنا چاہے تو اس کو حق ہے۔ شرطه شرط سائر التبرعات وان يكون

[۱]..... والملک یزول عن المرقوف بأربعة بافراز مسجد کما سیجیئ وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق به أوبقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبداً (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، البحرالرائق ص ۵/۱۹۱، تا ۵/۱۹۶، کتاب الوقف، مکتبه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۲/۵۷۰، تا ۲/۵۷۲، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

منجزاً لا معلقاً الا بکائن ولا مضافا اہ (درمختار) قولہٗ ولا مضافاً یعنی الی ما بعد الموت...... الی قولہ سیاتی فی الشرح انہ یکون وصیة لا زمة من الثلث بالموت لا قبلہ اہ شامی[۱] ص ۲۶۰ ج۳ ولہ ای للموصی الرجوع عنہا (درمختار[۲] ص ۴۲۱ ج۵). پس جس مدرسہ کے لئے چاہے وصیت کردے، بشرط الانتفاع سے مقید کرنا بھی درست ہے۔ کیونکہ یہ درحقیقت وصیت ہے جس کا نفاذ موت موصی کے بعد ہوگا۔ مالک کو اپنی چیز کے متعلق پورا اختیار ہے، مرض الوفات سے پہلے جس کو چاہے دے البتہ ہونے والے ورثاء کو محروم کرنے کی نیت نہ ہو ورنہ ظلم ہوگا۔ محض کتاب پر وقف لکھنے سے وقف تام نہیں ہوتا جب تک وہ مدرسہ میں نہ دیدیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۳ھ

کیا مدرسہ میں گھڑی دینے کی نیت سے اسکا وقف صحیح ہوجائیگا

سوال:- کسی شخص نے یہ نیت کی تھی کہ میں مدرسہ میں ایک گھڑی وقف کروں گا۔ ابھی

[۱]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۰و ۳۴۱ ج۴ کتاب الوقف، مطلب قدیثبت الوقف، بالضرورة، البحر کوئٹہ ص۱۹۳/۵، کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۲/۵۷۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۸ ج۶ کتاب الوصایا. البحر کوئٹہ ص۱۹۳/۵، کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۲/۲۷۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳]...... (فاذا تم ولزم) لزومہ علی قول الامام بأحد الامور الاربعة المارة و عندھما بمجرد القول ولکنہ عند محمد لا یتم الا بالقبض والافراز والتاید لفظ (شامی کراچی ص ۳۵۱ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فرق ابویوسف بین قولہ موقوفة الخ، مجمع الانہر ص ۲/۵۷۱/۷۲، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹہ ص ۳۹۱ تا ۵/۹۶، کتاب الوقف)

تک گھڑی لایا نہیں اور مسجد میں گھڑی کی سخت ضرورت ہے تو اس نے کہا کہ مسجد میں رکھ دو، تو ایک حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ مدرسہ کی نیت کو بدل کر اب مسجد کی نیت نہیں کر سکتے لہٰذا اس مسئلہ کو واضح کردیں کہ وہ گھڑی کہاں رکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض نیت و ارادہ کرنے سے گھڑی کا مدرسہ میں وقف کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اس کو یہ بھی حق ہے کہ بالکل گھڑی کہیں بھی نہ دے۔ یہ بھی حق ہے کہ کسی دوسرے مدرسہ میں دیدے۔ یہ بھی حق ہے کہ مسجد میں دیدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

زمین دینی مدرسہ کے لئے وقف کی اب اس میں انگریزی اور بنگلہ بھی

سوال:- زید نے کسی مدرسہ میں پچاس سال پہلے زمین وقف کی تھی آج تک مدرسہ کو اس کا فائدہ ملتا رہا پہلے نصاب میں صرف نحو، فارسی، فقہ، منطق تھا اور اب قرآن وحدیث تفسیر تک ترقی ہو چکی ہے، ضرورت کی بناء پر بنگلہ اور انگریزی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، اب واقفوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اس میں انگریزی اور بنگلہ آ گئی ہے، اس لئے ہمارے نئے مدرسہ میں اس کو دیدیا جائے۔

---

[1]......والملک یزول عن الموقوف بأربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق به أو بقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبداً (درمختار مع الشامی کراچی مختصراً ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف مطلب شرائط الواقف معتبره اذا لم تخالف الشرع، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۱ تا ۱۹۲/۵، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۵۷۱ تا ۲/۵۷۲، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کرتے وقت مدرسہ غالبًا ابتدائی حالت میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ترقی دی اور حدیث وتفسیر کی تعلیم بھی شروع ہوگئی، یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے اور اس میں واقف کا اخلاص بھی کارفرما ہے، جس طرح منطق اور ادب مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ معین اور مددگار کی حیثیت سے بقدرِ ضرورت تبعاً پڑھاتے ہیں، اسی طرح اگر کچھ بنگلہ اور انگریزی بھی بقدرِ ضرورت تبعاً پڑھائی جائے تو اس کی وجہ سے واقف کو وقف کے واپس لینے کا حق نہیں، مگر اس کا لحاظ ضروری ہے کہ خدانخواستہ یہ بنگلہ اور انگریزی آہستہ آہستہ مقصود بن کر غالب نہ آجائے، جیسا کہ بہت سے مدارس جو کہ اصالۃً دینی مدارس تھے اور کچھ مدت کے بعد ختم ہوگئے اور دینی تعلیم ختم ہوگئی وہ اسکول اور کالج بن گئے اس لئے اس کا انتظام پہلے کرلیا جائے اگر انتظام نہ ہوسکا، تو پھر وہاں بنگلہ اور انگریزی کو ہرگز داخل نہ کیا جائے، وقف کے ورثاء کو اس میں جدوجہد کا پورا حق ہوگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:- اگر مدرسہ دوسری جگہ منتقل ہوا یا درمیان میں نام بدل دیا گیا پھر اس کا نام وہی رکھا گیا تو کیا مہتمم مدرسہ کسی شرعی قباحت میں ماخوذ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلاضرورت مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا غرضِ واقف کے خلاف ہے اور منشاء واقف کو حتی

---

[1] فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، (شامی کراچی ۴/۳۴۳، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، فتح القدير ص ۶/۲۰۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

الوسع پورا کرنا لازم اور اس کی مخالفت ممنوع ہے[۱]۔ البتہ اگر پہلی جگہ غیر آباد ہو جائے تو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام بدلنا سب کچھ درست ہے کہ اس میں اضاعت سے حفاظت ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کی زمین سے راستہ

سوال:- نقشہ میں جو قدیمی راستہ دکھایا گیا ہے جو مدرسہ کے آخری سرے پر واقع ہے اس کو اہل مدرسہ اب بند کر رہے ہیں۔ چونکہ اہل مدرسہ نے راستہ سے بالکل ملی ہوئی زمین اندازاً دوسو روپیہ میں خرید لی ہے اب اہل محلّہ کو مسجد میں جانے اور سڑک دہرہ دون پر جانے میں بہت تکلیفیں ہوں گی۔ اس لئے اہل محلّہ چاہتے ہیں کہ جو زمین نئی مدرسہ نے خریدی ہے۔ اس میں سے ہمیں چار پانچ فٹ کا ایک راستہ دیدیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ مدرسہ کی زمین میں سے یہ راستہ دینا جائز ہے یا نہیں جبکہ ہم اپنے قدیمی راستہ کو دے رہے ہیں؟

۱...... انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الوقفين واجبة الخ شامی زکریا ص ۶۶۵ ج۶ کتاب الوقف مطلب مرعاة غرض الواقفين واجبة الخ. البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، تبيين الحقائق ص ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، مطبوعه امداديه ملتان.

۲...... مستفاد: والذی ينبغی متابعة المشائخ المذکورين فی جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض (الی قوله) ولا سيما فی زماننا فان السمجد أو غيره من رباط أو حوض اذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد (شامی کراچی ص ۳۶۰ ج۴ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عام راستہ قدیم زمانے سے ہے جس پر بے روک ٹوک سب ہی چلتے اور گذرتے رہے ہیں۔ اس کو بند کرنے کا حق نہیں۔ اہل محلّہ اگر کچھ راستہ مانگتے ہیں تو ان کو راستہ بنا دینا چاہئے۔ مدرسہ کی دیوار متصل بنانے پر جب راستہ بند ہو جائے اور اہل محلّہ اس کے لئے آمادہ ہیں کہ مدرسہ کی خرید کردہ زمین سے دیوار کے برابر راستہ دیدیا جائے اور جو راستہ صحن میں کوتھا اس کو مدرسہ کی حدود میں لے لیا جائے تو شرعاً اس میں مضائقہ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۵ھ

لاوارث زمین میں مدرسہ بنانا

سوال:- ایک مدرسہ ہم لوگوں نے ایسی جگہ قائم کیا ہے جو زمین تکیہ دار کے نام سے مشہور تھی پھر وہاں امام باڑہ بنایا گیا تو اس نام سے مشہور ہوگئی اس زمین میں آٹھ دس قبریں تھیں۔ قبریں مسمار ہونے پر لوگ رہنے لگے۔ امام باڑہ کی تعمیر کا نشان ابھی تک باقی ہے۔ ہم نے اس میں دینی تعلیم کا مدرسہ قائم کرلیا ہے۔ کچھ دیوار بھی بنالی ہیں تو اس جگہ پر دینی مدرسہ رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ قبروں کے لئے تھی اور مدت دراز سے وہاں کسی

---

[1]...... **مستفاد: جعل شئ أی جعل البانی شیأ من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لأنهما للمسلمین (قوله لضیقه ولم یضر بالمارین) أفاد أن الجواز مقید بهذین الشرطین (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۷۷ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئ من المسجد طریقا، النهر الفائق ص ۳/۳۳۲، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، البحر کوئٹه ص ۵/۲۵۵، کتاب الوقف، فصل فی المساجد)**

کو دفن نہیں کیا گیا۔ پرانی قبریں ختم ہو جانے پر لوگ وہاں رہنے لگے پھر وہاں امام باڑہ بنالیا گیا۔ گویا کہ وہ جگہ لاوارث اور وقف ہے یعنی اس کا کوئی مالک ہی نہیں۔ جو چاہتا ہے قبضہ کر لیتا ہے ایسی جگہ پر اگر دینی تعلیم کا مدرسہ بنالیا جائے تو درست ہے۔ مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کریں کہ فساد برپا ہو بلکہ حسن تدبیر سے کام کیا جائے[1]۔ نیز ایسی جگہ کوئی اپنا ذاتی مکان نہ بنائے[2] یا غلط کام کے لئے اس کو استعمال نہ کریں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

طلبہ کو مدرسہ کی رقم سے انعام دینا

سوال:- (۱) کیا مہتمم مدرسہ چندہ کی رقم سے طلباء کو ان کی محنت پر انعام دے سکتا ہے؟

(۲) حضرت والا ایک مدرس درکار ہے۔ ایسا ہو کہ کتب متوسط تلخیص، اصول الشاشی،

---

[1]..... ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (سوره نحل آیت: ۱۲۵، روح المعانی ص ۱۴/۲۵۴، الطباعة المصطفائیه دیوبند، تفسیر مظهری ص ۵/۳۹۰، مطبوعه دهلی،

ترجمہ :- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے بحث کیجئے۔ (بیان القرآن)

[2]..... فاذا تم (الوقف) ولزم لا یملک ولا یملک. درمختار علیٰ الشامی کراچی ص ۳۵۲/۴ کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ. فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، النهر الفائق ص ۳/۳۱۹، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

[3]..... شرط الواقف کنص الشارع درمختار علی الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

شرح تہذیب وغیرہ پڑھا سکے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مدرس درجہ قراءۃ کے لئے ہوتو مطلع فرمائیں۔ مولوی محمد یوسف صاحب بہرائچی کا خط جو احقر کے پاس آیا ہے وہ حضرت والا کی خدمت میں روانہ کررہا ہوں۔ اگر آنجناب مناسب خیال فرمائیں تو ان ہی کو رکھ لیا جائے۔ وہ اس سے پیشتر بھی کام کر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جس طرح طلبہ کو وظیفہ دے سکتے ہیں اسی طرح چندہ کی رقم سے طلباء کو ان کی محنت اور امتحان میں کامیابی پر ان کو انعام بھی دے سکتے ہیں[۱]۔

(۲) الحمد للہ سب خیریت ہے۔ استفتاء کا جواب تحریر کردیا مولانا محمد یوسف صاحب پہلے وہاں رہ چکے ہیں، وہاں کے آدمی انہیں جانتے ہیں۔ آپ نے بھی ان کو نزدیک سے دیکھا ہے۔ مجھ سے زیادہ آپ ان سے واقف ہیں۔ ایسی حالت میں آپ کی رائے انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہوگی۔ استخارہ مسنونہ کرلیں تو زیادہ اچھا ہے۔ اگر ان کا معاملہ ہوجائے تو پھر شاید آپ کو مدرس کی ضرورت نہ رہے۔ معاملہ نہ ہو یا پھر ضرورت باقی رہے تو مطلع کریں اور مشاہرہ بھی لکھ دیں۔ قاری ابھی موجود نہیں۔ آخر سال میں امید ہے مل جائیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۵/۴/۸ھ

---

[۱] ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة "الدرالمختار" شرط الواقف اولا، ثم ما اقرب الى العمارة، واعم للمصلحة، وكذلك الى آخر المصالح، شامی کراچی ص۴/۳۶۷، کتاب الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف الخ، البحر كوئٹه ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۶۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر.

مدرسہ میں قرآن کریم وقف ہونے کے بعد اسکو فروخت کرنا

سوال:۔مردہ کے ایصال ثواب کے لئے بعض لوگ مدرسہ میں قرآن شریف وقف کرتے ہیں، مدرسہ والے اس کو فروخت کرکے قیمت کو مدرسہ کے کام میں لگاتے ہیں، تو کیا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقف ہونے کے بعد اس کو فروخت کرنا جائز نہیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اساتذہ کا امتحانی کاپیوں کو فروخت کرنا

سوال:-مکاتب کے امتحان سہ ماہی وسالانہ وغیرہ طلبہ سے کاپیاں بنوائی جاتی ہیں طلبہ امتحان کے بعد وہ کاپیاں اساتذہ کے پاس جمع کردیتے ہیں بلکہ اساتذہ جمع کرلیتے ہیں، پھر ان کو حسب موقع فروخت کرکے قیمت خود استعمال کرلیتے ہیں۔کیا شرعاً یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر استاد کی خدمت میں وہ ہدیۃً پیش کردیتے ہیں تو حسب قاعدہ شرعیہ ہبہ تام ہونے پر

---

[۱] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ویعار ولایرهن الخ درمختار علی الشامی کراچی، ج۴/ ص ۳۵۱/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار ولاترهن، البحرالرائق، ج۵/ص ۲۰۵/ کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ج۲/ ص ۵۸۰/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

موہوب لہٗ کو ان کاپیوں کے اوراق کی قیمت کا اپنے کام میں لانا شرعاً درست ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذمہ دار کو مدرسہ کے لئے روپیہ دیا اس نے کھالیا

سوال:- زید نے مسجد یا مدرسہ میں یا کسی بھی نیک کام میں روپے دیئے اور امانت داروں نے وہ روپے کھالئے اور حساب نہیں لگایا۔ تو کیا دینے والے کو ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو ثواب ملیگا، درمیان میں کھانے والوں کی پکڑ ہوگی، انکے ذمہ ضمان لازم ہوگا[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۴ھ

مدرسہ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا بطورِ قرض

سوال:- مدرسہ کے روپے پیشگی چھ سو سات روپے اپنے کام میں خرچ کر دینا جائز

---

[۱]...... وأما حكمها (الهبة) فثبوت الملك للموهوب له (عالم گیری کوئٹه ص۳۷۴ ج۴، اول كتاب الهبة، الدر مع الشامی کراچی ص۶۸۸/۵، کتاب الهبة، بحر کوئٹه ص۲۸۴/۷، اول كتاب الهبة)

[۲]...... ومنها الا تلاف حقيقة أومعنى لان اتلاف ما ل الغير بغير اذنه سبب لوجوب الضمان (الى قوله) ولو أنفق المودع بعض الوديعة ضمن قدر ما أنفق (بدائع کراچی ص۲۱۳ ج۶ كتاب الوديعة، مجمع الانهر ص۲۷، ۳/۴۷۳، كتاب الوديعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شرح المجلة ص۱/۴۲۶، الباب الاول فی احکام عمومية تتعلق بالامانات، رقم المادة (۷۶۸) الكتاب السادس في الامانات، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

ہوگا۔ مدرسہ کے کام کے وقت نہ دے سکے اور ہر مہینہ کی تنخواہ میں کاٹ دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کے پاس مدرسہ کا روپیہ امانت رکھا ہو اس کو وہ روپے اپنے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں[1] یہ خیانت ہے جو کہ بروئے حدیث منافق کی علامت ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسجد ومدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا

سوال:-ضرورت ہو تو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور مدرسہ کی رقم مسجد میں بطور قرض لے کر استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر قرض وصول ہونے پر اعتماد ہو ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو تو منتظمہ کے مشورہ سے

---

[1]..... والاتلاف حقيقة أو معنى (الى قوله) ولو انفق المودع بعض الوديعة ضمن قدر ما انفق (بدائع کراچی ص ۲۱۳ ج ۶ کتاب الوديعة، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۸/۴، الباب الرابع فيما يكون تضييعا للوديعة الخ، مجمع الانهر ص ۴۷۳/۳، کتاب الوديعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

[2]..... قال رسول الله ﷺ آية المنافق ثلث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان (مشكوٰة شريف، ص ۱۷ باب الكبائر وعلامات المنافق، بخاری شريف ص ۱۰/۱، علامة المنافق، المكتبة الاشرفية ديوبند، مسلم شريف ص ۵۶/۱، باب خصال المنافق، مكتبه بلال ديوبند)

ترجمہ:-رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

درست ہے۔ للمتولی اقراض مال المسجد بامر القاضی اھ شامی ج۴ ص۴۰۳[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کا روپیہ قرض دینا

سوال:- ایک مکتب ہے جس کی زیادہ تر آمدنی چرم قربانی، صدقۂ فطر غلہ کا چالیسواں حصہ ہے۔ مہتمم مدرسہ نے ایک مدرس کو بطور قرض کے کچھ روپیہ دیا تھا اتفاق سے ان کی موت ہوگئی اب اس قرض کی واپسی کی کوئی شکل نہیں ہے اور نہ مہتمم صاحب ہی موجود ہیں۔ کہ وہ خود قرض کو اپنی طرف سے ادا کردیں۔ اس بار قرض کو ختم کرنے کے لئے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فطرہ کی آمدنی میں سے کسی غریب کے حوالہ کردیا جائے اور اس غریب سے ماسٹر صاحب کے قرض کی ادائیگی میں روپیہ مدرسہ میں جمع کرایا جائے۔ اگر یہ صورت شرعاً جائز ہو تو دونوں صاحبان قرض کے بار سے سبکدوش ہوجائیں گے اور کیا مدرسہ کی اس طرح کی آمدنی سے کسی ضرورت مند کو قرض دیا جاسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح قرض ادا کردینا مناسب ہے جب کہ اور کوئی صورت نہ ہو[2]۔ مدرسہ کا روپیہ

---

[1]...... شامی کراچی ص۴۱۷ ج۵ کتاب القضاء، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم ونحوہ. مجمع الانہر ص۳/۲۴۰، کتاب القضاء، مکتبہ عباس احمد الباز، البحر الرائق ص۵/۲۳۹، کتاب القضاء، مکتبہ کوئٹہ.

[2]...... لا یصرف الی بناء نحو مسجد وکفن میت وقضاء دینہ (الی قولہ) وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ہذہ الا شیاء (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۵ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، ہندیہ ص۲/۴۷۳، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات، مکتبہ کوئٹہ، الاشباہ والنظائر ص۲۱۸، الفن الخامس، مکتبہ اشاعة الاسلام دھلی)

قرض دینے کی اجازت نہیں۔ مہتمم امین ہے اور امانت میں ایسا تصرف کرنے کا حق نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کی رقم قرض لینا

سوال:- اراکین مدرسہ حسینیہ تجوید القرآن منصور پور مدرسہ کی تحویل میں سے کچھ رقم قرض حسنہ شرعیہ کسی مدرسہ کو دینا چاہتے ہیں ایسی رقم قرض حسنہ کے طور پر دینا درست ہے یا نہیں؟ بحکم جناب مہتمم صاحب مدرسہ ہٰذا یہ امر استنفسار طلب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اراکین مدرسہ امین ہیں۔ مدرسہ کی تحویل امانت ہے۔ امین کو امانت سے قرض دینا جائز نہیں[۲]۔ ہاں اگر چندہ کی رقم ہو اور چندہ دینے والوں کی طرف سے اجازت ہو تو گنجائش ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

---

[۱]...... واما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة في يده ووجوب ادائه عند طلب مالكه كذا في الشمني والوديعة لا تودع ولاتعار ولا تؤاجر ولا ترهن وان فعل شيئا منها ضمن، هنديه ص ۴/۳۳۸، كتاب الوديعة، الباب الاول، مكتبه دارالكتاب ديوبند، البحر الرائق ص ۷/۲۷۵، كتاب الوديعة، مكتبه كوئٹه، مجمع الانهر ص ۳/۴۶۷، كتاب الوديعة، مكتبه عباس احمد الباز، ان القيم ليس له اقراض ما ل المسجد (بحر كراچی ص ۲۳۹ ج ۵ كتاب الوقف)

[۲] ان القيم ليس له اقراض مال المسجد، البحر الرائق ص ۵/۲۳۹، كتاب الوقف، مكتبه كراچی، هنديه ص ۴/۳۳۸، كتاب الوديعة الباب الاول، مجمع الانهر ص ۳/۴۶۷، كتاب الوديعة، مكتبه عباس احمد الباز. (حاشیہ ۳/ اگلے صفحہ پر)

مدرسہ کے روپیہ سے تجارت

سوال:- درسِ نظامی کورس کے مطابق ایک خالص دینی مدرسہ ہے اس مدرسہ میں مختلف عطایا بطور امداد کے لوگ دیتے ہیں مثلاً زکوٰۃ، صدقۂ فطر، چرمِ قربانی اور اس کی قیمت، منت وغیرہ کی اور وہ روپیہ مدرسہ کے لڑکوں کے کھانے وغیرہ میں خرچ ہوتا ہے۔ لیکن مدرسہ کے سکریٹری صاحب نے مدرسہ کے مفاد کے لئے تجارت کی نیت سے کئی ہزار روپیہ مدرسہ کے فنڈ سے لے کر گول آلو خرید کر برف گھر میں رکھ دیئے۔ کئی مہینہ کے بعد جب بیچنے کا ارادہ کیا اس وقت آلو کا دام بازار میں گر گیا تھا جس سے سولہ سو روپیہ کا نقصان ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ سے جمع شدہ روپئے کو لے کر اس طریقہ سے آلو یا اور کوئی چیز تجارت کی نیت سے خریدنا سکریٹری صاحب کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو روپیہ نقصان ہوا اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اور اگر نفع ہوتا تو نفع کے روپیہ کا مالک کون ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے تجارت کرنا جائز نہیں، جتنا نقصان ہوا اس کا ضمان سکریٹری پر لازم ہوگا[1]۔ اگر وہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] شرط الواقف کنص الشارع، شامی ص ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، مکتبہ کراچی، البحر ص ۲/۲۴۵، کتاب الوقف، مکتبہ کوئٹہ، النہر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ومقتضیٰ ما قالہ ابو سعود انہ یقبل قولہ فی حق براءۃ نفسہ لا فی حق صاحب الوظیفۃ لانہ امین فیما فی یدہ فیلزم الضمان فی الوقف لانہ عامل لہ وفیہ ضرر بالوقف، شامی کراچی ص ۴/۴۴۹، مطلب اذا کان الناظر مفسدا لا یقبل قولہ، کتاب الوقف، ولا یجوز للقیم شراء شئ من مال المسجد لنفسہ ولا البیع لہ وان کان فیہ منفعۃ ظاھرۃ للمسجد (الی قولہ) لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیالہ ولا اقراضہ فلو اقرضہ ضمن (بحر، کراچی ص ۲۳۹ ج۵ کتاب الوقف)

روپیہ زکوٰۃ کا تھا تو اتنی مقدار زکوٰۃ دینے والوں کو واپس کرے[1]۔ اگر وہ لوگ پھر دیدیں کہ اس کو طلباء پر خرچ کردو تو مستحق طلباء کے لئے اس روپیہ سے کھانے کپڑے کا انتظام کردے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۲ھ

مدرسہ کی رقم سے تجارت اور عمارت مدرسہ پر مسجد

سوال:-(۱) ایک مدرسہ میں مدرسہ کی تحویل سے تحویل دار غلہ وغیرہ خرید لیتے ہیں، اگر نفع ہوتا ہے تو مدرسہ کو دیتے ہیں، نقصان کو وہ اپنی جیب سے پورا کرتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

(۲) ایک شخص نے مدرسہ کی عمارت میں اوپر کی منزل پر مسجد بنوائی ہے، یوں کہتے ہیں، کہ محلّہ کی مسجد میں لوگ طلباء پر اعتراض کرتے ہیں کہ بدھنی توڑتے ہیں، شور کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، کیا یہ شرعاً مسجد کے حکم میں ہے؟ اور اگر محلّہ کا کوئی شخص اس مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تحویلدار امین ہے اس کو امانت کے روپیہ میں اس طرح تصرف کرنے کا حق نہیں، آئندہ احتیاط رکھے[2]۔

---

[1]...... رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بهافانفقها الوكيل ثم تصدق عن الآمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا العشرة (الهنديه، كوئٹه ص ۶۴۴ ج۳ كتاب الوكالة، الباب العاشرفي المتفرقات، شامی کراچی ص ۲۶۹/۲، كتاب الزكاة، خانيه على الهندية ص ۲۹۹/۳، باب الرجل يجعل داره مسجدا، مطبوعه كوئٹه)

[2] وليس للمودع حق التصرف والا سترباح في الوديعه (مبسوط ،ص ۱۲۲/ج ۱۱/ كتاب الوديعة، عالمگیری ص۳۳۸/۴، كتاب الوديعة، الباب الاول الخ، مطبوعه كوئٹه، الاشباه والنظائر ص ۱۵۰، الفن الثانی كتاب الامانات والوديعة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی)

(۲) یہ شرعی مسجد نہیں جبکہ تحتانی منزل مدرسہ کی ہے، یہاں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ہوگا، مگر نماز ادا ہو جائے گی[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین // // //

امتحان کی کامیابی پر مٹھائی فنڈ سے

سوال:- دینیات کے امتحان میں بچوں اور حاضرین کو شیرینی تقسیم کرنے میں اسکول کے فنڈ سے خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فنڈ میں جمع کرنے والے اگر اس تصرف سے راضی ہیں تو جائز ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] وحاصله ان شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً (شامی کراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احكام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰/۳، كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر ص ۲۵۱/۵، كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۳۴/۶، كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[۲]...... اس لئے کہ یہ امانت ہے جس کو معطی کی رضامندی کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں۔ ومنها (أی من اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الوديعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ كتاب الوديعة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۸/۴، كتاب الوديعة، الباب الاول، البحر کوئٹه ص ۲۷۵/۷، كتاب الوديعة)

زکوٰۃ کی رقم سے خرید کردہ غلہ نرخ کم ہونے کے بعد فروخت کیا گیا

سوال:- ایک دینی مدرسہ کے صدر نے مدرسہ کے مطبخ کے خرچ کے لئے فصل کے موقع پر گندم اس خیال سے خرید لیا کہ سال گذشتہ غلہ کا نرخ بہت گراں ہو گیا تھا۔ اس سال نرخ گر گیا کہ ۳۱/ پیسہ فی کلو کا فرق ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صدر مدرس نے ایک روپیہ ۳۱/ پیسہ کے حساب سے گندم دس کوئنٹل خرید لیا۔ اب یہاں کا بھاؤ ایک روپیہ ۵/ پیسہ ہے۔ اب طلباء کے نہ ہونے سے مطبخ بھی بند ہو گیا۔ اب اس کے فروخت کرنے میں مدرسہ کا خسارہ ہے۔ گندم بھی زکوٰۃ کی رقم سے خریدا گیا ہے تو اب یہ خسارہ کون دے گا اور زکوٰۃ کی رقم سے گندم کی خریداری درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوٰۃ کی رقم سے طلباء کے لئے غلہ خریدا اس وقت طلباء کے واسطے مطبخ موجود تھا پھر طلباء موجود نہ رہے، مطبخ بند کر دیا گیا۔ غلہ طلباء ہی کے لئے لیا گیا تھا اور زکوٰۃ طلباء کے کھانے کے واسطے ہی دی گئی تھی۔ لہٰذا مطبخ بند ہو جانے پر وہ غلہ معطین کو واپس کر دینا چاہئے تھا یا ان کی اجازت سے دیگر مستحقین کو دینا چاہئے تھا[1] مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ غلہ فروخت کر کے روپیہ بنا لیا گیا جس میں خسارہ ہوا۔ مدرسہ کے ذمہ دار پر اس خسارہ کا ضمان لازم نہیں[2] ہوگا۔ البتہ اس کو

[1] الوکیل یتصرف بولایة مستفادة من قبل المؤکل فیلی من التصرف قدر ما ولاہ (بدائع زکریا ص ۵/۲۶، کتاب الوکالة، بیان حکم التوکیل، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکاة، قبیل باب السائمة.

[2]..... اذا ضاعت (الودیعة) فی ید المودع بغیر صنعه لا یضمن (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، مجمع الانهر ص۳/۴۶۸، کتاب الودیعة، سکب الانهر ص۳/۴۶۸، دارالکتب العلمیة بیروت)

چاہئے کہ معطین کو پوری صورتِ حال کی اطلاع دے کر قیمت کے متعلق استصواب رائے کریں۔ وہ اگر اپنی قیمت واپس لینا چاہیں اور خود مستحقین پر صرف کرنا چاہیں تو ان کو واپس دیدے۔ اگر وہ بعد تملیک تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنے کی اجازت دیں تو اس کے موافق عمل کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۹۵ھ

مدرسہ کی ملک میں بلا اجازت تصرف کا کفارہ

سوال:- ایک شخص زمانہ طالب علمی میں زائد خوراکیں لاتا رہا مطبخ کے کوئلے بھی لاتا رہا اب اس گناہ پر شرمندہ ہے اور اس گناہ پر کفارہ دینا چاہتا ہے کیا صورت کرے اور اگر دارالعلوم میں کچھ بھیجے تو کس مد میں خرچ کر دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کل رقم کا تخمینہ کر کے واجب التملیک (صدقہ الفطر قیمت چرم قربانی زکوۃ نذر وغیرہ کے) مد میں مدرسہ دارالعلوم کو بھیجتا رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباہ والنظائر ص۲۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ دار الاشاعت دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدۃ: ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

[2]..... من ملک أموالا غیر طیبة أوغصب أموالا وخلطها ملکھا بالخلط ویصیر ضامنا (شامی کراچی ص ۲/۲۹۱ کتاب الزکاۃ، مطلب فیما صادر السلطان جائرافنوی بذٰلک الخ، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۲۸۹، کتاب الزکاۃ، الفصل العاشر فی بیان ما یمنع وجوب الزکاۃ، منحۃ الخالق علی ھامش البحر کوئٹہ ص ۲/۲۰۵، کتاب الزکاۃ)

مدرسہ امدادیہ مرآدباد کی چھت پر مسجد شاہی کا پرنالہ

سوال:- (۱) مسجد شاہی مرادآباد کے شمالی جانب چھت کا کچھ حصہ مسجد کی وسطی چھت سے نیچا ہے اس حصہ کا پرنالہ شمال کی جانب مدرسہ امدادیہ میں جاری تھا، اب مدرسہ امدادیہ والوں نے یہ پرنالہ بند کردیا ہے، اوراس پرنالہ کے پانی کے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے مسجد کی چھت کے اس حصہ پر برساتی پانی رک کر مسجد کی دیوار کو نقصان پہنچا رہا ہے، اور دیوار کے گرنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔

(۲) نیز مدرسہ امدادیہ والوں نے مسجد کی شمالی جانب کی دیوار پر اپنے کمرہ کا لینٹر لگایا اوراس کے اوپر چندفٹ مزید چنائی بھی کردی لہٰذا (الف) مدرسہ امدادیہ والوں کے لئے یہ دونوں فعل شرعاً کیا حیثیت رکھتے ہیں، اب اس دور پرفتن میں مسجد کے حق کو حاصل کرنے کے لئے مقدمہ بازی نہ کرنا کیا منتظمین مسجد کیلئے جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

(۱) اگر یہ پرنالہ زمانہ قدیم سے ہے اب نیا نہیں بنایا گیا تو اس کو بدستو جاری رکھا جائے مفتیٰ بہ قول کے موافق اس کو روکنے اور بند کرنے کا حق نہیں۔

"لوکان مسیل سطوحه الی دار رجل وله فیها میزاب قدیم فلیس له منعه وهذا استحسان جرت به العادة اما اصحابنا فقد اخذ وابالقیاس وقالوالیس له ذلک الا ان یقیم البینة ان له حق المسیل والفتوی علی ماذکره ابواللیث وفی البزازیة وبه ناخذ اھ وهوموافق للقاعدة الاٰتیة ان القدیم یترک علیٰ قدمه تاملھ شامی[۱] ص۲۸۵/ج۵/۔

[۱] شامی کوئٹه ص۳۱۵/ج۳/ کتاب احیاء الموات، فصل فی الشرب. شامی زکریا ص۱۰/۲۰، المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۱۱۷/۶، کتاب الشرب، الفصل الثانی فی مسیل الماء ومسایل السطح.

(۲) مسجد کی دیوار پر گاڈر لینٹر کڑی وغیرہ رکھ کر مسجد سے متعلق کوئی تعمیر کرنا بھی درست نہیں چہ جائیکہ مدرسہ کی تعمیر کی جائے، اس کا وہاں سے ہٹانا ضروری ہے "**لو بنی فوقه بیتاً للامام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عینت ذالک لم یصدق فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علیٰ جدار المسجد (درمختار) مع انه لم یاخذ من هواء المسجد شیئا ونقل فی البحر قبله ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه** اھ شامی[۱] ص ۳۷۱ / ج ۳ / متولی وجماعت منتظمہ کے ذمہ استخلاص ضروری ہے بغیر مقدمہ کے ہوجائے تو بہتر ہے، مقدمہ میں دردسر ہے، خرچ زیادہ وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے، حدود شرع کی رعایت نہیں ہوتی ہے، کبھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے، کبھی رشوت دینے کی نوبت آتی ہے، قلوب میں شحناء و بغض کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، دوسروں کو عیب جوئی اور غیبت کا موقع ملتا ہے، منتظمین اوقاف کی طرف سے عوام کو بے اعتمادی ہوتی ہے، کہ یہ لوگ اوقاف کا روپیہ مقدمہ بازی میں خرچ کرتے ہیں علماء کی طرف سے بدظنی پیدا ہوتی ہے کہ یہ لوگ ارباب علم وصلاح ہونے کے باوجود معمولی باتوں کو بھی باہم مصالحت کر کے نہیں نمٹا سکتے اور قرآن وحدیث کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتے بلکہ خدا اور رسول کے دشمنوں کے پاس اپنے مذہبی معاملات کا مقدمہ لیجاتے ہیں اور غیرت ایمانی کے بھی خلاف ہے کہ اہل علم ہوکر فیصلوں کیلئے ایسوں ویسوں کے پاس جائیں بہتر یہ ہے کہ کسی ذی علم کو دونوں فریق ثالث مقرر کر کے اس کے فیصلہ پر راضی ہوجائیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/ ۸۷ھ

---

[۱] **درمختار علی الشامی کوئٹه، ص ۴۰۶ / ج ۳ / کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد. شامی زکریا ص ۶/۵۴۸، المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱، ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.**

پولیس کا قیام مدرسہ کے کمرہ میں

سوال:- گورنمنٹ کہتی ہے کہ چھٹی کے موقعہ پر آپ کے مدرسہ میں پولیس کے قیام و طعام کا انتظام رہے گا۔ بند خالی کمروں میں پولیس کا رہنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے وقف ہے۔ غیر متعلق لوگوں کا وہاں قیام و طعام غرض واقف کے خلاف ہے۔ اس لئے اجازت نہیں۔ اس کا انتظام دوسری جگہ کیا جائے۔ ہاں اگر مدرسہ ہی کے مصالح کے لئے ہو تو اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کا مکان کرایہ دار سے خالی کرانا

سوال:- ایک مسلمان حجام نے اپنا مکان کرایہ پر دوسرے کو دیدیا ہے۔ اس پر کرایہ دار نے چکی لگادی۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک مکان نے خالی کرانے کی کوشش کی۔ کرایہ دار نے خالی نہیں کیا۔ مالک مکان نے نصف مکان مدرسہ اسلامیہ میں دیدیا ہے اور بقیہ نصف مکان عیدگاہ کی مرمت کے لئے وقف کردیا ہے۔ جس نصف مکان کو مدرسہ میں دیا تھا اس میں تین کمرے تیار ہوئے ہیں جن میں سے دو کمروں میں مدرسہ کا کام ہورہا ہے اور ایک کمرہ سابق کرایہ دار کے قبضہ میں ہے دو روپیہ ماہوار کرایہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ اس

---

[1]...... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۴۵/۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز المکة المکرمة)

کمرے کے ۲۰ روپیہ ماہوار کرایہ دیتے ہیں لیکن کرایہ دار خالی نہیں کرتا ہے اور جو نصف مکان مالک مکان نے عیدگاہ کے لئے دیا تھا وہ بھی اسی کرایہ دار نے اپنے قبضہ میں کرلیا ہے جس کا دو روپیہ ماہوار کرایہ دیتا ہے۔ مالک مکان نے محفل میلاد شریف قائم کرکے تمام مسلمانوں کے درمیان یہ کہا تھا کہ یہ نصف مکان بیچ کر عیدگاہ کی مرمت کرادی جائے۔ مالک مکان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب تمام مسلمانوں کی خواہش ہے کہ اس مکان کو نیلام کرکے عیدگاہ کی مرمت کرادی جائے لیکن کرایہ دار خالی نہیں کرتا ہے۔ ایسی صورت مسئولہ میں مسئلہ شرعی کیا ہے اور مسلمان کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ کا کمرہ اس چکی والے سے خالی کراکے دوسرے شخص کو آباد کرادیا جائے۔ اس کیلئے قانونی چارہ جوئی کیجائے۔ اگر اہل مدرسہ مناسب سمجھیں تو موجودہ کرایہ دار کو خالی کرانے کا نوٹس دیدیں کہ مدرسہ کیلئے ضرورت ہے اور قانوناً ایسی صورت میں وہ خالی کرنے پر مجبور ہوگا۔ پھر اس جگہ بھی مدرسہ کیلئے کمرہ بنادیا جائے یا سمجھوتہ کرکے کرایہ میں اضافہ کرالیا جائے اور کہدیا جائے کہ اگر اضافہ نہ کیا تو مقدمہ کرکے خالی کرایا جائے گا[1]۔ نصف مکان جو عیدگاہ کیلئے دیا ہے اگر فروخت کرکے مرمت کیلئے دیا ہے تو اس کو فروخت کردیا جائے پھر خریدار اگر مضبوط ہوگا تو وہ خالی کرائے گا یا کرایہ میں اضافہ کریگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۰ھ

---

[1] حانوت وقف وعمارته ملک لرجل ابی صاحب العمارة ان یستاجر باجر مثله ینظر ان کانت العمارة لو رفعت یستاجر باکثر مما یستاجر صاحب العمارة کلف رفع العمارة، ویؤجر من غیره لان النقصان عن اجر المثل، وفیه وکذا اذا آجرها الواقف سنین کثیرة ممن یخاف ان تتلف فی یده قال یبطل القاضی الاجارة ویخرجها من ید المستاجر، البحر کوئٹه ص۲۳۷/۵، کتاب الوقف، التاتارخانیة ص ۷۵۲/۵، کتاب الوقف، الفصل السابع، خانیه علی الهندیة، ص ۳۳۴/۳، کتاب الوقف، فصل فی اجارة الاوقاف.

ملازم مدرسہ کی اولاد کا مدرسہ کے مکان میں رہنا

سوال:- ہندوستان سے پانچ سال کی مدت کیلئے ایک استاذ مدرسہ میں پڑھانے کی غرض سے بلائے گئے، یہاں انکو تنخواہ کے علاوہ مدرسہ کیلئے وقف شدہ مکان بلا کرایہ دیا گیا جس میں ہر ماہ پانی اور بجلی کا خرچ بھی مدرسہ کے ذمہ رہا، پانچ سال پورے ہونے پر ملازمت کی تجدید نہیں کی گئی۔ مگر موصوف نے پڑھانے کا کام جاری رکھا۔ اور اس اوقاف کے مکان میں موصوف کے دونوں صاحبزادوں کا قیام ہے۔ ان میں ایک شادی شدہ اور دوسرا غیر شادی شدہ ہے، شادی شدہ لڑکے کی دوکان ہے اور غیر شادی شدہ لڑکے کی آمدنی اپنے باپ کی آمدنی سے زیادہ ہے، یہ دونوں صاحبزادے اسی اوقاف کے مکان میں اپنے باپ کے ساتھ رہتے ہیں، لڑکے کی شادی ہوجانے کی وجہ سے مکان تنگ ہورہا ہے۔ اور ساتھ ہی پانی اور بجلی کے خرچ میں اضافہ ہورہا ہے، تو کیا اب بھی مدرسہ استاذ اور ان کے لڑکوں کی رہائش کا ذمہ دار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب معاملہ ملازمت کا پانچ سال کے لئے تھا تو مدت پوری ہونے پر ملازمت ختم ہوگئی۔ نہ مدرسہ کے مکان میں قیام کا حق رہا نہ تنخواہ کا استحقاق باقی رہا۔ لیکن پانچ سال گذرنے کے بعد اہل مدرسہ نے ان کو بدستور کام پر رکھا۔ وہ کام کرتے رہے، تنخواہ ملتی رہی، مدرسہ کے مکان میں قیام رہا۔ تو یہ عملی طور پر گویا معاملہ ملازمت بشرط سابق تجدید ہوگئی[1]۔ جب تک کہ

[1]...... المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام باب ماذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس) ومن استأجر دارا او ارضا کل شهر بکذا بلا بیان المدة صح العقد فی شهر فقط ...... فلکل فسخها ...... وظاهر الروایة بقاءه ای الخیار لکل منهما فی اللیلة الاولی من الشهر الداخل ویومها وبه یفتی للعرف، مجمع الانهر ۳/۵۳۱، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

ترجمہ:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

مدرسہ والے ان کو الگ نہ کرے وہ ملازم ہے۔ ان کے جولڑکے بالغ اور کمانے والے ہیں اور ان کا نفقہ خود ان کی کمائی سے پورا ہوتا ہے والد کے ذمہ واجب نہیں [1]، ان کو مستقلاً مدرسہ کے مکان موقوفہ میں رہنے کا حق نہیں ہے خاص کر جب کہ ان کی وجہ سے بجلی و پانی کے مصارف مدرسہ پر زیادہ پڑتے ہیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۲ھ

مکان مدرسہ میں ملازم کا بلا کرایہ رہنا

سوال: - ایک شخص مدرسہ میں ملازمت کرتا ہے اور مدرسہ کے مکان میں بلا کرایہ ادا کئے رہتا ہے اور اپنی ضرورت کے سب ہی کام اس میں کرتا ہے۔ تو اس کے لئے مکان جائز ہونے کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بے خطر صورت تو یہ ہے کہ مدرسہ کو کرایہ ادا کرے لیکن اگر مدرسہ اپنے ملازم کو مکان بھی دیتا ہے اور کرایہ نہیں لیتا اور یہ مکان کا بلا کرایہ دینا بمنزل جزو تنخواہ ہے کہ اگر مکان نہ دے تو ملازم زیادہ تنخواہ کا مطالبہ کرتا ہے اور مدرسہ کا مفاد اسی میں ہے کہ کم تنخواہ کا ملازم رکھا جائے اور

---

[1]..... ولا يجب على الاب نفقة الذكور الكبار (عالمگیری کوئٹہ ص ۵۶۳ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، شامی کراچی ص ۶۱۵/۳، مطلب الكلام على نفقة الاقارب)

[2]..... شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر کوئٹہ ص ۲/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

مکان بھی اس کو بلا کرایہ دیا جائے۔ تو اس میں بھی گنجائش ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کے کمرہ میں ملازم کے بچوں کو رکھنا

سوال:- امام صاحب کے بچے، اہلیہ مدرسہ کے کمرہ میں رہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو حرام بتلا کر عوام کو بہکاتے ہیں۔ آیا مدرسہ اسلامیہ میں اہلیہ کو رکھنا حرام ہے یا حلال؟ جو حرام بتلاتے ہیں شریعت کے نزدیک وہ کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص امام یا کوئی بھی مدرس ہو اور اس کی ملازمت کیلئے مدرسہ کی طرف سے مکان کا بھی معاملہ ہے تو اسکو اپنے بچوں اور اہلیہ کو مدرسہ کے مکان میں رکھنا شرعاً درست ہے۔ جو شخص اسکو ناجائز کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، پردہ کا لحاظ بہرحال ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... مستفاد: ولو أذن قيم مؤذناً ليخدم مسجداً وقطع له الا جرو جعل ذلك اجرة المنزل وأجر المثل جاز(بحر، کوئٹہ ص ۱۴۲ ج۵ كتاب الوقف، ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم ما هو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الخ، الدرالمختار على الشامى ص ۳۶۶/۴، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو اقرب، مطبوعه كراچى، البحر كوئٹہ ص ۲۱۳/۵، كتاب الوقف، عالمگيرى كوئٹہ ص ۴۶۲/۲، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر.

[۲]..... المسلمون على شروطهم (ترمذى شريف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحكام، باب ماذكر عن النبى ﷺ فى الصلح بين الناس، ابوداؤد شريف ص ۵۰۶/۲، كتاب القضاء، باب فى الصلح، مطبوعه دراالكتاب ديوبند، بخارى شريف ص ۳۰۳/۱، كتاب الاجارة، باب السمسرة، مطبوعه اشرفى ديوبند) **ترجمہ**:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

مدرسہ موقوفہ کی جگہ بارات کے لئے کرایہ پر دینا

سوال:- ہمارے گاؤں کھیڑی کی آبادی ۱۹۴۷ء سے پہلے تقریباً چھ سو مسلمان گھروں پر مشتمل تھی۔اس دوران یہاں ایک چھوٹا مدرسہ قائم کیا گیا، جب اس کے اندر طلبا نہ آسکے تو پھر ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا گیا تھا۔مگر خدا کی شان کی بات ہے۔گڑ بڑ ہو جانے کی وجہ سے تمام مسلمان چلے گئے۔صرف پچاس ساٹھ گھر مسلمانوں کے رہ گئے۔اب جو چھوٹا مدرسہ ہے اس کے اندر ہم لوگ یہاں شادی میں آنے جانے والے آدمیوں کے اتارنے کا سلسلہ چل رہا ہے اور بڑے مدرسہ کے اندر دس پندرہ بچے پڑھنے والے ہیں۔وہ وہاں تعلیم پاتے ہیں۔اب ہمارے یہاں کے لوگوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے قربانی، فطرہ اور خیرات کی رقم اس چھوٹے مدرسہ پر مسافر خانہ کے لحاظ سے لگانا چاہتے ہیں، یہ جائز ہے نا جائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چھوٹا اور پرانا مدرسہ جو خالی پڑا ہے اس میں جو لوگ بیاہ شادی میں مہمانوں کو ٹھہراتے ہیں ان سے کچھ کرایہ لیا جائے اور وہ کرایہ کی رقم نئے مدرسہ میں جو بڑا ہے اور آباد ہے اس میں خرچ کیا جائے[1]۔فطرہ اور قیمت چرم قربانی مسافر خانہ کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1]...... مستفاد: ومثله حشيش المسجد وحصيره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر اذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر اليه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۹ کتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، مجمع الانهر ص ۲/۵۲۶، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت، هندية ص ۲/۴۷۸، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر. (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)

P

E:\f.m.Fainal\Jidl-23\ Madarse ke waqf ke bechne

تعلیم گاہ کو کرایہ پر دینا

سوال:- دینی تعلیم کے لئے ایک عمارت برادری کے پیسے سے بنائی گئی لیکن شہر کے جو مدرسہ کے ذمہ دار اور امین ومتولی ہیں ان لوگوں نے عام لوگوں کی رائے کے بغیر اس عمارت کو تعلیم کا کام بند کر کے سرکار کو تین سو روپے ماہوار میں کرایہ پر دیدیا۔ اب بچے تعلیم کے لئے پریشان ہیں۔ کیا امین اور متولی کا ایسا فعل شرعاً جائز ہے؟ ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے جن کو بچوں کی تعلیم سے زیادہ دنیوی روپے پیسے محبوب ہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ دینی تعلیم بھی ضروری ہے اور یہ قوم کی امانت ہے۔ تو جواب دیا کہ پڑھاؤ یا نہ پڑھاؤ ہم نے دیدیا۔ اب ان لوگوں کو کس لفظ سے یاد کرنا چاہئے اور کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عمارت دینی تعلیم کے لئے عام مسلمانوں کے چندہ سے بنائی گئی اور وہاں دینی تعلیم ہوتی ہے تو ایسی عمارت کو روپے حاصل کرنے کے لئے کرایہ پر دیدینا اور دینی تعلیم کو بند کردینا متولی کے لئے شرعاً درست نہیں[۱]۔ ایسے شخص کو متولی نہ بنایا جائے[۲]۔ اگر صورت حال کچھ اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲...... ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۴ ج ۲ کتاب الزکاة، اول باب المصرف، هندیة ص ۱۸۸/۱، کتاب الزکوة، الباب السابع فی المصارف، البحر کوئٹه ص ۲۴۳/۲، کتاب الزکوة، باب المصرف)

(حاشیہ صفحہ هذا) ۱...... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۲۴۵/۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶/۳، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

۲...... القیم اذا لم یراع الوقف یعزله القاضی (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۲۴۵/۵، کتاب الوقف)

ہے تو اس کو تفصیل سے لکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۶ ۱۴۰۶ھ

تعلیم کے لئے موقوفہ عمارت میں مہتمم کا قیام یا اس سے کرایہ وصول کرنا

سوال:- مدرسہ کے لئے وقف شدہ عمارت کو صحیح اس وقت سمجھا جائے گا جبکہ اس میں تعلیم ہو یا منتظمین مدرسہ اگر کسی کو کرایہ پر دیدیں اور اس کا کرایہ مدرسہ کو ملے یا مہتمم مدرسہ قیام کریں اور اس سلسلہ میں ان کی تنخواہ سے بچت ہو۔ ان دونوں صورتوں میں بھی عمارت کو مدرسہ کے لئے وقف صحیح سمجھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ واقف کی غرض اصلی تعلیم ہے تو اصالۃً اس عمارت کو تعلیم ہی کے کام میں استعمال کرنا چاہئے۔ تعلیم کے کام کو بند کر کے رہائش میں استعمال کرنا منشأ واقف کے خلاف اور وقف کے ساتھ خیانت ہے۔ البتہ اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ رہائش کے کام میں بھی تبعاً وضرورۃً اربابِ حل وعقد کے مشورہ سے استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے۔ مثلاً مہتمم مدرسہ کے پاس کوئی رہنے کا مکان نہیں اور کرایہ پر لینے کی وسعت نہیں اور مدرسہ کا کام کرنے کی وجہ سے مدرسہ میں قیام ضروری ہے تو گنجائش ہے۔ اسی طرح اگر عمارت مدرسہ کے مختلف حصے ہیں، اکثر حصے تعلیمی کام میں مشغول ہیں اور کوئی حصہ خالی اور بیکار رہے جو کرایہ پر چل سکتا ہے تو اس کو کرایہ پر دینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

[1]...... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۲۶۲، کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

مدرسہ کے مصارف اور اس کو بدلنا

مصرف بدلنا

سوال: - زید نے ایک جوڑی بیل مدرسہ کو دیدیا مدرسہ نے اس کو فروخت کردیا۔ اب زید کہتا ہے کہ بیلوں کی قیمت بجائے مدرسہ کے مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائے۔ کیا زید کا یہ کہنا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب وہ بیل مسجد کو نہیں دیئے بلکہ مدرسہ کو دیئے ہیں اور مدرسہ نے ان کو فروخت کردیا تو اب زید کا یہ کہنا کہ قیمت مسجد میں خرچ کی جائے بے محل ہے، قابل اتباع نہیں۔ وہ قیمت مدرسہ ہی میں صرف کی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۲۸ھ

[1]...... فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولایرھن (الدر المختار) قولہ لا یملک، ای لا یکون مملوکا لصاحبہ (ولا یملک) ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملک، شامی کراچی ص ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف.

ایک مدرسہ کی رقم دوسرے مدرسہ کے آدمی کو دینا درست نہیں

سوال:- مدرسہ کے نام پر وصول کی ہوئی رقم کسی ایسے محتاج طالب علم کو دینا جو اس مدرسہ میں داخل نہ ہو، درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جو رقم ایک مدرسہ کے لئے وصول ہوئی ہو، وہ کسی غیر متعلق آدمی کو دینا درست نہیں۔ اگرچہ وہ کسی دوسرے مدرسہ کا طالب علم ہی ہو[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۹۲ھ

ایک مدرسہ کیلئے جمع شدہ روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- ایک جماعت نے مدرسہ اسلامیہ قائم کرکے اس کے نام رسید وغیرہ بھی جاری کرکے چندہ وصول کیا اور چند ماہ تک مدرسہ کو اسکے چندہ سے چلاتے رہے۔ بعد میں کافی رقم ہونے پر چند اشخاص نے دوسری جگہ مدرسہ اسلامیہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اب وہ روپیہ جو مدرسہ موجودہ کے لئے جمع کیا گیا تھا دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے یانہیں حالانکہ پہلے مدرسہ میں روپیہ کی سخت ضرورت ہے اور مدرسہ روپیہ کا سخت محتاج ہے صاف ومدلل جواب

[1]...... ومنها (أى اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فى الوديعة (بدائع كراچى ص ۲۱۱ ج۶ كتاب الوديعة، عالمگيرى كوئٹه ص۳۳۸/۴، كتاب الوديعة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص۲۷۵/۷، كتاب الوديعة)

باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس مدرسہ کے لئے متعین طور پر چندہ وصول کیا ہے جب تک وہ مدرسہ آباد ہواور اس میں وہ روپیہ خرچ ہوسکتا ہوتو دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ جماعت چندہ وصول کنندہ امین ہے جس مدرسہ کے لئے وصول کیا ہے اس میں خرچ کرنا ضروری ہے اور دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا امانت اور دیانت کے خلاف ہے۔اور جو خیانت کرے وہ متولی و مہتمم بننے کا مستحق نہیں۔**وفی الاسعاف لا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه** اھ عالمگیری[1] ص ۴۰۸ ج ۲۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اگر پہلا مدرسہ غیر آباد ہو جائے تب دوسرے مدرسہ میں صرف کرنا درست ہے، بشرطیکہ چندہ دہندگان منع نہ کریں۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ایک مدرسہ کا روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- بارات کے سمدھی (معطی) نے بعد تحقیق وتفتیش یہ واضح طور پر بتلایا کہ میں نے کھیڑے والی مسجد اور مدرسہ میں پچاس روپے لوجہ اللہ دیئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان

---

[1]...... **عالمگیری کوئٹہ ص ۴۰۸ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی.**

روپیوں کو کسی دوسرے مدرسہ کے متولی نے عیاری سے لے لیا۔ استفتاء یہ ہے کہ ان روپیوں کا کھیڑے والی مسجد اور مدرسہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ معطی بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ میری یہ خیرات کھیڑے والے مدرسہ اور مسجد کے لئے ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ خرچ کرنے کے لئے وہ روپیہ دیا ہے اسی جگہ خرچ کرنا لازم ہے۔ اگر دوسری جگہ خرچ کردیا تو ضمان لازم ہوگا۔ اس لئے کہ متولی امین اور وکیل ہے معطی کی تصریح کے خلاف خرچ کرنے کا اس کا حق نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۰ھ

مدرسہ کے لئے دی ہوئی رقم اپنے رکھے ہوئے مدرس کو دینا

سوال:- (۱) میں کمیٹی کی طرف سے بنایا ہوا ایک مدرسہ کا مہتمم ہوں۔ زید مدرسہ کے نیچے کی منزل کا کرایہ دار ہے۔ مدرسہ کو کرایہ دیتا چلا آیا ہے۔ میری زید سے مخالفت ہوگئی۔ تو زید نے یہ عمل کیا کہ مدرسہ کے ایک کمرہ میں ایک مدرس کو اپنی ذمہ داری پر تعلیم کے لئے بٹھا دیا میں نے بوجہ فتنہ کوئی مخالفت نہیں کی۔ زید کے اوپر دو سال کا کرایہ مدرسہ کا واجب ہوگیا۔ اس سے کرایہ کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے رکھے ہوئے مدرس کو تنخواہ دیتا

---

[۱]...... ومنها (ای من اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج ۶ کتاب الودیعة، لان الوکیل یتصرف بتفویض المؤکل فیملک قدرما فوض الیه، بدائع کراچی ص ۶/۲۵، کتاب الوکالة، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکوة، شرح المجلة ص ۲/۷۷۴، الباب الثانی فی بیان شروط الوکالة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند)

ہوں آپ کو نہیں دوں گا۔اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ میں اس کے اس عمل سے متفق نہیں ہوں، تو مدرسہ کا دوسال کا کرایہ اس پر واجب ہے، یا شرعاً ادا ہو گیا؟

(۲) شادی وغیرہ کے موقع پر بعض لوگ مدرسہ کو رقم دیتے ہیں۔ مذکورہ شخص وہ رقم لے کر مدرسہ میں دینے کے بجائے اپنے مدرس کو تنخواہ میں دیتا ہے۔اس کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟ اور یہ سب کچھ میری مخالفت کی وجہ سے کر رہا ہے۔اور وہ شادی وغیرہ کی رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حسب معاہدہ زید کے ذمہ کرایہ کا ادا کرنا واجب ہے۔اپنی ذمہ داری پر کسی مدرس کو تنخواہ دینے سے کرایہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ اگر بطور چندہ مدرسہ میں وہ روپیہ یا سامان دے یا طلباء کو کھانا دے اس سے بھی کرایہ ساقط نہیں ہوگا[۱]۔

(۲) جو چیز رقم وغیرہ کسی نے اس کو مدرسہ میں دینے کے لئے دی ہے وہ چیز امانت ہے۔ اس کے ذمہ لازم ہے کہ مدرسہ کے ذمہ دار کے حوالہ کرے، خود اپنے رکھے ہوئے مدرس کو دینا درست نہیں۔اس طرح سے حق امانت ادا نہیں ہوتا[۲]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۲ھ

---

[۱]..... مستفاد: واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه به بل بتعجيله أو شرطه في الاجارة أو الاستيفاء للمنفعة (درمختار مع الشامي كراچی ص ۱۰ ج۶ كتاب الاجارة، مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هنديه ص ۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثاني في بيان انه متى تجب الاجرة)

[۲]..... ان الله يأمركم ان تؤدو الأمانات الى اهلها ،الآية (سورة نساء آيت: ۵۸)

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہونچا دیا کرو۔(بیان القرآن)

مجلس شوریٰ نے جس کیلئے جو چیز تجویز کردی ہو وہ اسی کیلئے ہے

سوال:- مدرسین کا اس مال سے تنخواہ لینا کیسا ہے جو زکوٰۃ، صدقہ، امداد میں مخلوط ہو، اور بلاتملیک ہو۔ اگر شوریٰ نے کوئی شئ کسی ایک کے لئے عملہ میں سے منتخب کردی تو کیا دوسرا آدمی اسی عملہ کا اس سے چیزیں لے سکتا ہے ضرورت کے پیش نظر۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوٰۃ وصدقہ سے تنخواہ لینا درست نہیں ہے[1]۔ شوریٰ نے جس کیلئے جو شئ تجویز کردی بغیر شوریٰ کی اجازت کے کسی دوسرے کو اس کے لینے کا حق نہیں۔ ضرورت ہو تو شوریٰ سے کہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کی آمدنی سے امارت شرعیہ کی امداد

سوال:- ایک مدرسہ کی آمدنی کی رقم سے دوسرے مدارس یا امارت شرعیہ وغیرہ کا تعاون جائز ہے یا نہیں؟

مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضرورت میں خرچ کرنا بطور قرض

سوال:- مدرسہ کی آمدنی سیکریٹری یا اراکین مدرسہ اپنی نجی ضرورتوں میں صرف کرلیتے

---

[1]...... مستفاد: هی (الزكاة) شرعا تمليك جزء مال عينه الشارع. مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۵۸ ج ۲ اول كتاب الزكاة، هندية ص ۱۷۰ / ۱، كتاب الزكوة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص ۲۰۱ / ۱، كتاب الزكوة)

ہیں مگر جب ضرورت پڑتی ہے تو دے دیتے ہیں اور مدرسہ کے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایک مدرسہ کی وقف کی آمدنی دوسرے مدارس یا امارت شرعیہ کے تعاون میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ **اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الوقف عليه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لانها حينئذ كشئ واحد وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجد اومدرسة ووقف عليها اوقافاً لا يجوز له ذٰلك**[1] (ردمختار على هامش الشاميه ص ۵۱۵. **فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع.** شامی ص ۴۹۹[2] ج ۳۔

(۲) جو روپیہ مسلمانوں نے چندہ میں دیا ہے یہ روپیہ امانت ہے اپنے ذاتی مصارف میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، بزازية على هامش الهنديه ص ۶/۲۶۱، کتاب الوقف، نوع فی وقف المنقول، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۱۶، کتاب الوقف.

[2]...... شامی کراچی ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف.

[3]...... مستفاد:. ولو جمع ما لاينفقه فى بناء المسجد فانفق بعضه فى حاجته ثم رد بد له فى نفقة المسجد لا يسعه أن يفعل ذلك (بحر کوئٹہ ص ۵/۲۵۱ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، تاتارخانیہ کراچی ص ۵/۸۷۹، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی يشتغنی عنها، قاضیخان علی الهندية کوئٹہ ص ۳/۲۹۹، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا)

P

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Madarse ke Masarif & Usko Badalna

موقوفہ کتب کوایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا

سوال:- ایک قدیم مدرسہ ہے جسمیں بہت سی کتب ہیں اس وقت وہ بند ہے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ دیمک کی زندگی کی نذر ہورہی ہیں۔تو کیا شرعی روسے اگرکوئی شخص جوکسی دوسرے مدرسہ میں پڑھ رہا ہوان سے استفادہ کرسکتا ہے؟ یا ایک مدرسہ جو جاری ہے البتہ وہ کتب جن کی ضرورت ہے اس وقت رکھی ہوئی ہیں،کوئی فائدہ نہیں اٹھارہا ہے فی الحال مدرسہ کوضرورت ہے،تو کیا کسی کوبطوراستفادہ دے سکتے ہیں؟ واپسی ہرحالت میں ضروری ہے بعد استفادہ کے جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

واقف ومہتمم مدرسہ اور دیگراصحاب رائے باہمی مشورہ کرکے ان کتب کوایسے مدرسہ میں منتقل کرسکتے ہیں جہاں ان سے استفادہ کیا جاسکے اور دیمک سے بھی حفاظت ہو جائے، واقف کا مقصد بھی فی الجملہ ہو۔جیسا کہ درمختار[1] کی جزئیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ دوسرے مدرسہ میں پڑھنے والا قابلِ اطمینان ہوکہ کتابیں واپس کردے گا تو اس کواستفادہ کے لئے دینا بھی درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1]...... وقف مصحفا علی أهل مسجد للقراء ة یحصون جاز وان وقف علی المسجد جازو یقرأفیه ولا یکون محصورا علی هذا المسجد وبه عرف حکم نقل کتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها والفقهاء بذلک مبتلون فان وقفها علی مستحقی وقفه لم یجز نقلها وان علی طلبة العلم وجعل مقرها فی حزانته التی فی مکان کذافی جواز النقل تردد (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۶۶ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی حکم الوقف علی طلبة العلم، البحر کوئٹہ ص۲۰۳/۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۳۶۱/۲، الباب الثانی فیما یجوز وقفه ومالا یجوز)

تبدیل نیت کا وکیل کو حق نہیں

سوال:-ایک شخص کے بھائی نے مدرسہ کے واسطے روپیہ بھیجا۔اسی کا بھائی اب کہتا ہے کہ مدرسہ کے منتظمین صحیح استعمال نہیں کرتے۔اس لئے اس روپیہ کی کوئی چیز خرید کر جس کی مدرسہ میں ضرورت ہو مدرسہ میں دیدے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جس نے مدرسہ کے لئے روپیہ بھیجا ہے اگر اس کی طرف سے اجازت ہو تو چاہے روپیہ دیدے یا چاہے کوئی چیز مدرسہ کی ضرورت کی خرید کر دیدی جائے تب تو یہ حق ہے کہ روپیہ نہ دے بلکہ حسب صواب دید کوئی چیز خرید کر دیدے۔اگر اجازت نہ ہو تو پھر روپیہ ہی دینا چاہئے۔اگر مدرسہ کے انتظام پر اعتماد نہیں تو بھائی کو مشورہ دے کر اجازت حاصل کرلے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خرچ شدہ رقم سے زائد مدرسہ سے وصول کرنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک مدرسہ ہے۔ مدرسہ کا کوئی کام کیا اور دس روپے خرچ ہوئے اور مدرسہ میں ساڑھے بارہ روپے لکھواتے ہیں تو کیا اس طرح پر مدرسہ کے روپے لینا جائز ہے؟

---

[1]...... لان الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدر مافوض اليه (بدائع كراچى ص ۲۵ ج ۶ كتاب الوكالة، شامى كراچى ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، شرح المجلة ص ۲/۷۷۴، الباب الثانى فى بيان شروط الوكالة، اتحاد بكڈپو ديوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ جھوٹ اورفریب ہے جس کا ناجائز ہونا بالکل واضح ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ
دارالعلوم دیوبند۹/۷/۸۹ھ

سفر بکارِ مدرسہ میں اپنا ذاتی سامان ضائع ہوجائے تو اسکا بدل

سوال:- مدرسہ کے کام سے کہیں گئے اور اپنا ذاتی سامان کھوگیا تو کیا مدرسہ سے مطالبہ کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

---

[۱]..... عين الكـذب حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، والمعنى لا يأكل بعضكم مال بعض بغير حق فيدخل فی هذا القمار والخداع والغصوب وجحد الحقوق مالا تطيب به نفس ملكه، تحت الآية ولا تأكل اموالكم بينكم، تفسير قرطبی ص۳۱۵/۱، سورة البقرة آيت:۱۸۸، مكتبه دارالفكر بيروت، تفسير مظهری ص۲۰۹/۱، مكتبه دارالمصنفين)

[۲]..... الاصل ان الضمانات لا تجب فی الذمة الاباحد الامرين اما باخذ او بشرط فاذا عد ما لم تجب والشرط هو العقد الخ، قواعد الفقة ص۱۵، الراسالة الاولی، رقم المادة (۱۶) مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شرح المجلة ص۵۴/۱، رقم المادة (۸۲) الماقالة الثانية فی بيان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

مسجد مدرسہ کے لئے وقف کی گئی زمین پر تعمیر مسجد سے قبل واقف کا مدرسہ بنانے کی اجازت دینا

سوال:- ایک صاحب خیر نے تقریباً ایک بیگہ زمین وقف کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میری زمین میں مسجد مدرسہ دونوں ہونے چاہئے، ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اہل مدرسہ نے تھوڑی سی زمین میں مسجد کی بنیاد بھی رکھدی، حالانکہ مدرسہ کے حالات کے پیش نظر اس جگہ مسجد کی بنیاد مناسب نہیں تھی، مدرسہ کی تنگی کو دیکھتے ہوئے واقف صاحب نے مسجد کی بنیاد کی جگہ جو کہ ابھی صرف بنیاد کی حد تک ہے، اس پر کسی قسم کی کوئی تعمیر نہیں ہوئی ہے، اور نہ ایسا کوئی کام کیا گیا ہے، جو مسجد ہونے پر دال ہو یہاں تک کہ آج تک کسی نے بھی اس میں نماز نہیں پڑھی مدرسہ کی تعمیر کی اجازت دیدی ہے، اب اس وقت اہل مدرسہ، مدرسہ کی تنگی کی وجہ سے نہایت پریشان ہیں، لہٰذا شرعاً جواز کی جوصورت ہو تو تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اذابنیٰ مسجداً لایزول ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلوٰة فیه ویصلی فیه واحد وفی روایة شرط صلوٰة بجماعة جهراً باذان واقامة حتی لوکان سراً بان کان بلااذان ولااقامة لایصیر مسجداً اتفاقاً لان اداء الصلوٰة علی الوجه المذکور بالجماعة وهذه الروایة صحیحة کما فی الکافی وغیره (مجمع[1] الانہر، ص ۷۵۵/ج۱/) عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ وہ جگہ ابھی

---

[1]..... مجمع الانهر مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، ص ۵۹۳-۵۹۴/ج۲/ کتاب الوقف. فصل، النهر الفائق ص ۳۲۸، ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، فصل، دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۵۵/۴۵۴، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

مسجد نہیں بنی، واقف کو حق ہے کہ اگر وہاں مسجد بنانا مناسب نہیں، تو اس کی جگہ مدرسہ بنانے کی اجازت دیدے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ
دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

اراضی ومکان کا وقف کرنا مدینہ منورہ کے مدرسہ کیلئے

سوال:-(۱) میرے والد نے ایک تختہ قطۂ آراضی مزروع اور ایک قطعہ مکان مدرسہ شرعیہ واقع مدینہ منورہ کے لئے وقف کیا تھا، اور ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کو نگراں مقرر کیا تھا کہ سال بہ سال آمدنی آراضی ومکان کا مدینہ منورہ بھیجتے رہیں لیکن حکومت سعودیہ نے اس قسم کی آمدنی قبول کرنے سے انکار کردیا لہٰذا ناظم ندوۃ بہ حسب صوابدید خود رقم مذکورہ ندوہ میں خرچ کرتے ہیں (وقف نامہ ہمراہ نوشتہ ہے) مہربانی فرما کر روشنی ڈالیں کہ یہ وقف ہے یا وصیت کیونکہ واقف نے وقف میں بعد موت کی قید لگادی ہے۔

(۲) موقوف علیہم جب بے نیاز ہوجائے اور مال موقوف ان تک نہ پہنچ سکے اور وارث واقف خود سخت حاجت مند ہو تو اس مال موقوف سے مستفید ہوسکتا ہے کہ نہیں جبکہ واقف نے کوئی متروکہ بجز اس مال مذکورہ کے نہیں چھوڑا کہ وارث اس سے فائدہ اٹھائیں۔

نوٹ:۔ طویل وقف نامہ سوال کے ساتھ منسلک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نقل تحریر منسلکہ دیکھی وہ وصیت نامہ نہیں بلکہ وقف نامہ ہے واقف نے جائداد موقوفہ کی آمدنی کا تصرف اپنی حیات تک اپنے لئے محفوظ رکھا ہے، پھر متولی کو متعین کردیا ہے اور مصرف وقف تجویز کرکے اس کو پابند کررکھا ہے اب اگر تصریح وقف دفعہ ۲/ کے تحت مدرسہ شرعیہ مدینہ

منورہ (زادہا اللہ شرفاً وعظمۃً) میں آمدنی وقف کو صرف کرنا متعذر ہو گیا تو وقف کی دفعہ ۵/ کے تحت وہاں کے دوسرے کسی دینی مدرسہ وادارہ میں صرف کرنا واجب ہے تصریح واقف کے خلاف کسی جگہ بھی متولی کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں ''لان شرط الواقف کنص الشارح کذافی رد المحتار[1]''، متولی اگر ایسی جگہ صرف کریگا جہاں واقف نے اجازت نہیں دی تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور وہ تولیت سے معزول کرنے کے قابل ہوگا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد سید احمد علی سعید غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

طلبہ کی انجمن کا روپیہ دارالعلوم میں دینا

سوال:- افریقی طلباء کی ایک انجمن ہے جس کا نام ''افریقاً مسلم اسٹوڈینس یونین'' ہے۔ یہ وقتی طور پر معطل قرار دی گئی ہے۔ اس کا چندہ اکثر جنوبی افریقہ سے آتا تھا۔ ہم نے وہاں کے ایک رسالہ کے ذریعہ انجمن کے معطل ہونے کا عام اعلان کیا ہے۔ اور یہ بھی اعلان کیا کہ انجمن کا معمولی سامان ڈابھیل کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں امانت رہے گا اور رقم دارالعلوم دیوبند میں بطور عطیہ دی جارہی ہے۔ کیا اس صورت میں اس رقم کو دارالعلوم میں داخل کرسکتے ہیں۔

---

[1]..... درمختار علی ردالمحتار کراچی، ج۴/ص ۴۳۳/ کتاب الوقف. مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، الدرالمنتقی مع المجمع ص ۲/۶۰۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... اذاتصرف بمالا یجوز کان خائنا یستحق العزل (البحرالرائق، کوئٹه، ج۵/ص ۲۳۴/ کتاب الوقف. شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً!

چندہ دینے والوں کواگر یہ منظور ہےاوراس پرکوئی اعتراض نہیں تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند۱۵/۸/۹۵ھ

مدرسہ کا کھانا تبلیغی جماعت کوکھلانا

سوال:- ایک مدرسہ میں مہتمم صاحب نے تبلیغی مرکز قائم کررکھا ہے۔ ہر جمعرات کو جماعتیں آتی ہیں تو انہیں مدرسہ کی طرف سے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مدرسہ کے روپے سے تبلیغی جماعت کوکھانا کھلانا درست ہے یانہیں؟ جماعت میں غریب امیر سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

ان مہتمم صاحب کا یہ طریقہ غلط ہے۔اس کی اصلاح ضروری ہے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲۸/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1]...... مستفاد: بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد ما احترق وبقی منه ثلثه أو دونه لیس للامام ولا لمؤذن أن یأخذ بغیر اذن الدافع (بحر کراچی ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا س ۶/۵۷۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب الخ)

[2]...... ومنها ترک الحفظ للمالک بأن خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، عالمگیری کوئٹہ ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، البحر کوئٹہ ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا

سوال:-(۱) مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کے نام سے جو کچھ وصول ہوتا ہے روپے دھان چاول پاٹ آلو پیاز وغیرہ ان سب چیزوں سے تبلیغ کے مہمانوں اور مبلغین اور سامعین کو کھلانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مدرسہ کے روپے سے کسی آدمی یا مبلغ کو خرچہ دے کر کلکتہ دہلی وغیرہ کسی مرکز یا اجتماع میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) روزانہ جو مٹھی کھانا پکنے کے وقت نکالی جاتی ہے (مدرسہ کے نام) وہ چاول یا آٹا تبلیغ میں خرچ کرنا اور تبلیغ والوں کو کھلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جو روپیہ مدرسہ میں طلباء کے کھانے کپڑے کیلئے دیا گیا ہے اس کو تبلیغ میں باہر بھیج کر خرچ نہ کیا جائے۔

(۲) یہ چیزیں بھی طلباء پر خرچ کرنے کیلئے دی گئی ہوں تو انکو مواقع مسئولہ پر خرچ نہ کریں۔

(۳) اس کا جواب (۱) سے ظاہر ہے۔

(۴) اس کا جواب (۲) میں آ گیا غلہ وغیرہ دینے والوں کو اگر بتا دیا جائے کہ اس کو تبلیغ وغیرہ میں بھی خرچ کیا جائے اور وہ اس کی اجازت دیدیں تو درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]...... مستفاد: ومنها (أی من اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الوديعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الوديعة، اذا فعل ان کان يعرف صاحب المال رد الضمان عليه او يسأله لياذن له بانفاق الضمان، خانيه علی الهندية ص ۳/۷۹۹، کتاب الوقف، کوئٹه، تاتارخانيه س ۵/۸۷۹، کتاب الوقف، الفصل الرابع، مطبوعه اداراة القرآن کراچی)

طلبہ کا غلہ تبلیغی جماعت کو کھلانا

سوال:- کسی مدرسہ میں بچے تعلیم پاتے ہیں اور تبلیغی جماعت بھی آتی ہے۔ چندہ مدرسہ خیر السلام اور دار المسافرین کے نام سے ہوتا ہے۔ پھر لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جس مدرسہ میں ہم غلہ دیتے ہیں اس میں تبلیغی جماعت کے آدمی کھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو غلہ مدرسہ میں پڑھنے والے بچوں کیلئے دیا گیا ہے اسمیں سے تبلیغی جماعت کے لوگوں کو کھلانا درست نہیں جب تک دینے والوں کی طرف سے اجازت نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۱ھ

مدرسہ کے ڈھیلوں کا سفر میں استعمال

سوال:- اپنے مدرسہ کے استنجے کے ڈھیلے ہر طالب علم سفر میں استعمال کر سکتے ہیں اگر متولی اجازت دے تو وہ شرعاً اجازت سمجھی جاوئے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ ڈھیلے مدرسہ میں استعمال کرنے کے لئے ہیں سفر میں لے جانے کے لئے نہیں، متولی

[1]...... وأما بيان ما يغير حال المعقود عليه من الامانة الى الضمان فانواع (الى قوله) ومنها ترك الحفظ للمالك بان خالفه فى الوديعة (بدائع كراچى ص ۲۱۱ ج۶ كتاب الوديعة، واما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة فى يده ...... لاتودع ولا تعار ولا تؤاجر ولاترهن وان فعل شيئا منها ضمن، عالمگيرى كوئٹه ص۳۳۸/۴، كتاب الوديعة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص۲۷۵/۷، كتاب الوديعة)

کی اجازت کے متعلق اول تحقیق کیجئے خود متولی کو اجازت دینے کی بھی اجازت ہے یا نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

شیخ کے مہمانوں کا مدرسہ کے کلوخ استعمال کرنا

سوال:- جولوگ سہارنپور میں حضرت شیخ کے مہمان بنتے ہیں وہ رمضان میں قبلۂ یا بعدۂ مدرسہ کے کلوخ بیت الخلاء وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

رمضان المبارک کے سلسلہ میں جومہمان حضرت شیخ کی وجہ سے سہارنپور آتے ہیں وہ خود بھی براہِ راست مدرسہ کی خدمت واعانت بڑی مقدار میں کرتے ہیں اور کھانے بجلی وغیرہ کا وہاں کا پورا خرچ حضرت شیخ ادا کرتے ہیں جس میں ڈھیلے بھی داخل ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲۵/۱۱/۹۵ھ

---

[1]..... مستفاد: بعث شمعافی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه أو دونه لیس للامام ولاللمؤذن أن یأخذ بغیر اذن الدافع (بحر کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا س ۶/۵۷۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب الخ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چهارم

مدرسہ میں مالِ حرام اور مالِ کافر صرف کرنا

تاجر شراب سے مدرسہ کیلئے چندہ

سوال:- شراب کے پیسہ میں الجھن یہ ہے کہ بعض علماء شراب کو حرام کہہ کر لین دین سے منع کرتے ہیں مگر مدرسہ میں چندہ لیتے ہیں اور کھاتے پیتے بھی ہیں اور شراب کے کاروبار کرنے والے کے یہاں کھڑے ہوتے ہیں اور ان ہی پیسہ کو یہ کہہ کر بھی لیتے ہیں کہ اس پیسہ سے حدیث وتفسیر منگوا کر مدرسہ میں لڑکوں کو دیدیں گے، وہ پڑھیں گے تو ثواب ملے گا اور ان ہی کے یہاں کھاتے پیتے ہیں نیز ہندوستان دارالحرب ہے وغیرہ اور سمجھاتے ہیں کہ ہر طرح یہ پیسہ حرام ہے یہ کسی طرح مسلمان کیلئے جائز نہیں اس پر ایسے پیسے والے مطعون کرتے ہیں فلاں فلاں حضرات اس کو لیتے ہیں میرے یہاں قیام بھی کرتے ہیں اب آپ فرمائیے کہ آیا اس کو مدرسہ کے کسی مد میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں کوئی حیلہ شرعی بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شراب بیچنے اور خریدنے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے[1] اس کی بیع مسلم کے حق میں

---

[1]...... عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لعن اللہ الخمر شاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها الحديث مشكوة شريف ص ۲۴۲ باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثانى (مطبوعه دار الكتاب ديوبند،

P

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Madarsa men Mal-e-Haram

بیع باطل ہے[1] اس کی قیمت پر ملک ثابت نہیں ہوتی یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کے پاس روپیہ خالص حرام کا ہے وہ روپیہ لینا اور کھانا ہرگز جائز نہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ شخص قرض وغیرہ کے ذریعہ سے حلال روپیہ دے رہا ہے اور کھلا رہا ہے[2] ایسا روپیہ واجب التصدق ہے یا اس کا مالک کو واپس کرنا ضروری ہے اگر مالک اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو غریب پر صدقہ کر دیا جائے[3] غریب محتاج طلبہ بھی اس کے مستحق ہیں لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں اس کو خرچ نہیں کیا جا سکتا ہے[4] اگر کسی کا عمل خلاف شرع ہو تو حسن ظن کی بناء پر اسکی

---

[1]..... والحاصل ان بيع الخمر باطل مطلقا الخ شامى زكريا ص ٢٤٢ ج٧ كتاب البيوع باب البيع الفاسد. مجمع الانهر ص٧٨/٣، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ٦/٧١، باب البيع الفاسد)

[2]..... آكل الربوا وكاسب الحرام اهدى اليه او اضافه و غالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل مالم يخبره ان ذالك اصله حلال ورثه او استقرضه الخ عالم گيرى ص ٣٤٣ ج٥ كتاب الكراهية الباب الثانى عشر، مطبوعه كوئٹه، محيط برهانى ص٨/٣٧، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه مجلس علمى گجرات، مجمع الانهر ص ٤/١٨٦، كتاب الكراهية، فصل فى الكسب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3]..... عليه ديون ومظالم جهل اربابها وليس من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله الخ در مختار على الشامى زكريا ص٤٤٣ ج٦ كتاب اللقطة. هنديه كوئٹه ص ٥/٣٤٩، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب، محيط برهانى ص٨/٦٣، كتاب الكراهية، الفصل الرابع عشر فى الكسب، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

[4]..... مصرف الزكاة، هو فقير ومسكين الخ، (درمختار) وهو مصرف ايضا لصدقة الفطر ولكفارة والنذر وغير ذالك من الصدقات الواجبة (شامى زكريا ص٣/٢٨٣، باب المصرف) لا يصرف (الزكاة) الى بناء نحو المسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه الخ در المختار على الشامى زكريا ص ٢٩١ ج٣ كتاب الزكاة باب المصرف. مجمع الانهر ص ٣٢٤، تا ٣٢٨، ج ١، كتاب الزكاة، باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، سكب الانهر مع المجمع ص ٣٢٤، تا ١/٣٢٨، كتاب الزكاة، باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

تاویل کی جائے گی یا اس کو رد کر دیا جائے گا اس کی وجہ سے مسئلہ شرعیہ نہیں بدلا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۹ھ

مدرسہ کے کرایہ داروں کا پیشہ باجہ بنانا ہے تو اس آمدنی سے اخراجات مدرسہ

سوال:- مدرسہ کی جائیداد کے کرایہ دار اکثر ایسے ہیں جن کا کام باجہ بنانے یا بنوانے یا باجہ فروخت کرنے کا ہے۔ دو یا تین کرایہ دار ایسے بھی ہیں جن کی تجارت دوسری ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جائیداد کا جو کرایہ آتا ہے اس سے مدرسے کے اخراجات، تنخواہ مدرسین و تعمیرات وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باجہ بنانا، فروخت کرنا مکروہ ہے۔ اس کی آمدنی حرام کے درجہ میں نہیں مکروہ کے درجہ میں ہے[1]۔ مجموعی کرایہ کی آمدنی کو ضروریات مدرسہ میں صرف کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۹۵ھ

مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- خراسان سے آنے والے جناب سید ابوالقاسم خراسانی نقشبندی طریقہ کے

---

[1]...... ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما والا فتنزيها (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع، الدر المنتقی علی المجمع ص ۲۱۲/۴، کتاب الکراهية، فصل فی البيع، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت)

ایک ولی کامل تھے۔ پچھتر سال سے ان کے مزارِ مبارک کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ ان کے صاحبزادہ اور صاحبزادی اور نواسے وغیرہ اسی مزار کی خدمت، جھاڑو دینا وغیرہ خاندانی طور پر پچھتر سال سے کرتے آرہے ہیں۔ زائرین حضرات پیسہ بھی عطیہ کرتے ہیں۔ فی الحال مذکور سید صاحب مرحوم کے نواسے بحیثیت خدام مزار مذکور کا پیسہ مزار کے کام میں خرچ کرتے ہیں اور پیسہ فاضل رہنے سے اپنے کھانے پینے میں صرف کرتے ہیں۔ فی الحال ایک گروہ مذکور مزار کے پیسہ کو مدرسہ کے کام میں خرچ کرنا چاہتا ہے اور اس کا مدعی بھی ہے یعنی مدرسہ میں بھی خرچ کرنا پڑے گا۔ حتی کہ زبردستی اس روپیہ پیسہ کو لینے کے لئے کوشاں ہے، جس سے مسلمانوں میں ایک بھاری پریشانی کا باعث بنا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ خراسانی سید صاحب مرحوم کے عطیہ کا زبردستی دوسرے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خراسانی سید صاحب مرحوم کے نواسے کا مزار کی خدمت کر کے اپنا وقت صرف کرنیکی وجہ سے مذکورہ عطیہ کا پیسہ اگر فاضل رہ جائے تو اپنے کھانے پینے میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟ دلائل اور معتبر کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زائرین جو پیسہ خادمِ مزار کو بسلسلۂ خدمت وتعلق صاحب مزار دیتے ہیں وہ خدام مزار کا ہے۔ اس کو جبراً مدرسہ کے واسطے لینے کا کسی کو حق نہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔ **لا یحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منہ**[۱] اھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۲ھ

---

[۱]..... کنزل العمال، بیروت ص ۹۲ ج ۱، الفرع الثانی فی احکام الایمان، حدیث: ۳۹۷، مشکوۃ شریف ص ۲۵۵، باب الغصب، الفصل الثانی، شعب الایمان ص ۲/۷۶۹، الثامن والثلاثون، مکتبہ نظام مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

کبڈی کا مقابلہ شرط کے ساتھ اور اس کا انعام مدرسہ میں

سوال:-اس شہر میں کبڈی کھیلنے کا بہت شوق ہے، ہر محلّہ میں کبڈی کی ٹیمیں ہیں جو آپس میں مقابلہ کرتی ہیں، جس میں ہر ٹیم فیس ادا کرتی ہے اور پھر وہ روپیہ کسی دینی مدرسہ میں دے دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ کبڈی کے کھیل میں ہار جیت بھی ہوتی ہے، تو اس قسم کی رقم مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے؟ کبڈی میں لوگ ستر کھول کر کھیلتے ہیں، تو کیا ازروئے شریعت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہار جیت کی رقم کا معاملہ اگر دونوں طرف سے ہے تو ناجائز ہے، ایسی رقم کی واپسی ضروری ہے، جس سے لی ہے اسی کو واپس کردیں، کسی مدرسہ وغیرہ میں نہ دیں۔ اگر ہار جیت کی رقم کا معاملہ ایک طرف سے مثلاً اس طرح کہ اگر فلاں ٹیم جیت گئی تو دوسری ٹیم اس کو اتنی رقم دے گی، اگر ہار گئی تو کچھ نہیں، یا کوئی تیسرا شخص انعام کا وعدہ کرکے جو ٹیم جیت جائے گی اسکو انعام دیا جائیگا، یہ جائز ہے، ایسی رقم مدرسہ کو دیجائے تو وہاں صرف کرنا بھی جائز ہے یہ حکم تو رقم کا ہے۔

کبڈی اگر ورزش اور جہاد کی مشق کیلئے ہو اسمیں ستر نہ کھلے تو نیز اسکی وجہ سے نماز میں تاخیر نہ ہو اور بھی کوئی چیز خلاف شرع نہ ہو تو درست ہے، ورنہ جیسی جیسی چیز اسمیں خلاف شرع ہوگی اسکی نسبت سے ممانعت ہوگی، **حل الجعل ان شرط المال من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبین الا اذا ادخلا ثالثاً بینھما**[1]۔ درمختار ص ۲۵۸ ج ۵، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]...... **درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۰۲ ج ۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. تبیین الحقائق ص ۶/۳۲، کتاب الکراھیة، فصل فی المسابقة، امدادیه ملتان، مجمع الانھر ص ۴/۲۱۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۴، کتاب الکراھیة، الباب السادس فی المسابقة.**

مدرسہ چلانے کے لئے سینما اور عرس

سوال:- اردو اسکول کی مالی حالت کمزور ہے۔ اس لئے خیرات کے نام پر سینما کا شو چلانا اور قوالی کرنا اور اس سے جو آمدنی ہو اس کو اردو اسکول یا مدرسہ میں لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ چلانے کے لئے سینما یا اس قسم کی کوئی چیز کرنا اور اس سے رقم حاصل کرنا جائز نہیں ہرگز ہرگز ایسا نہ کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۹/۷/۸۸ھ

اہل ہنود اور بازاری عورت کی امداد مدرسہ میں

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں۔

(۱) پاکستان کے باشندے اہل ہنود اپنی حلال کمائی سے بطیب خاطر بلا جبر واکراہ مقامی ایک اسلامی مدرسہ میں جس میں علاوہ دینیات کے بنگلہ، انگریزی وحساب وغیرہ کی تعلیم بھی

---

[1]...... مستفاد: امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا قال ان كان على شرط رده على اصحابه ان عرفهم يريد بقوله على شرط أن شرطوا لها في اوله مالا بازاء النياحة أو بازاء الغناء وهذا الانه اذا كان الاخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الاخذ معصية (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۰۱، فصل في البيع، كتاب الكراهية، شامی کراچی ص ۶/۵۵، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)

ہوتی ہے کچھ امداد کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مدرسے میں مختلف قسم کے کام بھی ہو رہے ہیں جیسے بیت الخلاء کا پختہ کرنا تالاب کے گھاٹ و درسگاہ اور اس کے صحن وغیرہ پختہ کرنا گھروں کا بندوبست کرنا اب دریافت طلب یہ ہے کہ اہل ہنود کی امداد کو مدرسہ کے ان کاموں میں لگانا درست ہے یا نہیں۔

(۲) مدرسہ میں غرباء کی تحویل بھی ہے جس میں سے غریب طلباء کی کپڑے و کتابیں و دیگر ضروریات میں امداد کی جاتی ہے کیا اس میں بھی شرعاً اہل ہنود سے امداد لینا جائز ہوگا یا نہیں۔

(۳) ایک مسجد بھی ہے اسی مدرسہ کی آیا تعمیری کاموں میں ان اہل ہنود کی امداد لینا درست ہے یا نہیں۔

(۴) ایک کتب خانہ بھی ہے جس کی کتابیں طلبہ کو پڑھنے کے واسطے دی جاتی ہیں مثلاً کتب حدیث و کتب تفسیر اور دیگر فنون کی کتابیں ان اہل ہنود کی امداد سے خریدنا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) پیشہ کار یعنی بازاری عورت کا مال حلال ہے یا نہیں اگر حرام ہے تو اس کے حلال کرنے کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جب وہ ثواب سمجھ کر بلا جبر واکراہ اپنی رغبت سے دیں اور کوئی مفسدہ بھی نہ ہو لینا شرعاً درست ہے۔ فقہاء نے وصایا ذمی کے متعلق ایسا ہی لکھا ہے خاص کر جب کہ مدرسہ ومسجد کے مہتمم ومتولی کو دیدے تو اس کو ان تمام مواقع میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

(۲) اس کا جواب بھی مثل جواب (۱) کے ہے۔

(۳) اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) یہ بھی اسی کی نظیر ہے۔ اعلم ان وصایا الذمی ثلٰثة اقسام الاول جائز بالاتفاق وهو ماإذا اوصیٰ بما هو قربة عندنا وعندهم كما اذا اوصیٰ بان يسرج فی بيت المقدس الٰی قوله سواء كان لقوم معينين اولاوالثانی باطل بالاتفاق وهو ما اذا اوصیٰ بما ليس قربة عندنا وعندهم كما اذا اوصیٰ للمغنيات والنائحات او بما هو قربة عندنا فقط كالحج وبناء المسجد للمسلمين الا ان يكون لقوم باعيانهم فيصح تمليكا والثالث مختلف فيه وهو ما اذا اوصی بما هو قربة عندهم كبناء الكنيسة لغير معينين فيجوز عنده لا عندهما وان لمعنيين جاز اجماعاً وحاصله ان وصيته لمعنيين تجوز فی الكل علیٰ انه تمليک لهم وما ذكره من الجهة من اسراج المساجد ونحوه خرج علیٰ طريق المشورة لا الالزام فيفعلون به ماشاؤ لانه ملكهم والوصية انما صحت باعتبار التمليک. زيلعی ملخصاً الخ شامی[۱] ج۵ ص ۴۴۵.

(۵) جو مال بازاری عورت کو حرام کاری کے عوض میں ملا ہے وہ حلال نہیں اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں اس کے ذمہ واجب ہے کہ واپس کردے اگر معطی مرگیا تو اس کے ورثہ کو دیدے اگر ورثہ بھی موجود نہ ہوں تو صدقہ کردے اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے مجھ کو بچالے اور اس صدقہ سے ثواب کی نیت نہ کرے۔ وفی المنتقیٰ امرأة نائحة اوصاحبة طبل اوزمر اكتسبت مالا ردت علیٰ اربابه ان علم والاتتصدق به وان من غير شرط فهو لها قال الامام الاستاذ لا يطيب والمعروف كا لمشروط اهـ قلت وهٰذا مما يتعين الاخذ به فی زماننا لعلمهم

[۱]..... شامی كراچی ص ۶۹۲ ج۶ كتاب الوصايا، فصل فی وصايا الذمی وغيره، تبيين الحقائق ص ۶/۲۰۴، باب وصية الذمی، مكتبه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۴/۴۵۱، باب وصية الذمی، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

انهم لا يذهبون الا بأجر البتة اه شامی[1] ج۵ ص ۳۴ نعمانیه. مات رجل ويعلم الوارث ان اباه كان يكسب من خبيث لا يحل ولكن لا يعلم الطالب بعينهٖ ليرد عليه حل له الارث والافضل ان يتورع ويتصدق بنية خصماء ابيه اه وكذالا يحل اذاعلم عين الغصب مثلاً وان لم يعلم مالكه لما فی البزازية اخذ مورثه رشوة اوظلماً ان علم ذٰلک بعينه لا يحل له اخذه والافله اخذه حكما اما فی الديانة فيتصدق به بنية ارضاء الخصماء اهـ شامی[2] ج۴ ص ۱۳۰.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

طوائف کے بنائے ہوئے مکان کو مدرسہ کیلئے کرایہ پر لینا

سوال:- ایک طوائف نے اپنی کسی حرام آمدنی سے ایک مکان تعمیر کیا آیا اس مکان کو بغرض مدرسہ اسلامیہ کہ جس میں قرآن شریف وحدیث وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے کرایہ پر لینا جائز ہے یا نہیں نیز مکان مذکورہ میں نماز جماعۃً اور منفرداً ادا کرنا کیسا ہے۔

---

[1]..... شامی کراچی ص ۵۵ ج۶ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستيجار علی المعاصی. البحر کوئٹه ص ۵/۲۰۱، کتاب الكراهية، فصل فی البيع، عالمگيری کوئٹه ص ۵/۳۴۹، کتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب.

[2]..... شامی کراچی ص ۹۹ ج۵ کتاب البيوع، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، البحر کوئٹه ص ۵/۲۰۱، کتاب الكراهية، فصل فی البيع، عالمگيری کوئٹه ص ۵/۳۴۹، کتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ امر ظاہر ہے کہ زنا کی اجرت حرام ہے رنڈی اس کی مالک نہیں ہوتی۔ اصل مالک کو اور اس کی عدم موجودگی کے وقت اس کے ورثہ کو واپس کرنا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا علم نہ ہو تو تصدق بہ نیت گلوخلاصی واجب ہے اگر رنڈی کے پاس حلال مال بھی تھا اور حرام بھی اور ان دونوں کے مجموعہ سے مکان کو تعمیر کیا ہے تو حرام کو حلال کے ساتھ خلط کر دینے سے ملک متحقق ہو گئی (اگرچہ حرام کا ضمان بطریق مذکور واجب ہے) **وفی الفصل العاشر من التاتارخانية عن فتاوىٰ الحجة من ملك اموالا غير طيبة او غصب اموالا وخلطها ملكها بالخلط ويصير ضامناً ردالمحتار[1] ص ۳۴ ج ۲ والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والافان علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه الى قوله لو اختلط بحيث لا يتميز يملكه ملكا خبيثا لكن لا يحل له التصرف فيه مالم يودبدله ردالمحتار[2]** ص ۱۸۱ ج ۴ لہٰذا اس مکان کو کرایہ پر لینا اور اس میں دینی تعلیم دینا اور نماز پڑھنا منفرداً و جماعۃً درست ہے اگر رنڈی کے پاس حلال مال بالکل نہ تھا بلکہ محض حرام مال سے زمین خریدی اور مکان تعمیر کرایا تھا تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر قیمت پہلے دیدی اور حرام مال سے دی ہے اور پھر اس کے عوض میں زمین خریدی ہے تب تو اس کا کرایہ پر لینا ناجائز ہے اور اگر قیمت پہلے تو نہیں دی لیکن اس حرام مال متعین کر کے مخصوص طور پر اس کے عوض میں زمین خریدی ہے اور وہی متعین کردہ حرام مال قیمت میں دیدیا تب بھی اس کا کرایہ پر لینا ناجائز ہے۔

---

[1]..... شامی کراچی ص ۲۹۱ ج ۲ کتاب الزكاة، مطلب فيما لو صادر السلطان جائراً فنوى بذلک اداء الزكاة، تاتارخانيه ص ۲/۲۸۹، کتاب الزكوة، الفصل العاشر، مطبوعه کراچی،

[2]..... شامی کراچی ص ۹۹ ج ۵ کتاب البیوع، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، عالمگیری ص ۵/۳۴۹، کتاب الكراهية، الباب الخامس عشر، البحر کوئٹه ص ۸/۲۰۸، کتاب الكراهية، فصل فى البيع.

اوران دونوں صورتوں میں اس میں نماز پڑھنا بھی صلوٰۃ فی الارض المغصوبہ کے حکم میں ہے اوراگرزمین خریدی ہے حرام کو متعین کرکے اور قیمت ادا کردی غیر حرام سے یا زمین خریدی بلا تعیین حرام وحلال اور قیمت ادا کی حرام سے تو ان تینوں صورتوں میں اس کا کرایہ پر لینا اور اس نماز پڑھنا جائز ہے توضیح المسئلہ کمافی التاتارخانیہ حیث قال رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتریٰ فھٰذا علیٰ خمسة اوجه ان دفع تلک الدراھم الیٰ البائع اولاً ثم اشتریٰ منه بھا اواشتریٰ قبل الدفع بھا ودفع اواشتریٰ قبل الدفع بھا ودفع غیرھا اواشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدراھم اواشتریٰ بدراھم اٰخر ودفع تلک الدراھم قال ابونصر یطیب له ولا یجب علیه ان یتصدق الا فی الوجه الاول والیه ذھب الفقیه ابواللیث لٰکن ھٰذا خلاف ظاھر الروایة فانه نص فی الجامع الصغیر اذا غصب الفافاشتریٰ بھا جاریة وباعھا بالفین تصدق بالربح قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاثة الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل لکن الفتویٰ الاٰن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس اه وفی الولوالجیة وقال بعضھم لا یطیب فی الوجوہ کلھا وھو المختار لکن الفتویٰ الیوم علی قول الکرخی دفعاً للحرج لکثرة الحرام اه ردالمحتار[1] ج۴ ص ۳۰۴.

تاہم ایسے مکان کوکرایہ پر لینے سے خصوصاً تعلیم دین کے لئے اوراس میں نماز پڑھنے سے احتیاط اوراجتناب بہرحال انسب وافضل ہے ترجیحاً للمختار ولا سیمافی زماننا

[1]...... شامی زکریا ص ۴۹۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتریٰ علی خمسة أوجه. ھدایه ص ۴/۳۷۲، کتاب الغصب، مکتبه تھانوی، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۱۰۹، کتاب الغصب.

دفعاً لطعن العوام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۲۱/ ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ ذی الحجہ ۵۴ھ

مدارس اسلامیہ کے لئے عیسائیوں سے امداد لینا

سوال:- ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ ہے جس کی نہ کوئی ذاتی عمارت ہے اور نہ ہی حکومت سے کوئی امداد ملتی ہے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں کے سامنے اس وقت مسائل درپیش ہیں۔ امید ہے کہ جناب والا شرعی حیثیت سے اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ مدرسہ کی بدحالی کو دیکھ کر بعض غیر ملکی عیسائیوں نے تمام اخراجات برداشت کرنے کا ذمہ لیا اور ایک مدت سے وقفہ وقفہ سے کچھ رقم برابر ادا کرتے رہے جس سے مدرسہ کی عمارت، اساتذہ کی تنخواہ اور طلباء کی کفالت وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے۔ کیا فقہی نقطۂ نظر سے عیسائیوں کی اس رقم کو ایک دینی و اسلامی مدرسہ کے لئے خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی بھی غیر مذہب کا آدمی اہل اسلام کے دینی کام کے لئے کارِ ثواب سمجھ کر روپیہ دے تو فی نفسہٖ اس کا لینا اور وہاں صرف کرنا شرعاً درست ہے جبکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ عیسائی لوگ جو رقم دین اسلام کے مدرسہ کے لئے دیتے رہتے ہیں اس سے ان کی کچھ غرض ہوتی ہے۔ وہ اہل اسلام کو زیرِ احسان رکھتے ہیں، اپنے اخلاق کا اثر ڈالتے ہیں۔ بچوں کے اخراجات دے کر ان کو اپنے سے قریب کرتے ہیں، اپنے اسکولوں میں ان کو داخل کرنے کی

ترغیب دیتے ہیں، اپنے نظریات کو دماغوں میں اتارتے ہیں، اپنے بچوں کو دینی مدرسہ میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی کتابوں وہاں پڑھانے کے لئے کہتے ہیں، اپنا مدرس وہاں رکھنے کی تدبیر کرتے ہیں۔ یہ سب کام بہت آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقہ پر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دینی تعلیم وتربیت کم ہوکر عیسائی تعلیم وتربیت اس کی جگہ فروغ پاتی ہے۔ پھر وہ اول مخلوط مدرسہ یا اسکول بنتا ہے پھر کالج بن جاتا ہے۔ اسی قسم کی خرابیوں کی وجہ سے ہمارے اکابر نے انگریز سے امداد قبول نہیں کی اور بھی مفسدہ ہے۔ ناواقف لوگوں نے امداد قبول کی، ان کے مدرسہ کا بگڑتا ہوا حال ہم نے خود دیکھا۔ جہاں پہلے حدیث شریف کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس امداد کی نحوست سے اب دینی تعلیم کچھ نہیں رہی، اس کی جگہ انگریزی اور دوسری تعلیم نے لے لی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۱۴۰۱ھ

غیر مسلم کی امداد دینی مدرسہ میں

سوال:- ایک کافر دین کے مدرسہ میں کچھ کپڑے اناج یا روپیہ کی امداد کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ امداد غریب طلبہ ومسکینوں پر خرچ کردی جائے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ثواب سمجھ کر دیتا ہے اور غالب خیال یہ ہے کہ اہل مدرسہ طلبہ وغیرہ یا دیگر اہل اسلام

---

[1]...... مستفاد: وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه أوترميمه اذا لم يكن فى ذٰلک ضرر دينى ولا سياسى، كما لوعرض اليهود الان على المسلمين أن يعمروا المسجد الأقصى بترميم ماكان قد تداعىٰ من بنائه أو بذلوا الذٰلک مالاً لم يقبل منهم لا نهم يطعمون فى الاستيلاء على هذا المسجد، فربما جعلوا ذلک ذريعة لا دعاء حق لهم فيه، تفسير مراغى، دارالفكر ص ۷۴ ج ۴،

پر اپنے احسان کا اظہار نہیں کرے گا نہ کسی اور مضرت کا اندیشہ ہے تو لینا جائز ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/رمضان ۵۶ھ

سرکار سے ملحق مدرسہ کا محض دفتری خانہ پری کر کے امداد حاصل کرنا گرانی الاؤنس سے زائد دکھلا کر وصول کرنا

سوال: -ایک مدرسہ میں چند مدرسین درسِ نظامی کی تعلیم پر مامور ہیں اور اس کی انھیں تنخواہ ملتی ہے اور ۳۰/روپیہ ماہانہ گرانی الاؤنس بھی ملتا ہے۔ان اخراجات کی آمدنی کے لئے کوئی مستقل ذریعہ نہیں ہے بلکہ اہتمام کی طرف سے مختلف ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ان ہی میں سے ذریعہ کے طور پر بعض دیگر ادارتی مصلحتوں کی بنا پر سرکار سے الحاق کرلیا گیا ہے مگر سرکاری نصاب کی تعلیم نہیں ہوتی، صرف دفتری خانہ پری کے ذریعہ تعلیم دکھلا دی جاتی ہے سرکار مختلف ناموں سے امداد دیتی رہتی ہے۔لائبریری کے نام سے، کبھی تنخواہوں کے نام سے اور دیگر تعلیمی اخراجات کے نام سے اور مہتمم ان رقوم کو ادارتی مصلحتوں میں خرچ کرتا رہتا ہے اور مدرسین کو ان دفتری خانہ پری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اب گورنمنٹ نے ۳۰ روپیہ ماہانہ گرانی الاؤنس دیا ہے۔سوال یہ ہے کہ اس طریقہ سے گورنمنٹ سے رقم لینا اور اپنی حسبِ

---

[۱]..... مستفاد: .وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه أو ترميمه اذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولا سياسي (تفسير مراغي ص ۷۴ ج ۴، سورۂ براءة تحت آيت (۱۷) الايضاح، مطبوعه دارالفكر بيروت، معارف القرآن، ص ۳۳۱/۴، سورۂ توبه، تحت آيت: ۱۷، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، للمفتي محمد شفيع صاحب رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعةً)

صوابدید ادارہ پر خرچ کرنا شرعاً درست یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر الحاق کی شرائط موجود نہیں، غلط بیانی کر کے شرائط الحاق موجود ظاہر کر کے الحاق کیا گیا ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا، صرف دفتری خانہ پری کر کے بتلا دیا جاتا ہے کہ تقاضوں کو پورا کر دیا گیا اور اس طور پر امداد حاصل کی جاتی ہے تو یہ زور وخداع ہے[1] اس کا لینا دانشمندی کے بھی خلاف ہے۔ پھر اس کی تقسیم کا سوال بے محل ہے۔ کیا مدرسین حضرات ایسی رقم لینے کیلئے آمادہ ہو جائیں گے۔ امید تو یہ ہے کہ اگر ان کو دی جائے تب بھی وہ قبول نہیں کریں گے۔ ان کی دیانت اس کی اجازت نہیں دے گی بلکہ اس کو برداشت نہیں کریں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۰ھ

---

[1]..... واجتنبوا قول الزور (سورة حج، پاره ۱۷ آیت: ۳۰)

ترجمہ: - اور جھوٹی بات سے کنارہ کش ہو۔ (بیان القرآن)

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من غش فليس منا ترمذی شريف ص ۲۴۵/ ۱، كتاب البيوع، باب ماجاء فی كرهية الغش فی البيوع، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، مسلم شريف ص ۷۰/ ۱، كتاب الايمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا، مطبوعه رشيديه دهلی.

P

E:\f.m.Fainal\Jild-23\ Mudarriseen ki Tankhahon

فصل پنجم: مدرسین کی تنخواہوں کا بیان

تعطیل کلاں میں تنخواہ کا استحقاق

سوال:- زید ایک ادارے کا مہتمم ہے۔ بے جا غلط فہمی کی بناء پر انہوں نے بکر مدرس سے ۱۵؍شوال کو مستعفی ہونے کو کہا۔ بکر نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ تو کیا اس صورت میں بکر تعطیل کلاں کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے؟ جبکہ مطالبۂ استعفیٰ معزول کر دینے کے ہم معنیٰ ہے۔ اور بصورت معزولی ادارہ مذکور کے دستور کے مطابق مزید ایک ماہ کی تنخواہ کا مستحق ہوتا ہے۔ غرضیکہ بکر مدرس تنخواہ تعطیل کلاں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ استعفیٰ مہتمم کے مطالبہ پر دیا گیا ہے۔ اور مہتمم مدرسہ برعکس اس کے تعطیل کلاں کی کچھ حاصل کی ہوئی تنخواہ کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور بکر کا سامان جو اس کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہے واپس نہیں کرتا، مہتمم مذکور کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر کو تعطیل کلاں کی تنخواہ ملنی چاہئے یا نہیں؟ اور جو کچھ بسلسلۂ تنخواہ لے چکا ہے اس کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر تعطیل، استعفاء، معزولی کے متعلق مستقلاً کوئی معاملہ نہیں ہوا تھا تو عام دینی مدارس کے عرف کو حکم تجویز کیا جائے گا[1]۔ صورت مسئولہ میں جبکہ مدرس نے استعفیٰ نہیں دیا۔ شوال میں

[1] المعروف بالعرف کالمشروط شرطا، قواعد الفقة، ص ۱۲۵، رقم القاعدة: ۳۳۴، الرسالة الثالثة فی القواعد الفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرح المجلة ص۳۷/۱، رقم المادة: (۴۳) المقالة الثانیة فی بیان القواعد الفقهیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباه والنظائر ص ۱۵۲، الفن الاول، القاعدة السادسة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

حاضر ہوکر کام کرنا چاہتا تھا۔ تو وہ تعطیل کلاں کی تنخواہ کا حقدار ہے۔ پندرہ شوال (تاریخ مطالبۂ استعفاء) تک کی تنخواہ اس کو دی جائے[1]، اور جو سامان اس کا محبوس کرلیا وہ واپس دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

ایام تعطیل کی تنخواہ

سوال:- مدرسین مدرسہ رمضان شریف کے موقعہ پر مدرسہ کا کام کرتے ہیں جبکہ وہ ان کی رخصت کا وقت ہوتا ہے۔ اب ان کو اجرت کس حساب سے دی جائے کیا فیصد مقرر کر کے دی جائے یا بلاتعین دی جائے؟

(۲) جو مدرسین تعلیم کے اوقات میں مدرسہ کا کام کرتے ہیں، ان کو اجرت دینے کی کیا شرح ہونی چاہئے؟

(۳) دارالعلوم دیوبند میں مدرسین یا سفیر مدرسہ کو رخصت اور عدمِ رخصت میں مدرسہ کا کام کرنے پر جو دیا جاتا ہے اس کی کیا شرح ہے؟ کیا آپ بغیر تنخواہ کام کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر اس کے لئے مدرسہ کی طرف سے کوئی ضابطہ نہیں ہے تو طرفین باہمی مشورہ سے معاملہ طے کرلیں۔ مثلاً اس طرح کہ مستقل ملازم اگر ایام تعطیل میں فراہمیٔ چندہ کی خدمت حسب تجویز ارکانِ مدرسہ انجام دے گا تو اس کو اتنے ایام کی تنخواہ دو چند دی جائے گی۔ یا اس سے کچھ زیادہ یا کم، جو کچھ طے ہوجائے، تاکہ جہالت باقی نہ رہے۔ فی صد مقرر نہ کریں کہ اس میں جہالت ہے۔ کیونکہ یہی متعین نہیں کہ کس قدر وصول ہوگا؟ بلاتعین دیئے جانے پر قناعت

---

[1] راجع عنوان "چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون" رقم الھامش: ۳.

دشوار ہے۔ جہالت کی وجہ سے نزاع کا بھی مظنہ ہے[1]۔ وهذا ظاهر

(۲) اوقات تعلیم کی تو تنخواہ ملتی ہی ہے۔ اگر تعلیم کے علاوہ کوئی دوسرا کام ان اوقات میں ان سے لینا ہے تو کام کی اور مدرسین کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاملہ کرلیا جائے۔ برضاء طرفین حسبِ مصالح مدرسہ جو کچھ بھی طے ہو جائے[2]، اگر وہ اپنی اصلی تنخواہ تدریس پر ہی دوسرا کام انجام دینے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو یہ بھی درست ہے، جبکہ مفادِ مدرسہ بھی اس میں ہو۔

(۳) اس کو دفترِ اہتمام سے دریافت کیا جائے۔ مجھے اس کی شرح معلوم نہیں۔ میں نے خود کبھی دینی خدمات بلا معاوضہ انجام نہیں دی، بلکہ میری تنخواہ مقرر رہتی ہے۔ جس پر معاوضہ کا مسئلہ سامنے آیا ہو، کار مفوضہ کا جو کچھ مشاہرہ مجھے ملتا ہے وہ بھی میری قابلیت وحیثیت سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کبھی کوئی کام لیتا ہے تو اس کے معاوضہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۵ھ

جواب صحیح ہے۔ (۳) کا جزو آخر حضرت مفتی صاحب کی تواضع اور انکسار ہے۔

العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۵ھ

---

[1]..... فكل ما افسد البيع يفسدها كجهالة مأجور او أجرة (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۶ ج ۶ كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسد، شرح المجلة ص ۲۵۴، ج ۱، رقم المادة (۴۵۱) البـاب الثانی فی مسائل الاجارة الخ، الفصل الثالث فی شرائط صحة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، هدایه ص ۳/۲۹۳، كتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2]..... ومنها شرائط الصحة: فمنها رضی المتعاقدين، ومنها ان یکون المعقود عليه وهو المنفعة، معلوما علما يمنع المنازعة، عالمگیری دارالکتاب ص ۴/۴۱۱، كتاب الاجارة، شرح المجلة ص ۱/۲۵۴، رقم المادة: (۴۴۸/۴۵۰/۴۵۱) الباب الثانی، الفصل الثالث فی شروط صحة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق

سوال:- ایک دینی ادارہ جس میں چند مدرسین چند سالوں سے کام کررہے ہیں۔ اتفاق سے گذشتہ درمیان سال میں مہتمم صاحب سے کچھ مدرسین کو شکایت ہوئی جس کی وجہ سے حسبِ قانونِ مدرسہ مدرسین نے استعفا دیدیا یعنی ایک ماہ سے پیشتر۔ مگر مہتمم صاحب اور دوسرے اراکین نے باصرارِ تمام اس معاہدہ پر کہ آئندہ رمضان کی ۳۰ رتاریخ تک آپ لوگ استعفاء مؤخر کردیں۔ اور ۳۰ ررمضان تک کی تنخواہ آپ لوگوں کو دی جائے گی۔ گویا کہ آپ لوگ باوجود چھٹیوں کے اوراس کے بعد مدرسہ میں نہ آنے کی صورت میں ۳۰ ررمضان تک مدرسہ میں ملازم ہوں گے۔ چھٹیوں کے استعمال کا حق آپ لوگوں کو ہوگا۔ اس تصریح کے ساتھ ان مدرسین کو روک لیا۔ اب حسب سابق ان مدرسین نے مدرسہ میں آخر سال یعنی ۱۸ رشعبان تک کام کیا۔ اس کے بعد یا اس سے پہلے ایک دوروز کی رخصت لے کر چلے آئے۔ آنے سے قبل صرف فنڈ کا روپیہ وصول کرلیا۔ اور شعبان ورمضان کی تنخواہ اس وجہ سے کہ پہلے سے یہ تنخواہیں آتے وقت نہیں دیتے تھے، شعبان کی تنخواہ گھر بھیج دیتے تھے اور رمضان کی واپسی پر چھوڑ کر چلے آئے مطالبہ اور سرکاری رقم جو آئندہ آنے والی ہے مدرسہ کے ذمہ باقی ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اس معاہدہ کے بعد ان مدرسین کو ۱۸ رشعبان کے بعد ۳۰ ررمضان تک کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں اور مہتمم صاحب کو ان تک پہونچانا واجب ہے یا نہیں؟ اور ادا نہ کرنے کی صورت میں مہتمم مدرسہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عموماً دینی مدارس کا ہمارے اطراف میں تعامل معروف یہ ہے کہ ختم سال ماہ شعبان کی

جس تاریخ کو بھی فراغت ہو اس تاریخ کو تنخواہ تو بوجہ کارکردگی لازم ہوتی ہے اس کے بعد تعطیل کلاں ہوتی ہے۔ اس تعطیل کلاں (بقیہ شعبان، کامل رمضان، ابتداء شوال) کی تنخواہ کا استحقاق اس شرط پر ہوتا ہے کہ ملازم بعد التعطیل حاضر ہوکر کام میں مشغول ہو جائے۔ اگر ملازم حاضر نہ ہو بلکہ ملازمت ختم کردے تو استحقاق نہیں[1] ہوتا۔ لیکن صورت مسئولہ میں جبکہ مہتمم صاحب اور دیگر اراکین مدرسہ نے وعدہ کرلیا ہے تو اس مدت کی تنخواہ لینے کا مدرسین کو حق حاصل ہے۔ وعدہ صریح کی بناء پر تعامل معروف کو ترک کردیا جائے گا۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: **الخلف فی الوعد حرام**[2] **اھ** اگر مہتمم صاحب اور اراکین کے نزدیک اس وعدہ میں مدرسہ کی خیرخواہی مضمر تھی تو ان کو وعدہ کرنے کا حق تھا اور اس کو پورا کرنا لازم ہے ورنہ مواخذہ اخرویہ باقی رہے گا۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

---

[1]...... راجع عنوان "چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون" رقم الهامش: ۳.

[2]...... الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ الفن الثانی، کتاب الحظر والاباحة، مکتبه اشاعت الاسلام دهلی،

[3]...... اجمعوا علی ان من وعد انسانا شیئا لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفئی بوعده ...... ذهب الشافعی وابو حنیفة والجمهور الی انه مستحب وذهب جماعة الی انه واجب (الی قوله) ثم اذا فهم مع ذلک الجزم فی الوعد فلا بد من الوفاء الا ان یتعذر فان کان عند الوعد عازما علی انه لا یفئی به فهذا هو النفاق، وهذا کله یؤید الوجوب اذا کان الوعد مطلقا غیر مقید بعسی او بالمشیة ونحوهما مما یدل علی انه جازم فی وعده الخ، مرقاة شرح مشکوة ص ۴/۶۵۳، باب المزاح، کتاب الآداب، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، طیبی شرح مشکاة ص ۹/۱۵۷، قبیل باب المفاخرة والعصبیة، کتاب الآداب، مطبوعه زکریا دیوبند.

مدرسہ کی تعطیل کلاں کی تنخواہ

جبکہ تعطیل کے ختم پر دوسری جگہ چلا گیا

سوال:- (۱) زید بحیثیت عربی مدرس ایک ادارہ میں ملازم تھا اور مستقل تھا۔ جمادی الاولیٰ میں ساز باز کر کے دوسری جگہ ملازمت کی بات کی اور رمضان شریف میں تقرر کرالیا۔ شعبان میں رخصت پر گیا اور بعد رمضان نئی جگہ پر چلا گیا۔ اور شعبان اور رمضان کی تنخواہ دھوکہ سے لے لی۔ جبکہ اس ادارہ کا قانون ہے کہ کم از کم ایک ماہ قبل استعفیٰ دے اور اس ماہ کام بھی کرے تا کہ ادارہ دوسرے معلم کا انتظام کر لے۔ لیکن زید نے اس کے خلاف کیا۔ پورے شوال غیر حاضر رہ کر ذی قعدہ میں اپنے نہ آنے کو مطلع کیا۔ نصف شعبان اور رمضان کی تنخواہ زید کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟

مدرس کو دوسری جگہ ملازمت کر کے پہلے مدرسہ کو ویران کرنا

سوال:- (۲) زید ایک مستند عالم ہے اور ایک مذہبی بین الاقوامی ادارہ میں کام کرتا ہے۔ چار سال کام کیا۔ اس کے ساتھ بڑے احسانات کئے گئے۔ مگر اس سے ایسی کوتاہیاں ہوئیں کہ اگر مہتمم وصدر مدرس نہ سنبھالتے تو یہ کہیں کا نہ رہتا۔ مگر زید نے اس ادارہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی کوشش کی۔ طلباء میں پارٹی بندی کرادی اور طلباء سے کہہ دیا کہ میں شوال میں نہیں آؤں گا، تم بھی نہ آنا۔ اور چندہ دہندگان کو سمجھایا کہ فلاں ادارے میں نہ کوئی طالب علم ہے نہ استاد ہے، وہاں نہ لڑکوں کو بھیجنا نہ چندہ دینا۔ اس طرح قدیم ادارہ کو توڑنا اور جدید جگہ پر طلباء کو لے جانا یا ادھر ادھر منتشر کر کے ادارے کو بند کرانے کی سعی کرنا زید کے لئے جائز ہے

یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر وقت ملازمت تعطیل کے متعلق کوئی معاملہ طے نہیں ہوا تو دیگر مدارس میں جو کچھ تعامل ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔[۱] وہ یہ ہے کہ ماہ شعبان میں سالانہ امتحان سے فراغت پر تعطیل ہوجاتی ہے۔ رمضان المبارک کا پورا مہینہ تعطیل میں گذر جاتا ہے۔ پھر شوال کا بھی کچھ وقت تعطیل میں محسوب ہوتا ہے، مگر اس سے مستفید ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ بعد تعطیل مدرسہ کھلنے پر ملازم حاضر ہوکر مدرسہ کے کام میں مشغول ہوجائے ورنہ اس کو ان ایام کی تنخواہ نہیں ملے گی۔ پس جو شخص شوال میں حاضر نہیں ہوا نہ رخصت لی۔ (رخصت استحقاقی بھی حاضری کے حکم میں ہے) بلکہ اس نے دوسری جگہ ملازمت کرلی۔ اس تعطیل کی مدت کی تنخواہ کا مستحق نہیں[۲]۔ اگر تنخواہ لے چکا ہے تو واپس کردے۔

(۲) یہ حرکت سخت مذموم قابل نفرت، قابل ملامت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

عارضی مدرس کے لئے تعطیل کلاں کی تنخواہ

سوال:- نذیر احمد کو مدرسہ مظہر العلوم شموگہ کے ذمہ داروں نے ماہ ذی الحجہ ۹۴ھ سے آخر سال تعلیم شعبان تک کے لئے عارضی مدرس رکھا۔ اب کیا مسمّٰی مذکور ایام تعطیل کلاں از

---

[۱]..... راجع عنوان ''تعطیل کلاں میں تنخواہ کا استحقاق'' رقم الهامش: ۱.

[۲]..... العادة محكمة (الاشباه والنظائر ص ۱۵۰ الفن الاول، القاعدة السادسة، قواعد الفقه ص ۹۰، رقم القاعدة (۱۷۶) مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرح المجلة ص ۱/۳۴، رقم المادة: ۳۶، المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند،

پندرہ شعبان تا پندرہ شوال پوری دو ماہ کی تنخواہ کا شرعاً حقدار ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر مدرس کو علیٰ حالہ پوری تنخواہ دی جارہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ عارضی ملازمت ہی شعبان تک تھی تو پھر تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق نہیں، مستقل مدرسین پر قیاس نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۵ھ

تعطیل کلاں کے بعد استعفیٰ پر تنخواہ کا استحقاق

سوال:- پورے سال بھر پڑھانے کے بعد اگر کوئی شخص رمضان کی تعطیل میں استعفیٰ دینا چاہتا ہے تو وہ شرعاً رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو کیا استحقاق کی کوئی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں قانون یہ ہے کہ رمضان کی تنخواہ کا استحقاق (تعطیل ہونے کی صورت میں) اس وقت ہے جبکہ شوال میں مدرسہ کھلنے پر حاضر ہوکر کام کرے ورنہ استحقاق نہیں وہاں قانون بھی

---

[1]...... اذا عقدت الاجارة فی اول الشهر علی شهر واحد او اكثر من شهر انعقدت مشاهرة ...... لو عقدت الاجارة فی اول الشهر لسنة، تعتبر اثنی عشر شهرا، شرح المجلة ص ۲۷۲، ۲۷۳/۱، رقم المواد (۴۸۸/۴۹۲) الباب الرابع فی المسائل التی تتعلق بمدة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، عالمگیری دارالکتاب ص ۴۱۶/۴، الباب الثالث فی الاوقات التی یقع علیها الاجارة،

یہ ہوتو حکم بھی یہی ہوگا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بلانوٹس استعفٰی سے استحقاق تنخواہ

سوال:- زید نے ایک مدرسہ میں قوانین مدرسہ کے اقرار پابندی کے ساتھ قریب دو سال تک مدرسی کی۔ایک روز افراد کمیٹی نے تعلیمی انحطاط کو دیکھ کر زید کی عزت ووقار سے تعرض کئے بغیر سنجیدگی کے ساتھ بوجہ انحطاط تعلیم کے توجہ الی الطلبہ کی یاددہانی کرائی۔زید کو ناگوار گذری۔اس بنا پر مدرسی سے استعفاد ید یا اور اب قوانین مدرسہ کا انکار کرتا ہے۔استعفٰی والے مہینے میں زید نے بیس یوم تعلیمی کام کیا اور دس دن باقی رہ گئے ہیں۔وہ قوانین یہ ہے (۱) کہ کسی مدرس کو نوٹس دینے یا کسی مدرس کو از خود نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم ایک ماہ قبل اطلاع دی جائے (۲) اگر اطلاع کئے بغیر کسی مدرس کو فوری طور پر نکالا گیا تو افراد کمیٹی مدرس کو ایک ماہ کا مشاہرہ دے کر نکال سکتے ہیں (۳) اسی طرح سے فوری طور پر نکلنے والے مدرس پر بس ایک ماہ کی تنخواہ عائد ہوتی ہے۔

تو اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ از روئے شرع مدرس کے انکار مع الاقرار کی بنا پر مدرس کی بیس دن کی تنخواہ افراد کمیٹی کے ذمہ واجب الادا سمجھی جائے یا مجرم قانون شکن مدرس پر بقیہ دس دن کا مشاہرہ عائد کیا جائے؟

---

[1]...... العادة محكمة (الاشباه والنظائر ص ۱۵۰ الفن الاول، القاعدة السادسة، مطبوعه اشرفی دیوبند، قواعد الفقة ص ۹۰، رقم المادة (۱۷۶) الرسالة الثالثة فى القواعد الفقهية، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شرح المجلة ص ۳۴/ ۱، رقم المادة (۳۶) المقالة الثانية فى بيان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعلیمی انحطاط دیکھ کر توجہ دلانا مدرسہ سے علیحدہ کرنا نہیں، اس سے متأثر ہوکر مدرس نے استعفیٰ دیا ہے تو ایک ماہ قبل استعفیٰ دینا لازم ہے[1]۔ استعفیٰ دیکر ایک ماہ کام کرے تو اس ماہ کی تنخواہ کا مستحق ہوگا[2]۔ اب ان بیس یوم کی تنخواہ کا مستحق نہیں اگر استعفیٰ دے کر فوراً کام ترک کر دیا ہو[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۹۰ھ

فساد کے اندیشہ سے کچھ مدت گھر بھیجے گئے مدرس کو اس زمانہ کی تنخواہ

سوال: -طلباء میں باہمی نزاع کی بناء پر ارباب مدرسہ نے ایک مدرس کو گھر بھیج دیا۔

---

[1]..... المسلمون على شروطهم الا شرطا حرم حلالاً أو احل حراماً (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحكام، باب ماذكر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس)

ترجمہ: -مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے مگر وہ شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔

[2]..... الاجرة لا تجب بالعقدة وتستحق باحدى معانی ثلثة، اما بشرط التعجيل او بالتعجيل عليه، هدايه ص ۳/۲۹۴، باب الآجر متى يستحق، مطبوعه ياسر نديم، عالمگيری دارالكتاب ص ۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثانی، شامی كراچی ص ۶/۱۰، كتاب الاجارة.

[3]..... الاجير الخاص يستحق الاجرة اذا كان فی مدة الاجارة حاضرا للعمل، ولايشترط عمله بالفعل ...... لكن ليس له ان يمتنع عن العمل، واذا امتنع لا يستحق الجرة، شرح المجلة ص ۱/۲۳۹، رقم المادة (۴۲۵) الكتاب الثانی فی الاجارة، الباب الاول فی الضوابط العمومية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، درمختار على الشامی كراچی ص ۶/۶۹، كتاب الاجارة، مبحث الاجير الخاص، الدرالمنتقی على هامش المجمع ص۳/۵۴۷، فصل فی ضمان الاجير، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

پندرہ روز بعد یہ مدرس مدرسہ میں آ گئے تو اس ۱۵؍دن کی تنخواہ دینا اوران کو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

فساد کے اندیشہ سے مدرسہ کے مصالح کی خاطر مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی نے جب ایک مدرس کو ۱۵؍دن کیلئے اس کے وطن بھیج دیا پھر فساد کا اندیشہ دفع ہونے پر باہمی مصالحت کے بعد مدرس کو بلالیا تو ۱۵؍دن کی تنخواہ مدرس کو دی جاسکتی ہے اوراس کو لینے میں مضائقہ نہیں[1]۔ اگر مدرس نے استعفاء دیدیا ہوتا یا اس کو اہل مدرسہ نے الگ کردیا ہوتا یعنی اس کی ملازمت ختم کردی جاتی اور تقرر جدید کر کے بلایا جاتا تو اس مدت کی تنخواہ کا لینا اور دینا درست نہ ہوتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رخصت بیماری میں روحانی بیماری کا توریہ

سوال:- بعض احباب اپنے اخلاقی و معاشرتی و روحانی امراض کی بناپر اپنی چھٹی بڑھاتے ہیں۔ ضابطہ میں جتنی چھٹی ہوتی ہے اس سے زیادہ مثلاً ایک ماہ کی چھٹی بیماری کے نام سے تار یا خط لکھ کر بڑھوائی۔ وہ بڑھ گئی اسے اپنی روحانی بیماری کے علاج میں گذار کر واپس ہوئے۔ وہاں جا کر پھر ملازمت شروع کردی۔ اس بیماری کی چھٹی کی تنخواہ بھی مل گئی تو اس تنخواہ کا لینا کیسا ہے؟ کیونکہ اس دفتر میں بیماری سے مراد معروف بیماری جسمانی ہوتی ہے۔ اس مہینہ میں دفتر کا کوئی کام نہیں کیا۔ اورجسمانی بیماری جو معروف ہے وہ بھی نہ تھی روحانی بیماری کا توریہ کیا تھا تو اس تنخواہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہوا اور واپس کرنے کا حکم ہوا اور واپس کرنا

---

[1] مستفاد: وفی الفتاویٰ الحانوتی یستحق المعلوم عند قیام المانع من العمل ولم یکن بتقصیرہ سواء کان ناظرا أو غیرہ کا لجابی (شامی کراچی ص ۳۷۲ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی من لم یدرس لعدم وجود الطلبة)

بھی مشکل ہوتو پھر اس رقم کا کیا مصرف ہوگا؟ آیا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کو دے سکتا ہے یا غرباء فقراء پر تقسیم کردے یا کیا کرے اور اس ملازمت میں دولت مسلم یا غیر مسلم ہونے میں تنخواہ کے جواز یا عدمِ جواز میں کیا فرق ہوگا؟ چونکہ ابھی ایک صاحب نے یہ ہم سے پوچھا ہے اور وہ دور ملک کے رہنے والے ہیں، ان کو جلدی جواب دینا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مبتلیٰ بہ خود جانتا ہے کہ کون سی بیماری زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے جس کے لئے چھٹی کی ضرورت ہے۔ صورت مسئولہ میں توریہ درست ہے[1] اور یہ تنخواہ بھی درست ہے[2]۔ دولت مسلم اور غیر مسلم سے اس میں فرق نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۳ھ

بغیر پڑھائے کمرہ کی حاضری پر تنخواہ لینے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: - زید کسی عارضی بیماری کی وجہ سے ایک دن مدرسہ کے درس میں حاضر نہیں ہوا اور نہ سبق پڑھایا بلکہ مدرسہ کے احاطہ میں اپنے کمرہ میں رہا۔ تو اس کو اس مذکورہ دن کی تنخواہ لینا

---

[1]..... التورية ان يظهر خلاف ما اضمر في قلبه اتقاني قال في العناية فجاز ان يراد بها هنا اطمينان القلب وان يراد الانسان بلفظ يحتمل معنيين، رد المحتار كراچی ص ۶/۱۳۴، كتاب الاكراه، مطلب بيع المكروه فاسد وزوائده مضمونه بالتعدى، فتح القدير ص ۹/۲۴۱، كتاب الاكراه، مطبوعه مصر.

[2]..... الاجير الخاص من يعمل لواحد ويسمى اجير واحد ويستحق الاجر بتسليم نفسه مدته سواء عمل او لم يعمل مع التمكن بالاجماع مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، كتاب الاجارة، هندية ص ۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثانى فى بيان انه متى تجب الاجرة.

جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مدرسہ کا قانون یہ ہے کہ لڑکے جب غلہ وغیرہ کی وصولی کے لئے جاتے ہیں تو مدرس کے ذمہ اگرچہ کوئی کام نہیں رہتا لیکن اس کو مدرسہ کے احاطہ میں رہنا ضروری ہوتا ہے، چاہے درسگاہ میں رہے یا اپنے حجرہ میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تنخواہ اس دن کے لینے کا حق نہیں۔ یہاں سبق نہ پڑھانا اپنی ذاتی ضرورت سے ہے۔ غلہ کی وصولی کے لئے لڑکے چلے جاتے ہے اور اس وقت سبق نہیں پڑھایا جاتا تو یہ مدرسہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے قیاس صحیح نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون

سوال:- کوئی دینی ادارہ، کوئی دینی محکمہ، اپنے ملازم کو اپنے دستور اور قانون سے اطلاع کئے بغیر کسی قانون کے زد میں لے کر نقصان پہونچادے۔ مثلاً بڑی تعطیل کی تنخواہ ضبط کر دینا آیا یہ شرعی قانون ہے یا دنیوی، اگر دنیوی ہے اس کا دینی اداروں میں نفاذ کہاں تک صحیح ہے اور اگر شرعی ہے تو اس کی اصل کیا ہے محقق اور مفصل تحریر فرمادیں کہ دینی اداروں میں دنیوی قانون کا

---

[1]...... الاجیر الخاص یستحق الجرة اذا کن فی مدة الاجارة حاضرا للعمل ...... غیر انه یشترط ان یتمکن عن العمل فلو سلم نفسه، ولم یتمکن منه لعذر کالمطر والمرض فلا اجر له، شرح المجلة ص ۱/۲۳۹، رقم المادة (۴۲۵) الکتاب الثانی فی الاجارة، الباب الاول فی الضوابط العمومیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، کتاب الاجار ة، فصل فی ضمان الاجیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۲۹، باب ضمان الاجیر.

P

E:\f.m.Fainal\Jild-23\ Mudarriseen ki Tankhahon

ٹھوکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی خدمت تعلیم تدریس تبلیغ میں اصل یہ ہے کہ کوئی معاوضہ کسی سے نہ لینا چاہئے بلکہ کہہ دینا چاہئے کہ **لا اسئلکم علیہ مالاً ان اجری الا علی اللّٰہ**[1]۔ لیکن اگر کسی کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں تو اجرت لینے کی فقہائے متاخرین نے اجازت دی ہے[2]۔ باقاعدہ معاملہ کرلیا جائے کہ اتنے گھنٹے اور دن کام کرے گا اور اس کا معاوضہ اتنا یا ماہانہ یا سالانہ لیگا پھر اس معاملہ کا تقاضہ اصالۃً یہ ہے کہ جب کام نہ کرے اس کا معاوضہ نہ لے خواہ جمعہ کی چھٹی ہو خواہ عید بقرعید وغیرہ کی خواہ تعطیل کلاں ہو لیکن شریعت نے طرفین کو اختیار دیا ہے کہ اپنے معاملہ میں جس قدر ایام کی چھٹی بلا تنخواہ اور جس قدر مع تنخواہ چاہیں رضامندی سے طے کرلیں کسی خاص بات پر مجبور نہیں کیا اگر کسی جگہ اس طرح معاملہ کیا گیا ہے کہ بڑی تعطیل کی تنخواہ نہیں ملے گی تو یہ بھی درست ہے[3]۔ اور یہ درحقیقت ایام تعطیل کی تنخواہ ضبط کرنا

[1]..... سورۃ ھود، آیت: ۲۹، **ترجمہ**:- میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔(بیان القرآن)

[2]..... **ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان (درمختار مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۶ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، مجمع الانھر ص۳/۵۳۴، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت، ھدایه ص۳/۳۰۳، کتاب الاجارات، باب الاجارة، الفاسدة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)**

[3]..... **ومنها البطالة فی المدارس کایام الاعیا ویوم عاشوراء وشھر رمضان فی درس الفقه لم ارھا صریحة فی کلامھم والمسئلة علیه وجھین، فان کانت مشروطة لم یسقط عن المعلوم شیئا، والا فینبغی ان یلحق ببطالة القاضی الخ، الاشباہ والنظائر ص۴۷، الفن الاول، القاعدة السادسة، العادة محکمة، مطبوعه اشاعة الاسلام دھلی، سکب الانھر علی ھامش مجمع الانھر ص ۲/۵۸۹، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت، شامی کراچی ص۴/۳۷۲، کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الخ.**

نہیں ہے بلکہ ایام تعطیل کی تنخواہ دینا ہے۔ کیونکہ تنخواہ کام کی ہوتی ہے۔ جب کام نہیں کیا تو پھر تنخواہ کا کیا سوال ہے[1]؟ صاحب معاملہ تبرع کرتا ہے اور اس کے لئے شرط لگا دیتا ہے شرط کے فوت ہونے پر وہ تبرع نہیں کرتا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے[2]۔ یہ دنیوی قانون کو دینی اداروں میں ٹھوسنا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رخصت اور تعطیل کلاں سے متعلق تنخواہ کا قانون

سوال:- ایک شخص شروع محرم سے ایک ادارہ پر کام کر رہا ہے جس کا قانون یہ ہے کہ مدت ملازمت سے تین ماہ پورے ہونے سے قبل کسی رخصت کا استحقاق نہیں ہوتا ہے چنانچہ تین ماہ کے بعد حسب استحقاق انہوں نے رخصت لی۔

اتفاق اور بیماری کی وجہ سے اب مدرسہ کی مالی مجبوریوں کی وجہ سے حسب تجویز ناظم ادارہ اخیر میں دوسری جگہ منتقل ہو گئے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مدت ملازمت کے اندر وہ شخص کل استحقاق رخصت کو استعمال کرنے کا مجاز ہے یا ان تمام حقوق کو سال یا تمام مدت تعلیم پر تقسیم کرنے کے بعد اسی لحاظ سے استحقاق کو استعمال کر سکتا ہے۔

جو تعطیل بین الرخصتین واقع ہوتی ہے کیا وہ رخصت اتفاقیہ شمار ہوں گی۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

حسب قانون ادارہ تین ماہ ملازمت پورے ہونے پر اتفاقیہ اور بیماری کی رخصت حاصل

---

[1]...... راجع تحت عنوان "مهتمم صاحب کی تنخواه ماه رمضان میں دوگنی اور کار مفوضه انجام نه دینا" رقم الهامش: ۲.

[2]...... المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف ص ۱ ۲۵ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس) **ترجمہ**:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

کرنے کا حق ہے اور سال پورا ہونے پر جس قدر کا حقدار ہوگا اس کو حاصل کر سکتا ہے لیکن سال پورا ہونے سے پہلے۔ ملازمت کا تعلق ختم ہو جائے تو جس قدر رخصتیں بلا وضع تنخواہ حاصل کر چکا ہے اب اہل ادارہ ان کی تنخواہ وضع کریں گے اور جس قدر رخصتیں باقی ہیں ان کے عوض تنخواہ کا استحقاق نہیں ہوگا بلکہ وہ باقی رخصتیں سوخت ہو جائے گی حتی کہ اگر سال پورا ہو گیا اور ایک دن کی رخصت بھی نہیں لی تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پندرہ دن رخصت اتفاقیہ کا حق تھا جو میں نے وصول نہیں کیا لہٰذا اتنے یوم کی مزید تنخواہ دی جائے[1] جو تعطیل بین الرخصتین واقع ہو وہ بھی رخصت میں شمار ہوگی پنجشنبہ اور ہفتہ کی رخصت لی تو جمعہ کا دن بھی رخصت میں محسوب ہوگا تعطیل میں نہیں اس طرح اگر تعطیل کلاں سے قبل اگر رخصت لی پھر ختم تعطیل پر حاضری کے بجائے رخصت لے لی تو یہ تعطیل کلاں بھی رخصت میں شمار ہوگی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مدرس کو مہتمم نے الگ کیا پھر سرپرست نے رکھ لیا مدتِ علیحدگی کی تنخواہ کس کو دینی ہے؟

سوال:- مدرسہ اسلامی کے ایک مدرس کو ایک شکایت کے مسموع ہونے پر اپنے طور پر تحقیق کرنے کے بعد جو ان کے نزدیک درست تھی مہتمم مدرسہ نے بمشورہ چند اراکین مدرسہ

---

[1] و [2]..... المسلمون علی شروطهم الحديث ترمذی شريف ص ۲۵۱ ج ۱ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) ابواب الاحكام باب ماذكر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بين الناس. قلت هذا ظاهر فيما اذا قدر (الی قوله) فحيث كانت البطالة معروفة فی يوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعيدين يحل الأخذ (شامی كراچی ص ۴/۳۷۲، كتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظيفة فی يوم البطالة)

مدرس مذکور کو ملازمت مدرسہ سے برخاست کر دیا۔ بعد برخاستگی مدرس مذکور اپنے وطن چلے گئے۔ سرپرست مدرسہ کو جب برخاستگی کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے شکایت مسموع کا شرعی ثبوت فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یہ برخاستگی کالعدم قرار دیدی، مدرس مذکور کو ملازمت پر بحال کر دیا، چنانچہ ان کو وطن سے بلا کر کار متعلقہ ان کے سپرد کر دیئے گئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدرس مذکور برخاستگی کی تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر مستحق ہیں تو پھر یہ تنخواہ اور جو مالی نقصان ان کو ہوا ہے کس کے ذمہ واجب ہے، آیا ان کو منجانب مدرسہ تنخواہ دی جائے یا مہتمم مدرسہ اور وہ اراکین جنکے مشورہ سے یہ برخاستگی عمل میں آئی تھی اپنے طور سے ادا کریں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہتمم کو اختیار تھا برخاست کرنے کا اور اپنے گمان کی حد تک ثبوت کے بعد برخاست کیا ہے تو ان ایام کی تنخواہ مہتمم پر نہیں ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سرپرست اپنے پاس سے دیدے۔ اگر مہتمم کو بغیر سرپرست کی اجازت کے اختیار نہیں تھا تو مہتمم صاحب پر ذمہ داری ہے[1]، بہتر یہ ہے کہ اس کو قانونی شکل نہ دی جائے بلکہ مہتمم صاحب وغیرہ خارجی طور پر بہ حیثیت اعانت ان کی خدمت کر دیں تا کہ ان کے نقصان کی بھی تلافی ہو جائے اور بلا کام کئے تنخواہ کا بار مدرسہ پر بھی نہ پڑے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۰ھ

---

[1]...... قال فی الخانیة وقف له متول ومشرف لیس للمشرف ان یتصرف فی مال الوقف لان ذاک مفوض الی متولی والمشرف مأمورا بالحفظ لا غیر، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۳، کتاب الوقف، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا، شامی زکریا ص ۶/۲۸۲، کتاب الوقف، مطلب لیس للمشرف التصرف.

عرصہ تک ملازمت کرنے کے بعد معذور ہوا تو کیا وہ تنخواہ لینے کا حق دار ہے

سوال:- زید نے عرصۂ دراز تک بعوض تنخواہ ایک مدرسہ میں رہ کر درس کلام پاک کی تعلیم انجام دی، اب بوجہ مسلسل بیمارو بزمانۂ پیرسالی مدرسۂ مذکور کی کسی بھی قسم کی خدمت انجام نہیں دے سکتے، اب فرمایئے کہ اس صورت میں مدرسہ سے تنخواہ پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) زید مذکور اپنی عادتِ بد کی وجہ سے مدرسہ کے نظم میں خلل اندازی بھی کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کے طلباء کی تعلیم وتربیت میں حرج لاحق ہوتا ہے۔ زید مدرسہ میں ہی رہتے ہیں، ان کے عزیز واقارب گھر لے جانا چاہتے ہیں اور یہ جاتے نہیں ہیں جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مدرسہ کے کارکن حضرات زید مذکورہ کے تلامذہ میں سے ہیں اس لئے زید مذکور کو مدرسہ سے الگ کرنے پر قادر نہیں ہیں اور مدرسہ کی بدنظمی جوان کی وجہ سے ہو رہی ہے اس کا کارکن حضرات کو بھی سخت احساس ہے۔ اب تحریر فرمائیں کہ کیا کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(۱) تنخواہ تو کام کا معاوضہ ہے، جب مدرسہ کا کوئی کام نہیں کرتے تو پھر تنخواہ کس بات کی[۱]۔

[۱]...... اذا استأجر رجلا یوما یعمل كذا فعليه أن يعمل ذلک العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشئ اٰخر سوى المكتوبة (الى قوله) لا يمنع من اتيان الجمعة ويسقط من الاجر بقد ر اشتغاله ان كان بعيد وان قريبا لم يحط شئ فان كان بعيد او اشتغل قدر ربع النهار يحط عنه ربع الأجرة (شامی کراچی ص ۷۰ ج ۶ كتاب الاجارة، مطلب ليس للاجير الخاص أن يصلى النافلة، والاجير الخاص يستحق الاجر بتسليم نفسه مدته فلو امتنع ولو حكما كمطر ومرض فلا اجر (سكب الانهر مع المجمع ص ۳/۵۴۷، كتاب الاجارة، فصل فى الاجير المشترک وغيره، مطبوعه بيروت، بحر كوئٹه ص ۸/۲۹، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير)

(۲) اس حالت میں ان کو چاہئے کہ وہ مدرسہ کا قیام ترک کردیں[۱]، کارکنان مدرسہ جوان کے تلامذہ ہیں وہ ادب واحترام کے ساتھ ان کو رخصت کردیں اور ان کی جانی ومالی خدمت حسب استطاعت بحق شاگردی کرتے رہیں۔ ہاں اگر مدرسہ میں ان کے قیام سے مدرسہ کا نفع ہو، مثلاً ان کے اثر سے مدرسہ کا نظم وضبط قائم رہتا ہو اور ان کی تجربہ کارانہ رائے سے کارکنوں کو روشنی ملتی ہو اور ان کی صحبت سے اصلاح وتربیت ہو تو پھر مدرسہ میں قیام بھی درست ہے اور تنخواہ کی بھی گنجائش ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۹۱ھ

تنخواہ میں اضافہ کا وعدہ

سوال:- ایک مدرسہ کے عملہ ملازمین نے بسلسلۂ اضافۂ تنخواہ مدرسہ کے مہتمم کو درخواست دی۔ مہتمم نے سرپرست مدرسہ کی خدمت میں اس درخواست کو پیش کردیا۔ سرپرست مدرسہ اپنی مشغولیات کی وجہ سے چند ماہ غور نہ فرما سکے۔ ملازمین مدرسہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد درخواست دیتے رہے۔ مہتمم مدرسہ نے ملازمینِ مدرسہ سے وعدہ کرلیا

---

[۱]...... ليس للمقيم ان يسكن فيها احدا بغير اجر لانه اتلاف منافع الوقف بغير عوض (محيط برهاني ص ۹/۲۹، الفصل السابع في تصرف القيم في الاوقاف، مطبوعه مجلس علمي گجرات، هندية كوئٹه ص ۲/۴۱۸، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، تاتارخانية كراچي ص ۵/۷۴۹، الفصل السابع في تصرف القيم في الاوقاف.

[۲]...... والذي يبتدئ به من ارتفاع الوقف عمارته ثم ماهو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الى قدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذالك الى آخر المصالح، بحر كوئٹه ص ۵/۲۱۳، كتاب الوقف، الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۶/۵۵۹، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو اقرب اليها، سكب الانهر ص ۲/۵۸۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کہ جو بھی اضافہ ہوگا وہ گذشتہ ماہ محرم الحرام سے ہوگا۔ سرپرست مدرسہ نے موجودہ ماہ سے اضافہ فرمایا اور تحریر فرمایا کہ اسی ماہ سے اضافہ ہوگا۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اضافہ گذشتہ ماہ محرم الحرام سے دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سرپرست مدرسہ ہی نے یکم محرم سے تنخواہ کے اضافہ کا وعدہ کیا تھا لیکن ان کو یاد نہیں رہا، وعدہ پورا کرنے کا موقع نہیں ملا۔ نیز مصلحت مدرسہ کا تقاضا ہے کہ یکم محرم سے اضافہ کردیا جائے ورنہ بدزبانی وبدگمانی کا دروازہ کھلے گا اور بھی کوئی نامناسب صورت پیش آسکتی ہے مثلاً خدانخواستہ مدرسین بغاوت کردیں، اپنا کام چھوڑ دیں یا طلباء کے اندر غلط قسم کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کریں وغیرہ وغیرہ تو یکم محرم سے اضافہ کرسکتے ہیں[1]۔ اگر سرپرست نے وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ مہتمم نے وعدہ کیا تھا اور مہتمم کو اس کا اختیار نہیں۔ تو مہتمم کو یکم محرم سے اضافہ کرنے کا حق نہیں[2]۔ بصورت دیگر مدرسین کے لئے زیبا یہ ہے کہ گذشتہ ایام کے مطالبہ کا ارادہ نہ کریں بلکہ جس روز سے باضابطہ اضافہ تجویز کیا جائے اسی روز سے اس اضافہ کو قبول کریں۔ یہ ان کے مقام بلند کے لئے بہت لائق اور بہتر ہے۔ ان کا حال اونچا ہونا چاہئے کہ نظر دینی

---

[1]...... ثم ما هو اقرب الى العمارة، واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة، يصرف اليهم الى قدر كفايتهم، شامی مع الدر المختار کراچی ص۳۶۷/۴، کتاب الوقف، مطلب يبدأ العمارة بما هو اقرب اليها، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۳/۵، کتاب الوقف، منحة الخالق على البحر الرائق ص۲۱۳/۵، مطبوعہ کوئٹہ.

[2]...... قال في الخانية: وقف له متول ومشرف ليس للمشرف ان يتصرف في مال الوقف لان ذاک مفوض الى المتولي، والمشرف مأمور بالحفظ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۳/۵، کتاب الوقف، شامی مع الدرالمختار ص۴۵۸/۴، کتاب الوقف، مطلب ليس للمشرف التصرف، مطبوعہ کراچی، قاضیخان على الهندية ص۲۹۷/۳، کتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجد او خانا الخ، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

تعلیم خدمت اور افادۂ طلباء اور ترقی مدرسہ اور خشیت پر ہو۔ روپیہ کمانے کی نیت ہرگز نہ ہو کہ یہ تو فیکٹریوں کے ملازمین اور مزدوروں کا حال ہوتا ہے کہ ان کے سامنے بس اپنا روپیہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قناعت وتوکل کی دولت سے نوازے۔ اور **ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہٗ**[۱] پر پورا اعتماد عطا ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۱۴۰۶ھ

مدرسی کی تنخواہ کا ناغہ کاٹنا

سوال:- ایک شخص امامت ومدرسی پر ملازم ہے تنخواہ الگ الگ متعین نہیں۔ اس حالت میں مدرسہ کے ناغہ پر کیا کچھ کاٹنا ضروری ہے، یا منتظمین کی مرضی سے جائے تو کچھ نہ کٹے گا چاہے وہ تبلیغ میں جائے یا نجی ضرورت سے جائے۔ منتظمین اجازت دیدیں اور کچھ تنخواہ نہ کاٹیں تو گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مستقل معاملہ طرفین کی رضامندی سے طے کرلیا جائے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ 〃 〃

---

[۱]...... **سورۃ طلاق، پارہ ۲۸، آیت: ۳، ترجمہ**:- اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ بیان القرآن

[۲]...... **راجع عنوان** ''مہتمم صاحب کی تنخواہ ماہ رمضان میں دوگنی اور کار مفوضہ انجام دینا'' **رقم الھامش**: ۱.

مہتمم مدرسہ کی تنخواہ بغیر طے کئے

سوال:- مہتمم مدرسہ تمام سال اہتمام بلا تنخواہ کرتے ہیں کچھ اپنا نجی کام بھی کرتے ہیں مگر جن ایام میں تحصیل چندہ کا کام ہوتا ہے اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اپنا نجی کاروبار نہیں کر سکتے تو ان مہینوں کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورتِ مسئولہ میں مہتمم صاحب کو چاہئے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے اس چیز کو پیش کر دے کہ سال بھر میں مثلاً دو ماہ چندہ کرتا ہوں اپنا نجی کام نہیں کرتا اس لئے ان دو ماہ کے لئے میری تنخواہ تجویز کر دی جائے۔ بقیہ دس ماہ حسبۃً للہ خدمت مدرسہ انجام دوں گا کوئی معاوضہ نہیں لوں گا اگر مہتمم صاحب نے اس طرح با قاعدہ معاملہ نہ کیا تو تہمت اور اعتراض کا مظنہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

مہتمم صاحب کی تنخواہ ماہِ رمضان میں دوگنی اور کارِ مفوضہ انجام نہ دینا

سوال:- ایک دینی مدرسہ کے ذمہ دار (ناظم اور مہتمم) نے اپنی تنخواہیں صدر مدرس اور

---

[1]..... اتقوا مواضع التهم کشف الخفاء ص ۴۴ ج ۱ حدیث: ۸۸، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت. **ترجمہ**:- تہمتوں کی جگہوں سے بچو۔

شیخ الحدیث سے بھی زیادہ کررکھی ہے۔اور مفوضہ خدمات یعنی فراہمی مالیات کے لئے صرف ماہ رمضان شریف میں تشریف لے جاتے ہیں۔رجسٹر حاضری کے دستخط سے بھی وہ حضرات مبرا ہیں۔مدرسہ کا پورا عملہ تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے پریشان رہتا ہے۔چھ چھ، سات سات ماہ کی تنخواہیں چڑھ جاتی ہیں۔رمضان شریف میں گیارہ ماہ آرام کے بعد اور اپنے نجی دھندے کرکے چندہ کو جاتے ہیں تو نام نہاد شوریٰ کے ممبروں کو حلوے انڈے کھلا کر وہ بھی مدرسہ ہی کے۔ان سے کہا کہ دیکھئے صاحب ہماری ایک مہینہ کی چھٹی ہوتی ہے اور اسی میں ہم باہر رہتے ہیں۔لہٰذا اس ماہ کی ہماری دوگنی تنخواہ ملنی چاہئے اب یہ ناظم اور مہتمم صاحب بجائے بارہ ماہ کے سال میں ساڑھے تیرہ ماہ کی تنخواہ پاتے ہیں۔آیا یہ ساڑھے تیرہ ماہ کی تنخواہ ایک سال کے لئے درست ہے یا نہیں؟ جبکہ بیچارے مدرسین گیارہ ماہ پوری تندہی، دیانت ومحنت کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں اور اس ماہ مبارک میں چندہ کرکے اپنی تنخواہوں کا خود ہی بندوبست کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر معاملہ اسطرح ہو کہ فلاں ماہ میں اتنی تنخواہ ملے گی تو اسکی گنجائش ہے[1] لیکن جو کام سپرد ہوا ہو اسکو پورا کرنا ضروری ہے۔کار مفوضہ انجام نہ دینا اور تنخواہ لینا جائز نہیں ارکان شوری اگر علم کے باوجود اجازت دیں تو اس سے وہ تنخواہ حلال نہیں ہوجاتی۔البتہ جرم میں وہ بھی شریک ہوجاتے[2]

---

[1]...... يشترط فى صحة الاجارة ضى العاقدين ...... يشترط ان تكون الاجرة معلومة، شرح المجلة ص ۲۵۴/۱، رقم المواد (۴۴۸/۴۵۰) الباب الثانى فى الاجارة، الفصل الثالث فى شروط صحة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، عالمگیری ص ۴/۴۱۱، کتاب الاجارة، الباب الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم.

[2]...... الاجير الخاص يستحق الاجرة اذا كان فى مدة الاجارة حاضرا للعمل ...... لكن ليس له ان يمتنع عن العمل واذا امتنع لا يستحق الاجرة، شرح المجلة ص ۲۳۹/۱، رقم المادة (۴۲۵) الكتاب الثانى فى الاجارة، الباب الاول فى الضوابط العمومية، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، هدایه ص ۳/۲۹۴، باب الاجر متى يستحق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی باز پرس نہ کرسکے تو قیامت میں بہرحال حساب دینا ہے۔ کوئی بھی نہ ناظم و مہتمم کو بچاسکے گا نہ مدرسین کو، نہ ارکان شوریٰ کو[1]، مدرسین کی تنخواہ نہ ملے اور ناظم و مہتمم استحقاق سے بھی زائد وصول کریں یہ صریح ظلم ہے جس کا وبال دنیا و آخرت میں سخت ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرس کو علیحدہ کرنے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا

سوال:- زید عربی مدرسہ میں دو سال سے ملازم تھا۔ بوقت تعطیل کلاں رمضان المبارک میں اس نے مہتمم صاحب سے کہا کہ میں چندہ کرنے سے قاصر ہوں۔ میرے بارے میں جو فیصلہ ہو آپ ظاہر کردیجئے۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ تم کو رمضان المبارک کے کچھ دن یہاں مدرسہ میں رہنا ہے۔ تمہارے بجائے میں جاؤں گا۔ لہٰذا زید مکان مذکور سے واپس آیا اور مہتمم صاحب کی واپسی تک مدرسہ میں رہا اور مہتمم صاحب کی اجازت سے مکان چلا گیا۔ راستہ میں مہتمم صاحب کے کہنے پر جو کام بتلایا تھا وہ بھی انجام دیا۔ مہتمم صاحب نے شوال کے دوسرے ہفتہ میں اطلاع دی کہ تمہاری ملازمت ختم ہوگئی۔ زید کہتا ہے کہ اس کو شوال کی تنخواہ ملنی چاہئے۔ از روئے شرع وہ کتنی تنخواہ کا حقدار ہے؟

---

[1]...... قال تعالیٰ واتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیئا، ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة، ولاهم ینصرون، سورة البقرة، آیت:۱۲۳.

[2]...... عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال قال اللہ تعالیٰ ثلثة انا خصمهم یوم القیامة ...... (وفیه) ورجل استأجر اجیرا فاستوفی منه ولم یعطه اجره، بخاری شریف ص ۳۰۲/۱، کتاب الاجارة، باب اثم من منع اجر الاجیر، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوة شریف ص ۲۵۸/۱، باب الاجارة، الفصلا لاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہتمم صاحب نے جس وقت اطلاع کی ہے اس وقت تک کی تنخواہ بلا شبہ لازم ہے۔ پورے ماہ شوال کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ اگر مدرسہ کا کوئی ضابطہ مقررہ ہے یا زید سے اس کے متعلق کوئی معاہدہ ہوا ہے (مثلاً جب دل چاہے زید ملازمت ترک کردے اور جب دل چاہے مہتمم صاحب علیحدہ کردیں تو اس وقت معاملہ ختم ہو جائے گا اور آئندہ کا کوئی حساب یعنی بلا کام کئے تنخواہ دینے کا حق باقی نہ رہے گا۔ اس طرح گذشتہ کام کی تنخواہ ضبط کرنے کا بھی حق نہیں رہے گا) تب تو اس کے موافق عملدرآمد ہوگا[1]۔ ورنہ عمومی مدارس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مہتمم علیحدہ کرنا چاہیں تو ایک ماہ پیشتر اطلاع کردیں کہ یکم ذی قعدہ سے آپ سبکدوش ہیں۔ اگر ایسا نہیں کیا بلکہ فوری طور پر علیحدہ کیا تو ایک ماہ کی تنخواہ مزید دے کر علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مدرس کا حال ہے کہ وہ اپنی علیحدگی کے لئے ایک ماہ پہلے اطلاع کردے ورنہ ایک ماہ کی تنخواہ سے دست بردار ہو جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۴ھ

---

[1]...... المسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حلالاً أو احل حراماً (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، مطبوعہ اشرفی دیوبند، والمعجم الکبیر للطبرانی ص ۴/۲۷۵، رقم الحدیث ص ۴۴۰۴، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے مگر وہ شرط جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

[2]...... الثابت بالعرف کالثابت بالنص (شرح عقود رسم المفتی، مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ سہارنپور ص ۹۵، قواعد الفقہ ص ۷۴، رقم القاعدۃ: ۱۰۱، الرسالۃ الثالثۃ، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

سال بھر پورا ہونے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا اور ہر چھٹی پر تنخواہ وضع کرنا

سوال:- زید ایک ایسے مدرسہ میں ملازم ہے جہاں کا قانون یہ ہے کہ پورے سال میں رخصت علالت واتفاقیہ ایک دن بھی نہیں ہے۔ بلکہ رخصت کے بجائے ایک مہینہ زائد کی تنخواہ دی جاتی ہے۔ اور حسب ضرورت ناغہ ہونے پر ایک گھنٹہ تک کی بھی تنخواہ وضع کرلی جاتی ہے۔ اب اگر زید نے ناظم یا ممبران مدرسہ کے یہاں کسی ضرورت کی بناء پر یہ درخواست پیش کی کہ مجھے بلا معاوضہ رخصت عطا کی جائے۔ اور ممبران مدرسہ نے اسکو منظور کرلیا تو از روئے شرع زید کی یہ درخواست پیش کرنا اور ممبران حضرات کا اس کو منظور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ قوم نے ناظم یا ممبران کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا ہے۔ درصورتِ عدمِ جواز وجہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو اپنی ضرورت کے تحت درخواست دینے میں تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ وہ یہ بھی درخواست دے سکتا ہے کہ میرے ساتھ مزید اور بھی خصوصیات برتی جائیں۔ مگر ہر درخواست لائق قبول نہیں۔ ناظم اور ممبران کو ایسی درخواستوں کے قبول کرنے میں بہت دشواری ہوگی وجہ خصوصیت بتلانا بھی مشکل ہوگا، دوسرے ملازم درخواست دیں تو اس کو رد کرنا بھی مشکل ہوگا، قسم قسم کے الزامات عائد ہوں گے۔ اور قوم نے بھی ان کو نمائندہ اس لئے نہیں بنایا ہے کہ زید کے لئے خصوصی رعایت کریں، بلکہ قانون عام ہوتا ہے[1]، البتہ اگر ناظم وممبران مل کر قانون میں

[1]......قانون عام ہوتا ہے اگر اس میں کسی کی تخصیص کی جائے تو تہمت کا اندیشہ ہے اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق مرفوعا بلفظ من اقام نفسه مقام التهم فلا يلو من من اساء الظن به کشف الخفاء ص ۱/۴۴، الهمزة مع التاء، داراحياء التراث العربی بیروت.

ہی مدرسہ کی بہتری کے لئے کوئی اس قسم کی تبدیلی وترمیم کریں جس سے سب نفع اٹھا سکیں اور مدرسہ کا بھی نقصان نہ ہوتو اس کا حق ہوگا۔ پھر اس تبدیلی وترمیم میں قوم کو بھی آگاہ کردیں تو بہتر ہوگا تاکہ قوم مطمئن رہے کہ ہمارے نمائندے مدرسہ کا مال صحیح طور پر صرف کررہے ہیں۔ اپنے ذاتی تعلق والوں پر بے ضابطہ روپیہ خرچ نہیں کرتے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بلا تنخواہ مدرسہ کی خدمت کرنا اور تعمیرِ مدرسہ میں قیام کرنا

سوال:- نیز مہتمم مدرسہ جو بلا مقررہ تنخواہ لئے ہوئے صرف عمارت میں قیام کو اپنی خدمات کا صلہ سمجھتا تھا وہ شرعی نقطۂ نظر سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟ امید کہ جواب جلد عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں گنجائش ہے مگر مہتمم کو چاہئے کہ مدرسہ کی خدمات حسبۃً للہ انجام دے اور اس قیام کو خدمات کا صلہ تصور نہ کرے بلکہ خدمات مدرسہ کے لئے مدرسہ کی ضرورت سے مدرسہ میں قیام تجویز کردیا جائے تاکہ ہر وقت پوری نگرانی اور حفاظت میں سہولت رہے جیسا کہ بعض مساجد میں امام یا مؤذن کا قیام مسجد کے حجرہ میں تجویز ہوتا ہے کہ وہ خدمت کے صلہ میں نہیں ہوتا بلکہ خدمت کا معاوضہ مستقل ہوتا ہے۔ یا خدمت محض ثواب کی نیت سے کرتا ہے۔ اور قیام ضرورت کے لئے ایسا ہی معاملہ مدرسین کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی مدرسہ کی عمارت میں

---

[1]...... نعم يتصرف القيم فى الوقف بما فيه من النفع للوقف، تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۲۰۹/۱، كتاب الوقف.

قیام کرتے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۸/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ ربیع الاول ۶۷ھ

تنخواہ مشاہرہ میں دنوں کا اعتبار ہوگا

سوال:- زید نے اکتوبر میں کسی مدرسہ میں مدرسی اختیار کی درمیان ماہ میں، تو اس کو کتنے دن کی کتنے وقت کی کفایت ملے گی جبکہ مہینہ ۳۱ کا ہے۔ درانحالیکہ ۱۲/ سے اس نے درس دینا شروع کیا ہے۔ اکتیسواں ماہ کا بیس دن بنا ہے جبکہ ۲۹ اور ۳۱/ دونوں کے ماہ سے پورے ماہ کی تنخواہ ۳۰/ دن کی ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مہینہ جتنے دن کا ہوتا ہے اتنے ہی دن کی تنخواہ کا حق ہوگا اس میں کچھ الجھاؤ کی بات نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]...... يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف اولا ثم ما هو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف الى قدر كفايتهم، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۳/۵، كتاب الوقف، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۲/۲، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، شامى كراچى ص۳۶۶/۴، كتاب الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف.

[2]...... فاذا امات المدرس فى اثناء السنة قبل مجئى الغلة، وقبل ظهورها من الارض وقد باشر مدة ثم مات او عزل ينبغى ان ينظر وقت قسمة الغلة الى مدة مباشرته والى مباشرة من جاء بعده ويبسط المعلوم على المدرسين وينظر كم يكون منه للمدرس المنفصل والمتصل فيعطى بحسابه مدته، (البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۸/۵، كتاب الوقف، (شامى زكريا ص۵۶۷/۶، كتاب الوقف، مطلب فيمن لم يدرس لعدم وجود الطلبة)

زمانۂ بیماری کی تنخواہ

سوال:- زید کو مدرسہ اشرف العلوم برما کی طرف سے چندہ کے لئے مشرقی پاکستان بھیجا گیا۔ مگر بنگلہ دیش بننے کی وجہ سے وہ وہاں پر مقید ہوگیا اور دو سال تک مقید رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دو سالوں کی زید کو مقررہ تنخواہ ملے گی یا نہیں؟

(الف) اشرف العلوم کی طرف سے زید کے گھر فی ماہ اسّی روپے گذر اوقات کے واسطے دیا جاتا تھا، حسب شرع یہ اسّی روپیہ قرض ہوگا یا اس کی تنخواہ میں شمار ہوگا؟

(ب) زید نے پہلے سال چار مہینے تحصیل کا کام کیا دوسرے سال وہ بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تحصیل بھی نہ کر سکا، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ آیا پورے دو سال کی تنخواہ ملے گی یا صرف ایام تحصیل کی تنخواہ ملے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زید کو مدرسہ نے ملازمت سے برطرف کر کے اطلاع نہیں کی اور زید نے بھی استعفاء نہیں دیا، نہ وہاں کوئی دوسری جگہ ملازمت وغیرہ کا شغل اختیار کیا بلکہ مدرسہ اشرف العلوم ہی کا ملازم اپنے کو تصور کر کے حتی الوسع کوشش میں لگا رہا تو ان ایام کی اس کو تنخواہ ملے گی[1]۔

(الف) اگر زید کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ میرے مکان پر اسّی روپیہ یا اہلِ خانہ کی طلب ظاہر کرنے پر جس قدر وہ روپیہ طلب کریں۔ یا اپنی صوابدید کے موافق مناسب مقدار گھر میں دیدیا کریں، تو اس روپیہ کو تنخواہ میں محسوب کیا جائے گا۔

---

[1]...... واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه بل بتعجيله أو شرطه في الاجارة أو الاستيفاء للمنفعة (درمختار مع الشامي كراچی ص ١١ ج٦ كتاب الاجارة، هندية ص ٤/٤١٣، كتاب الاجارة، الباب الثاني في بيان متى تجب الاجرة، مجمع الانهر ص ٣/٥٤٧، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

(ب) اس کے لئے مدرسہ کی طرف سے کوئی ضابطہ ہے تو اس پر عمل کیا جائے۔یعنی ایسے ملازم کو بیماری کی وجہ سے سال بھر میں جتنی رخصت مل سکتی ہو وہ مع تنخواہ ملے گی، اس سے زائد پر تنخواہ وضع ہوگی۔اگر کوئی ضابطہ نہ ہوتو پھر دیگر مدارس میں جو ضابطہ ہو اس کے موافق عمل کیا جائے گا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ //

تنخواہ کے لئے حیلۂ تملیک کی صورتیں

سوال:- یہاں اس شہر میں ایک مدرسہ ہے جس میں شہر کے بچوں کو ناظرہ قرآن اور نماز وغیرہ کے ضروری مسائل کی تعلیم دی جاتی ہے۔اب مندرجہ ذیل امور قابل التفات ہیں۔

(۱) بچے سب اسی شہر کے ہیں اور صبح کو ایک گھنٹہ اور شام کو ایک گھنٹہ یہاں تعلیم پاتے ہیں، اور پورے دن سرکاری پرائمری اسکول میں پڑھتے ہیں۔

(۲) رمضان شریف میں اس مدرسہ کے لئے شہر سے زکوٰۃ کا روپیہ وصول کیا جاتا ہے اور اخراجات میں سوائے تنخواہ مدرسین کے کوئی دوسری مد نہیں ہے۔کیا یہ جائز ہے؟

(۳) کیا حیلۂ تملیک کے بعد مدرس کو تنخواہ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بیرونی بچے اس مدرسہ میں نہیں سب مقامی ہیں اور غریب ونادار ہیں تو ان کو بطور

---

[1]...... العادة محكمة (الاشباه والنظائر ص ۱۵۰ الفن الاول، القاعدة السادسة، شامی کراچی ص ۱۳۰/۳، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب مسئلة الدراهم، شرح المجلة ص ۳۷/۱، المقالة الثانيه فی بيان قواعد الفقهية، مطبوعه کوئٹه)

وظیفہ زکوٰۃ کا پیسہ دیدیا جائے جس سے زکوٰۃ ادا ہوجائے۔ پھران کے اولیاء سے کہا جائے کہ وہ اس بچے کی فیس مدرسہ میں داخل کردیں۔ اور وہ پیسہ بچوں سے لے کرفیس دیدیں۔ اس فیس سے تنخواہ وغیرہ کا کام چل سکتا ہے۔ بچے اگر بالغ ہوں تو خودان سے بھی فیس میں وہ پیسہ لینادرست ہے۔ اولیاء کا واسطہ واجازت بھی ضروری نہیں۔ جو بچے نادارنہیں ان کوزکوٰۃ کا پیسہ وظیفہ میں دینادرست نہیں۔ اگر کسی غریب مستحق زکوٰۃ کوزکوٰۃ دے کر مالک بنادیا جائے اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تواس کوبھی تعلیم میں خرچ کرنا درست ہے۔ خواہ تنخواہ میں دیا جائے یاتعمیر وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ **والحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء اه درمختار على هامش رد المحتار**[1] ص ۶۳ ج ۲۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳؍۷؍۹۱ھ

مدرس کو جو کھانا دیا جائے وہ اباحت ہے یا تملیک؟

سوال:- یہاں مدرسہ میں تنخواہ کے ساتھ کھانے ناشتہ کا بھی نظم ہے۔ گاؤں والے کھانا باری سے دیتے ہیں۔ کم ہوجائے تو مطالبہ نہیں، زیادہ ہوتو واپس نہیں ہوتا۔ یہی معمول ہے۔ اگر کوئی مسافر ہوتو ساتھ میں کھالیتا ہے، کسی کواعتراض نہیں ہوتا ہے۔ کھانا گاؤں کے کسی فرد کو کھلائیں تو اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن لوگ کھل کر کچھ نہیں کہتے۔ ان سے پہلے مدرس تھے وہ کھانا اپنے گھرلے جاکر کھاتے تھے، اس پرلوگوں کا خیال تھا کہ مدرسہ ہی میں کھائیں تو بہتر ہے کہ دوتین کھانوں میں ایک آدمی اگرزائدآجائے تو وہ بھی شریک ہوجائے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ

[1]..... **درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۵ ج ۲ كتاب الزكاة، باب المصرف. سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ۱/۳۲۹، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۲۴۳، كتاب الزكاة، باب المصرف.**

کھانا دینا مدرسہ میں اباحت ہے یا تملیک؟ جبکہ دینے والوں کی طرف سے اس کی کوئی تصریح نہیں ہوتی۔ اور دوسروں کو کھانے میں خواہ وہ گھر کے ہی کیوں نہ ہوں شریک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کھانا مدرس کے پاس بھیج دیا اور اسکو یہ بھی اختیار ہیکہ جس مہمان یا جس مسافر کو چاہے اپنے ساتھ شریک کرلے اور جو کھانا بچ جائے اسکی واپسی نہیں ہوتی۔ نیز تنخواہ کے ساتھ کھانے کا بھی معاملہ ہے تو یہ سب علامات ہیں کہ یہ کھانا ان کو تملیکاً دیا جاتا ہے اباحۃً نہیں[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۹۳ھ

کیا دینی معلم کی تنخواہ پرائمری کے معلم سے کم ہونا باعث اہانت ہے؟

سوال: -عربی فارسی کی تعلیم دورۂ حدیث تک ہوتی ہے، نیز اردو ہندی حساب کی تعلیم درجہ پنجم تک۔ تو حدیث وتفسیر کے اساتذہ کی تنخواہ خشک اور پرائمری درجات کے معلمین کی تنخواہ مع خوراک وناشتہ کے، اس تناسب سے کہ حدیث تفسیر کا درس دینے والے اساتذہ باعتبار پرائمری درجات کے معلمین کے کم تنخواہ پائیں کہ یہ علماء اور علم دین کی اہانت نہیں۔ اور کیا واقعۃً پرائمری درجات کے معلم ہی فوقیت کے مستحق ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل علم حضرات کو علوم دین کی خدمت محض اللہ کیلئے کرنی چاہئے تنخواہ کیلئے نہیں۔ جو کچھ

[1]...... والتحقيق ان المنفعة ملك لا مال لان الملك مامن شأنه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص، شامی زکریا ص ۱۰/۷، کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

ملے اس کو مالک حقیقی کا عطیہ تصور کرنا چاہئے، خدمت دین کا معاوضہ نہیں[۱]، انشاء اللہ اجرو ثواب بھی پورا ملے گا۔حق تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوگی اور دنیا میں بھی عزت حاصل ہوگی۔ اگر روپیہ اور تنخواہ کے لئے کام کریں تو پھر رخ دوسرا ہوگا۔تنخواہ زیادہ لینے کی ہوس پیدا ہوگی اور تنخواہ کی زیادتی ہی کو عزت تصور کریں گے کہ تنخواہ پر ذلت واہانت ذہن میں قائم ہوگی۔اور اس طرح قلب میں انتشار ہوگا۔ یہ بھی یادرکھیں کہ اصل عزت اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہونا ہے[۲]، جس کا مدار اخلاص پر ہے[۳]۔اہانت وذلت اس کی بارگاہ سے مردود ہونا ہے۔دنیاوالوں کی عزت کرنا یا ذلیل سمجھنا حقیقی عزت وذلت نہیں۔ جو حضرات مدرسہ کے ارباب حل وعقد ہیں ان کے ذمہ بھی لازم ہے کہ وہ اہل علم کے سامنے ہرگز ایسا معاملہ نہ کریں جس سے اہل علم کو تحقیر واہانت ہوتی ہو، ورنہ وہ سخت مجرم ہوں گے اوران سے باز پرس ہوگی[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱]...... ومن اراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئک کان سعيهم مشکورا، کلا نمد هؤلآء وهؤلاء من عطاء ربک وماکان عطاء ربک محظورا، سورة الاسراء، آیت: ۱۹، ۲۰، (قوله ومن ارادالآخرة) ای اراد الدار الآخرة وما فيها من النعيم والسرور ...... (وهو مؤمن) ای قلبه مؤمن ای مصدق بالثواب والجزاء (فأولئک کان سعيهم مشکورا، تفسير ابن کثير ص۵۵-۳/۵۶، تحت آیت: ۱۹، من سورة الاسراء، مطبوعه المکتبة التجارية مکة المکرمة.

[۲]...... انما لاعمال بالنيات (بخاری شريف، ص ۱ ج ۱ باب کيف کان بدء الوحی، مطبوعه اشرفی ديوبند)

ترجمہ:-اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

[۳]...... قال تعالى ان اکرمکم عند الله اتقاکم، سورۂ حجرات، آیت:۱۳،

[۴]...... عن ابی امامةؓ حامل القرآن حامل رأية الاسلام، من اکرمه فقد اکرم الله ومن اهانه فعليه لعنة الله، فيض القدير ص۳/۳۶۸، رقم الحديث ص ۳۶۲۰، مطبوعه دارالفکر بيروت.

انجمن کا پیسہ معلم کی تنخواہ میں

سوال:- یہاں پر ایک انجمن اصلاح المسلمین قائم ہے جس کا مقصد مکتب کو فروغ دینا ہے۔ انجمن کی کچھ رقم جمع ہے، تو کیا اس رقم کو مکتب کے معلم کی تنخواہ میں دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب انجمن اصلاح المسلمین کے مقاصد میں سے مکتب کو فروغ دینا بھی ہے تو اس کا پیسہ مکتب کے معلم کی تنخواہ میں دینا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۸۹ھ

قرض میں تنخواہ کو محسوب کرنا

سوال:- ایک شخص مدرسہ چلاتا تھا، اس نے اپنے کام کے لئے مجبوراً مدرسہ کا روپیہ قرض لیا اور نیت کی کہ ضرور ادا کردوں گا۔ مگر کسی مجبوری کو نہیں بتلایا۔ اس کے بعد بلا تنخواہ چند ماہ کام کیا اور گھر میں ظاہر کیا کہ ہم تو بلا تنخواہ کے کام کر رہے ہیں (گویا کہ قرض میں وضع کردیں گے) لیکن کسی مجبوری کو نہیں بتلایا۔ تو تنخواہ نہ لینے کا روپیہ قرض میں محسوب سمجھا جائے گا یا نہیں جبکہ مقروض کا انتقال ہو چکا ہے اور مدرسہ بھی ختم ہو چکا؟

---

[1]...... مستفاد: یبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته کامام مسجد و مدرس مدرسة ثم السراج والبساط کذلک الی اٰخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۶۸ج کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته، البحر کوئٹه ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۶۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر)

الجواب حامداً ومصلیاً!

پڑھانے کا معاملہ نہیں کیا گیا تنخواہ مقرر نہیں کی گئی۔ اسلئے اس قرض کو محسوب کرنے کا حق نہیں[1]۔ یہ مدرسہ میں بلا تنخواہ کام کرنا تبرع اور احسان ہے اس کا اجر ملے گا۔ جتنا روپیہ چندہ کا اپنے کام میں خرچ کیا ہے وہ قرض ہے۔ ورثا اگر ادا کرنا چاہتے ہیں تو پورا روپیہ ادا کر دیں[2]، اور دینی مدرسہ میں جہاں مناسب ہو دیدیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغ کے لئے مدرسہ سے تنخواہ

سوال: - کیا کوئی شخص تبلیغ کا کام کر کے مدرسہ سے تنخواہ کا پیسہ لے سکتا ہے۔ مثلاً زید نے یہ طے کیا کہ اگر مجھے تبلیغ کے کام سے دو چار روز چھٹی ملی تو پڑھادوں گا ورنہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل مدرسہ تعلیم کیلئے بھی ملازم رکھتے ہیں تبلیغ کیلئے بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر معاملہ تعلیم

---

[1]..... المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلح بین الناس، ابوداؤد شریف ص ۲/۵۰۶، کتاب القضاء، باب فی الصلح، مطبوعه سعد دیوبند، بخاری شریف ص ۱/۳۰۳، کتاب الاجارة، باب السمسرة، مطبوعه اشرفی دیوبند) **ترجمه**:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

[2]..... رجل جمع مالا من الناس لینفقه فی بناء المسجد وانفق من تلک الدراهم فی حاجة نفسه ثم رد بدل لها فی نفقة المسجد لا یسعه ان یفعل ذلک ...... وفی القجاء یکون ضامنا فیکون ذالک دینا علیه لصاحب المال، خانیة علی الهندیة ص ۳/۲۹۹، کتاب الوقف، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص ۵/۸۷۹، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون، مطبوعه ادارة القرآن، خلاصة الفتاوی ص ۴/۴۲۳، کتاب الوقف، الفسل الرابع، مطبوعه کراچی.

کے لئے کیا گیا ہو تو مدرس کو اس کی پابندی لازم ہوگی۔ اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ چار دن چھ دن موقع مل گیا تو پڑھا دوں گا، ورنہ تبلیغ کروں گا۔ اس سے تعلیم کا حرج ہوگا[1] اور زکوٰۃ سے تنخواہ دینا براہ راست کسی کو بھی جائز نہیں ہے۔ نہ معلم کو نہ مبلغ کو[2]۔ مدرسہ کے ذمہ دار حضرات صرف معطیین کے ہی وکیل نہیں بلکہ وہ تعلیم کے بھی ذمہ دار ہیں، اسی بناء پر معطیین نے ان کو وکیل بنایا ہے۔ اس لئے ان کو ایسی صورت اختیار کرنا جائز نہیں جس سے تعلیم کا حرج ہو۔ ہاں اگر سب لوگ تبلیغ کو اصل قرار دے کر تعلیم کو تابع قرار دیدیں تو پھر دوسری بات ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۲/۲۸ھ

مدرس کو ڈیڑھ سو روپیہ دے کر دو سو پر دستخط لینا

سوال:- ایک دینی مدرسہ گورنمنٹ سے ملحق ہے اور گورنمنٹ کے اسکیل کے مطابق مدرسین کی تنخواہیں متعین ہیں جس میں گورنمنٹ مدرسین کی آدھی تنخواہ ومہنگائی وغیرہ بذریعہ منیجر مدرسہ مدرسین کو دیتی ہے لیکن منیجر اور مجلس منتظمہ اس رقم کا ۱/۴ (چوتھائی) حصہ مدرسین سے جبراً

---

[1]..... وليس للخاص أن يعمل لغيره بل ولا أن يصلي النافلة واذا استأجر رجلايو مايعمل كذا فعليه أن يعمل ذلک العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشئ اٰخر سوى المكتوبة (درمختار مع الشامي كراچي ص ۷۰ ج ٦ كتاب الاجارة، مطلب ليس للاجير الخاص أن يصلي النافلة، عالمگيري كوئٹه ص ۴/۵۰۰، كتاب الاجارة، الباب الثامن والعشرون، الفصل الاول، البحر الرائق كوئٹه ص ۸/۲۹، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير)

[2]..... هي تمليک جزء مال عينه الشارع مع قطع المنفعة عن المملک من كل وجه (درمختار مع الشامي كراچي، مختصراً ص ۲۵٦ تا ۲۵۸ ج ۲ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص ۴۱۱، ۱/۴۱۲، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۱/۲۸۴، كتاب الزكاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

لیتی ہے اور اگر کوئی مدرس دینے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اخراج کی دھمکی دے کر خاموش کر دیا جاتا ہے۔ پھر اپنی مرضی کے مطابق مدرسین کو مثلاً کسی کی تنخواہ دوسو روپیہ ہے تو ڈیڑھ سو روپیہ دے کر دوسو پر دستخط لیتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسا کرنا مجلس منتظمہ کے لئے درست ہے یا نہیں۔ نیز ایسے پیسے کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسین کو اس کٹوتی پر ثواب ملے گا یا نہیں؟ بصورت دیگر مدرسین کی خاموشی گناہ کا سبب بنے گی یا نہیں؟ ایسے ماحول میں مدرسین کیا کریں؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

منتظمہ کا یہ طرز عمل جھوٹ ہے، خیانت ہے بد دیانتی ہے، ظلم ہے، مدرسین مظلوم ہیں۔ جتنا صبر کریں گے ان کو اجر ملے گا۔ یہ کاٹا ہوا روپیہ منتظمہ کے لئے نہ خود رکھنا درست ہے[1]، نہ مدرسہ کے کسی کام میں خرچ کرنے کا حق ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عربی مدرسہ کے مدرس کو پنشن دینا

سوال:- مدارس عربیہ میں چندہ کے روپیہ سے پنشن دینی جائز ہے یا نہیں؟ حضرت

---

[1]...... لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولا یته (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فی عدم جواز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولا یته، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی)

[2]...... عن ابی حرة الرقاشی عن عمهٗ ان رسول الله ﷺ قال لا یحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منه سنن کبری للبیهقی ص ۱۰۰/۶، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا فادخله فی سفینة الخ، مطبوعه دار المعرفة بیروت، مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/۱، باب الغصب، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۲۹۷/۲، الباب الثامن و الثلاثون، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی احمد الباز،

اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے ایک مرتبہ یہ تجویز پیش ہوئی تھی۔ تو حضرت نے شرعی اشکال یہ پیش فرمایا تھا کہ جو پنشن دیجائے گی یہ کس چیز کا معاوضہ ہوگا؟ اسلئے غور کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

چندہ دینے والے دینی تعلیم کے لئے چندہ دیتے ہیں۔ اس کو طلبہ کی ضرورت طعام لباس وغیرہ اور مدرسین و ملازمین کی تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے وہ لوگ یہی سمجھ کر چندہ دیتے ہیں کہ ان مواقع میں صرف کیا جاتا ہے۔ نہ پنشن کا ان کے ذہن میں تصور ہے۔ نہ اس لئے دیتے ہیں۔ لہٰذا بغیر ان کی اجازت کے اس روپیہ سے پنشن دینا جائز نہیں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ سے استفتاء کیا گیا تھا وہ سوال و جواب درج ذیل ہے۔

سوال: ۵۰۹/۱۲۰۳ اگر کسی دیرینہ ملازم وقف کو علیحدہ کر کے اس کی حسن خدمات کی وجہ سے اس کو پنشن دینا چاہیں تو شرعاً متولیان وقف میں سے اس کو پنشن دے سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب:۔ مال وقف سے پنشن دینا بدون شرط واقف کے درست نہیں[1]۔

فتاویٰ دار العلوم وعزیز الفتاویٰ ص ۲۴۳ ج ۵۔۶

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی نائب مفتی دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن دار العلوم دیوبند

---

[1]...... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، تبیین الحقائق ص ۳۲۹/۳، کتاب الوقف، امدادیہ ملتان، النھر الفائق ص ۳۲۵/۳، کتاب الوقف، مطبوعہ بیروت)

ملازم کے لئے پنشن کا حکم

سوال:- پنشن ریٹائر ہونے کے بعد گورنمنٹ سے ملتی ہے وہ ملازم کے لئے جائز ہے یا نہیں اس کا کھانا کیسا ہے؟

(۲) جو پنشن دینی اداروں میں ملازمان کو دیجاتی ہے تو کیا وہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ پنشن درست ہے اس کا کھانا بھی درست ہے۔

(۲) یہ پنشن بھی درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ میں جعلی رجسٹر کی کارروائی

سوال:- بہار میں اکثر مدارس بہار اایگزامینیشن بورڈ سے ملحق ہیں۔ مدرسین کو مدرسہ کے علاوہ بورڈ بھی کچھ رقم دیتا ہے۔لیکن اگر گرانی کے باعث منجانب مدرسہ تنخواہ میں اضافہ ہوتا ہے تو معلوم ہو جانے کی صورت میں بورڈ اضافہ شدہ رقم کے مطابق تنخواہ کم کردیتا ہے۔اب مدرسین حضرات اس کٹوتی کے ڈر سے کم ہی تنخواہ کا بل بورڈ کو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ تنخواہ میں کٹوتی نہ ہو۔حالانکہ تنخواہ زیادہ ہوتی ہے۔

(ب) ملحق مدرسہ کی کل کارروائی حکومت کے سامنے بوقت طلبی پیش کی جاتی ہے۔جس میں اصل میٹنگ کی بات نہیں دی جاتی ہے، بلکہ جو عوامی فیصلہ ہوتا ہے وہ پرائیویٹ رجسٹر میں درج ہو کر الگ رہتا ہے۔اور مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر حکومت کو فرضی میٹنگ اور کارروائی

حقیقت کی شکل میں بنا کر پیش کی جاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جتنی تنخواہ کا اظہار کیا جاتا ہے وہ بطور حصر کے نہیں ہے۔ اس کو اصل تنخواہ قرار دے لیا جائے اور جو اضافہ ہے اس کو خدمتِ زائدہ مثلاً طلبہ کی نگرانی، مسجد کی امامت وغیرہ کا معاوضہ تجویز کرلیا جائے تو بات صحیح رہے گی۔

(ب) جو کارروائی میٹنگ میں ہوئی وہ پیش کی جاتی ہے تو وہ کذب نہیں۔ اگرچہ مدرسہ میں اس پر عمل نہ ہوا ہو۔ وہاں تو بتایا جاتا ہے کہ میٹنگ نے یہ پاس کیا اور یہ صحیح ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۳ھ

پراویڈنٹ فنڈ دینی مدرسہ میں

سوال:- آج کل دنیوی فیکٹریوں اور کالجوں کے علاوہ بھی بعض مدرسہ دینیہ میں جو حضرات کہ مدرس یا ملازم ہیں ان لوگوں کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ رقم روک لی جاتی ہے (اور یہ روکنا ان کی مرضی سے ہوتا ہے) مثلاً ہر ماہ دس روپیہ روک لیا جاتا ہے تو منجانب مدرسہ بھی اتنی ہی رقم ملا کر فنڈ میں جمع کردیتے ہیں اور اس فنڈ کو پراویڈنٹ فنڈ کہا جاتا ہے۔ اب جب اس ملازم یا مدرس کا انتقال ہوجائے یا بعذر معقول وہاں سے منتقل ہونے لگے تو اس کی جمع شدہ رقم کے ساتھ ساتھ وہ رقوم جو بمقدار جمع منجانب مدرسہ ملایا گیا ہے تمام ان کے ورثاء یا ان کو دیا جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں علمائے دین سے سوال ہے کہ اس طرح کچھ رقم تنخواہ سے

[1]...... فالكذب هو عدم مطابقة الخبر للواقع (قواعد الفقه، ص ۴۴۰ الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهيه، المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۱۴۱/۳، مكتبه دار الفضيلة، مختصر المعانى ص ۴۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

لے کر اسی مقدار میں منجانب مدرسہ ملا کر جمع کر دینا اور بروقت ان کو یا ان کے ورثاء کو دیا جانا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو وہ مزید رقم (جسے منجانب مدرسہ ملایا گیا ہے) کس حکم میں داخل کیا جائے گا؟ کیا مدرس یا ملازم کی تنخواہ میں شمار کریں گے یا کوئی اور وجہ جواز نکل سکتی ہے؟ مفصل مدلل جواب مرحمت فرما کر احسان عظیم فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرس یا ملازم کی رضامندی سے جزء تنخواہ جمع کرنا پھر اختتام ملازمت پر جمع شدہ مع اضافہ دینا درست ہے۔ یہ اضافہ حسن خدمات کی وجہ سے انعام ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟

اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال

سوال:۔بعض مدارس میں ایک قسم کا فنڈ مدرسین وملازمین کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ جس میں تنخواہ میں سے مہینہ پورا ہونے پر کچھ حصہ کاٹ کر مدرسہ میں جمع رکھا جاتا ہے اور مدرسہ اپنی طرف سے کچھ اس میں اضافہ کرتا ہے اس طرح ان کے لئے رقم جمع کی جاتی ہے جو ملازمت کے ختم ہونے پر ان کو دی جائے گی، تاکہ اس کو اپنے موقع پر پریشانی نہ ہو۔ اب اس

---

[1]...... مستفاد: امداد الفتاویٰ، جدید ص ۱۴۹ ج۳ کتاب الربوا. عنوان ''محکمۂ ریل میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی جزو جو کٹ جاتا ہے الخ، مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند، یعتبر و یراعی کل ما اشترط العاقد ان فی تعجیل الاجرة وتأجیلها، شرح المجلة ص ۲۶۴/۱، رقم المادة (۴۷۳) الباب الثالث فی المسائل التی تتعلق بالاجرة، الفصل الثانی، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

میں سوال یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی تشریح کے مطابق استیفاء منافع پر اجیر اجرت کا مالک ہوتا ہے۔ نیز تنخواہ کے رجسٹر میں اس پر ملازم کے دستخط بھی ہوجاتے ہیں۔ اور عرفاً وہ بقایا ملازمین اپنا ہی تصور کرتے ہیں، تو یہ مزید جوادارہ دیتا ہے، جبکہ اس میں ملازمین کے کٹے ہوئے پیسہ کا ہونا شرط ہے، تو کیا یہ سود کی نوعیت نہیں ہوگی؟ اگر یہ نوعیت نہیں تو بے غبار حلال ہے، یا کسی قسم کے شائبہ سود سے قابل التفات ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ہدایہ میں ثبوت ملک سے مراد حقیقت ملک نہیں بلکہ استحقاق ملک مراد ہے، جیسا کہ عنوان باب سے ظاہر ہے۔ باب الاجر متیٰ یستحق اور متن میں ہے، قال الاجرة لا تجب بالعقد وتستحق باحدی معانی ثلاثة[1]۔ محشی نے بھی اسی کی تشریح کی ہے[2]۔ امداد الفتاویٰ میں خوب تفصیل سے اس پر بحث موجود ہے[3]۔ امید ہے کہ اب اس تقدیر پر اشکال نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۲ھ

---

[1]..... هداية ص ۲۹۴ ج۳، كتاب الاجارات، باب الاجر متى يستحق. مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيرى دارالكتاب ص ۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثانى، شامى مع الدرالمختار ص ۶/۱۰، كتاب الاجارة، مطبوعه كراچى.

[2]..... (قوله الاجرة لا تجب) المراد نفس الوجوب لا وجوب الاداء فانه عقد معاوضة، فيعتبر فيه المساواة، ولم يوجد فى جانب المعقود عليه لانفس الوجوب ولا وجوب الاداء فكذالك فى جانب العوض، هامش الهداية ص ۳/۲۹۴، رقم (۱۰) باب الاجر متى يستحق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3]..... امداد الفتاوىٰ جديد ص ۱۴۹ ج۳ كتاب الربوا، عنوان ''محکمہ ریل میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی جزو جو کٹ جاتا ہے الخ''، مطبوعه زكريا ديوبند.

فصل ششم: مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکا

کمیشن پر سفیر رکھنا

سوال:- ایک دینی عربی مدرسہ ہے جس میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ کی درس نظامی کے تحت تعلیم ہوتی ہے، طلبہ مستطیع وغیر مستطیع دونوں قسم کے پڑھتے ہیں۔ غریب طلبہ کو کھانا، نقد وظیفہ، کپڑا وغیرہ دیا جاتا ہے۔ مدرسہ سے متعلق کچھ وقف جائداد بھی ہے۔ زیادہ تر ضروریات چندہ سے پوری ہوتی ہیں جس کے لئے تنخواہدار سفیر مقرر ہیں، مگر سفیر پوری محنت نہیں کرتے جس کی وجہ سے آمدنی کم ہوتی ہے ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ چندہ وصول کرنے کے لئے کمیشن کا معاملہ کرلیا جائے یعنی جتنا روپیہ جو سفیر وصول کر کے لائے اس کا نصف اس کو اجرت میں دیا جائے یہی اس کی تنخواہ ہو۔ اس سے آمدنی زیادہ ہوگی۔ متعینہ تنخواہ کا معاملہ نہ کیا جائے۔

اب گذارش ہے کہ اس طرح معاملہ کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ امید کہ جواب مرحمت فرمائیں گے فقہی عبارات میں سے بھی حوالہ نقل فرماویں تو عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مسئلہ کتاب الاجارۃ کا ہے۔ اجارہ کی تعریف یہ ہے **ھی تملیک نفع مقصود من العین بعوض** اھ درمختار[1] ص۲ ج۵۔

[1]..... درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۴، اول کتاب الاجارة، سکب الانہر علی ھامش مجمع الانہر ص ۳/۵۱۱، اول کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، ھدایة ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

یہ ایک حیثیت سے بیع بھی ہے اسمیں منفعت بمنزلہ مبیع کے ہے اور اجرت بمنزلہ ثمن کے ہے۔ جس چیز کا بیع میں ثمن قرار دینا درست ہے اسکا اجارہ میں اجرت قرار دینا درست ہے۔

کل ما صلح ثمناً ای بدلا فی البیع صلح اجرة لانها ثمن المنفعة ولا ینعکس کلیا فلا یقال مالا یجوز ثمنا لا یجوز اجرة لجوازاجارة المنفعة بالمنفعةاذا اختلف اه درمختار[1] ص ۳ ج ۵.

جس طرح بیع وثمن کا معلوم ہونا ضروری ہے اسی طرح اجارہ میں منفعت واجرت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتین لان جها لتهما تفضی الی المنازعة اه درمختار. الکلام فیهما وفی صفتهما کا لکلام فیهما فی البیع اه شامی[2] ص ۳ ج ۵.

منفعت معلوم ہونے کی صورت مثلاً یہ کہ قلی سے کہا جائے کہ یہ سامان فلاں جگہ پہونچادو یا مثلاً معمار سے کہا جائے کہ اتنے گز طویل وعریض دیوار تعمیر کردو یا مثلاً سقے سے کہا جائے کہ مشک میں پانی لے کر مسجد کے حمام میں بھردو یا مثلاً یہ مکان ایک ماہ سکونت کے لئے دیدو وغیرہ وغیرہ۔

ویعلم النفع ببیان المدة کا لسکنی والزراعة مدة کذاوالعمل کا لصیاغة والصبغ والخیاطة ویعلم ایضاً بالاشارة کنقل هذا الطعام الی کذا اه درمختار[3] ص ۴ ج ۵.

---

[1]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۴ ج ۶ اول کتاب الاجارة، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۳/۵۱۱، اول کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند

[2]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵ ج ۶ اول کتاب الاجارة، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسر ندیم، زیلعی شرح کنز ص ۵/۱۰۵، کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3]...... درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً ص ۶ تا ۱۰ ج ۶ اول کتاب الاجارة، ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر ص ۱۳-۳/۵۱۵، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه س ۹۳-۳/۲۹۴، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

جو شرط اقتضائے عقد کے خلاف ہو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے مبیع یا ثمن کے مجہول ہونے سے اسی طرح اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اجرت یا ماجور کے مجہول ہونے سے۔

تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع يفسدها كجهالة ماجور أو اجرة اه درمختار[1] ص ۲۹ ج۵.

بیع ایسی چیز کی درست نہیں جس کو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہ ہو جیسے ہوا میں اڑنے والا پرندہ یا جنگل میں چرنے والا ہرن یا دریا میں مچھلی الا یہ کہ ان کو پکڑ کر قابو میں کرے۔ اسی طرح ایسی چیز کو ثمن قرار دینا ہی درست نہیں جس کے تسلیم پر قدرت نہ ہو۔

یہی حال اجارہ کا ہے ایسی منفعت کا اجارہ درست نہیں جس پر اجیر کو قدرت نہ ہو اور ایسی چیز کو اجرت قرار دینا درست نہیں جس پر مستاجر کو قدرت نہ ہو۔

نیز جو چیز اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی اس کو اجرت قرار دینا بھی درست نہیں۔

استاجر بغلا يحمل طعامه او ثورا يطحن بره ببعض دقيقه فسدفي الكل اه درمختار. لانه استاجره بجزء من عمله اى ببعض ما يخرج من عمله والقدرة على التسليم شرط وهو لا يقدر بنفسه. زيلعي اه شامی[2] ص ۳۶ ج۵.

سفیر کا کام اگر روپیہ وصول کر کے لانا تجویز کیا جائے تو یہ اجارہ درست نہیں ہوگا کیونکہ یہ

---

[1]..... **درمختار مع الشامی کراچی ص۴۶ ج۶ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۶/۸، باب الاجارة الفاسدة، هدایه ص ۳۰۱/۳، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.**

[2]..... **درمختار مع الشامی کراچی ص۵۶ ج۶ کتاب الاجارة مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة، زیلعی شرح کنز ص ۱۳۰/۵، باب الاجارة، الفاسدة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۵۳۱/۳، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت،،**

کام اس کے اختیار اور قابو سے باہر ہے اس کو قدرت نہیں کہ وہ لوگوں کی جیب سے روپیہ نکال کر لے آئے۔

لا یحل مال امرئٍ مسلم الا بطیب نفس منه الحدیث[1]

اس کو روپیہ ملنا ارباب اموال کے دینے پر موقوف ہے۔ تو یہاں اجارہ ایسے عمل پر ہے جو اجیر کے اختیار سے خارج ہے۔ اس کے اختیار میں لوگوں کے پاس جانا اور مدرسہ کی ضروریات بتا کر چندہ کی ترغیب دینا ہے مگر اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ کتنے گھنٹے روزانہ لوگوں کے پاس جانا ہے۔ لہٰذا یہ منفعت بھی مجہول ہے۔ اور اجرت ایسی چیز کو قرار دیا جائے گا جو اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی۔ وقت معاملہ وہ معدوم ہے۔ مستاجر کے پاس نہیں۔ اس کے تسلیم کرنے پر مستاجر کو قدرت نہیں۔ یہ بھی معلوم و متعین نہیں کہ کتنا چندہ سفیر کی ترغیب و محنت سے حاصل ہوگا۔ اس لئے اس کا نصف بھی معلوم و متعین نہیں۔ پس اجرت و ماجور دونوں مجہول ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تھوڑے وقت میں زیادہ روپیہ وصول ہو جائے۔ اور سفیر زیادہ رقم کا مستحق قرار پائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ زیادہ وقت اور محنت میں بھی تھوڑا روپیہ ملے یا بالکل نہ ملے اور سفیر تھوڑی رقم کا مستحق قرار پائے یا بالکل ہی محروم رہے اس کا نتیجہ بھی معلوم۔ جن صاحب نے کمیشن کا مشورہ دیا ہے ان کو یہ تحریر دکھا کر مکرر مشورہ کر کے مجھے بھی مطلع

---

[1]..... **سنن کبریٰ للبیهقی، ص ۱۰۰ ج ۶، مطبوعه دار المعرفة بیروت، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا فادخله فی سفینة او بنی علیه جدارا، شعب الایمان للبیهقی ص ۲/۷۲۹، الباب الثامن والثلاثون، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة الخ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، مشکوة شریف ص ۱/۲۵۵، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم.**

ترجمہ:۔ کسی مسلمان شخص کا مال اسکی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

کردیں تاکہ مجھے مکرر غور کرنے کا موقع ملے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم دے۔ فقط والسلام

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

جنوبی افریقہ ۶/۵/۱۴۱۰ھ

کمیشن پر مدرسہ کے لئے سفیر مقرر کرنا

سوال:- ایک مدرسہ کا چندہ وصول کرنے کے لئے ایک محصل رکھا ہے شرط یہ ہے کہ جو کچھ وہ وصول کرے گا اس کا نصف یا ثلث اس کو دیا جائے گا۔ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز ہے۔ **ومنها (ای من شروط صحة العقد) ان تکون الاجرة معلومة عالمگیری**[1] ج ۳ ص ۱۰۹۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۱/ ربیع الاول ۵۵ھ

کمیشن پر چندہ

سوال:- ہمارے یہاں مدرسہ کا چندہ ہوتا ہے اس میں سفراء کمیشن بھی لیتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے اور جائز ہے یا نہیں؟

---

[1]...... عالم گیری کوئٹہ ص ۴۱۱ ج ۴ اول کتاب الاجارة، الباب الاول، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۳/۳۱۵، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح معاملہ کرنا جس قدر چندہ لاؤ گے اس میں نصف یا ثلث وغیرہ تم کو ملے گا شرعاً درست نہیں۔اس میں اجرت مجہول ہے۔ نیز اجرت ایسی چیز کو قرار دیا گیا ہے جو عمل اجیر سے حاصل ہونے والی ہے کہ یہ دونوں چیزیں شرعاً مفسد اجارہ ہیں **وتفسد الاجارة بجهالة المسمى كله أو بعضه[1] ولو دفع غزلاً لاٰخر لينسجه بنصفه او استاجر بغلا ليحمله طعامه ببعضه الخ درمختار[2]**۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمیشن پر چندہ کرنا

سوال:- ایک دینی مدرسہ میں سفیر مقامی اور بیرونی مقرر ہیں، ان کی تنخواہوں کے سلسلہ میں بہت سی صورتیں پیش آرہی ہیں جس میں اب تک یہ کیا جارہا ہے کہ سفیر کی تنخواہ ماہانہ مقرر کی جاتی ہے اور بیرونی سفیر کو ایام سفر میں یومیہ ۴ یا ۵ روپے سلسلہ خورا کی علاوہ تنخواہ مقرر کر دیا جاتا ہے اب چونکہ دوسری صورت میں یہ کہا جارہا ہے کہ بجائے خورا کی بحصۂ تنخواہ مقرر کرنے کے یہ مقرر کیا جائے کہ مدرسہ کے چندے کے سلسلہ میں زکوۃ،فطرہ، چرمِ قربانی،

---

[1]...... درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۴۸، کتاب الاجارة، مطلب فی اجارة البناء، مجمع الانهر ص ۳/۵۳۰، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۲۳، باب الاجارة الفاسدة.

[2]...... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶ ج۶ کتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستيجار على التلاوة. مجمع الانهر ص ۳/۵۳۹، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارلکتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۱۶، باب الاجارة الفاسدة.

نذر، ایصالِ ثواب وغیرہ کی رقم کو بعینہ مدرسہ میں داخل کردی جائے اور ان کے علاوہ وصول شدہ رقم مثلاً عطیہ، چندہ مٹھی فنڈ، گولک فنڈ میں سفر خرچ جیسے سواری ریل، بس، رکشہ، سائیکل وغیرہ (جو مدرسہ کے ذمہ رہے گا) کے علاوہ جو رقم بھی چندہ کی رہے اس میں سفیر کا حصہ تہائی یا نصف یا جو بھی مقرر کیا جائے اس طرح سے سفیر مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفیر کے لئے اس طرح مقرر کرنا کہ زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ، نذر، ایصالِ ثواب کی رقموں کے علاوہ جو کچھ وصول ہو اس میں سے ریل بس وغیرہ کے خرچ سے جو کچھ بچے اس کا نصف یا تہائی وغیرہ بطورِ تنخواہ دیا جائے گا غلط اور خلافِ شرع ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۰/۲۸ھ

کمیشن پر چندہ وصول کرنا

سفیر کا زکوٰۃ اور دیگر صدقات کو مخلوط کرنا

سوال:- دور حاضر میں مدارس کی جانب سے سفراء تحصیل چندہ کے لئے بھیجے جاتے ہیں جو خیرات، صدقات، زکوٰۃ وصول کر کے مخلوط رقم جمع کر لیتے ہیں۔ تنخواہ یا کمیشن دے کر حساب میں جمع کر لی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے حضرات تو حیلہ شرعی کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔

---

[1]...... وتفسد الاجارة بجهالة المسمّٰى كله او بعضه، درمختار على الشامى كراچى ص ۶/۴۸، كتاب الاجارة، مطلب فى اجارة البناء، مجمع الانهر ص ۳/۵۳۰، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر زکوٰۃ بالکلیہ بے محل ہضم کر لی گئی ہے یا بے محل تعمیر وتنخواہ وغیرہ میں بلاتملیک صرف کردی گئی ہے وہ ادانہیں ہوئی[1] مختلف لوگوں کی زکوٰۃ وصدقات کو معطی کی اجازت سے مخلوط کرنا درست ہے۔ پھر جب مقدار واجبہ مستحقین کو دیدی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی[2]۔ سفیر مدرسہ سے کمیشن پر کام لینا جائز نہیں[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

سُفراءِ مدارس کا خرچہ کہاں سے دیا جائے؟

کمیشن پر چندہ

سوال: - مدارس اسلامیہ کے مدرسین وسفراء جو برائے وصول صدقات وزکوٰۃ وغیرہ

---

[1]..... ویشرط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحة، لایصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن المیت ...... ولا الی ثمن ما ای قن یعتق لعدم التملیک هو الرکن (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۴-۳۴۵/۲، کتاب الزکاة، باب المصرف، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۴۳/۲، باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۸/۱، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2]..... ولو خلط زکاة مؤکلیه ضمن وکان متبرعا لانه ملکه بالخلط وصارمؤدیا مال نفسه قال فی التتارخانیة: الااذاوجد الاذن أو اجازالمالکان (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۶۹ ج ۲ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، تاتارخانیه ص ۲۸۶/۲، کتاب الزکوة، الفصل التاسع فی مسائل المتعلقة بمعطی الزکوة، مطبوعه کراچی)

[3]..... ومنها (أی من شرط صحة العقد) أن تکون الأجرة معلومة (الهندیة، کوئٹه ص ۴۱۱ ج ۴ اول کتاب الاجارة، الباب الاول، هدایه ص ۲۹۳/۳، کتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم)

دیگر مقامات کا سفر کیا کرتے ہیں اور مدارس کے لئے رقمیں وصول کرتے ہیں ان کا سفر خرچ وغیرہ کس مد سے دیا جائے، آیا ان کی حیثیت عاملین صدقات کی سی ہے یا نہیں؟

نیز جو لوگ کمیشن پر چندہ وصول کرتے ہیں یا ان سے اسی طرز سے وصول کرایا جاتا ہے اور فیصد متعین کر کے کمیشن دیا جاتا ہے، یہ عمل عند الشریعت کیسا ہے؟ جبکہ عوام الناس اس کو بالکل معیوب اور ناپسند سمجھتے ہیں۔ بعض مدارس اس کا شکار ہیں جس سے عوام بے حد بدظن رہا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفراء کا خرچ زادراہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سے نہ دیا جائے بلکہ عطایا سے دیا جائے[1]۔ ان لوگوں کا حال عاملین کا حال نہیں ہے۔ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ بیت المال کے عاملین کو دینا لازم ہوتا ہے اور وہ اس کے وصول کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ارباب اموال اگر ان کو زکوٰۃ نہ دیں تو مجرم اور سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں[2]۔ مدارس کے سفراء کی یہ حیثیت نہیں۔

کمیشن پر سفیر کو رکھنا کہ جتنا چندہ لاؤ گے اتنا فیصد اس میں سے تم کو تملیکاً دیا جائے گا

---

[1]...... هی (الزکوة) تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالیٰ (الدر مع الشامی زکریا ص ۱۷۰/۳، اول کتاب الزکوة، مجمع الانهر ص ۲۸۴/۱، کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۰۱/۲، کتاب الزکوة)

[2]...... ومن امتنع عن اداء الزکوة فالساعی لایأخذ عنه الزکوة کرها ولو اخذ لا یقع عن الزکوة لکونها بلا اختیار ولکن یجبره بلاحبس لیؤدی بنفسه (اشباه) وظاهره ان هذا اعنی التعزیر والحبس فی زکوة الاموال الظاهرة لا الباطنة اذ الدفع فیها الی الفقراء مفوض الی اربابها فلا مطالبة للامام فیها، حموی مع الاشباه ص ۸۵، القاعدة الاولیٰ من الفن الاول، لا ثواب الا بالنیة، حکم النیة فی الزکوة، مطبوعه فقیه الامت دیوبند، الدر مع الشامی زکریا ص۲۱۷/۳، باب زکوة الغنم، مطلب فیما لو صادر السلطان رجلا الخ، بحر کوئٹه ص ۲۱۱/۲، کتاب الزکوة، قبیل باب صدقة السوائم،

شرعاً غلط اور ممنوع ہے، یہ اجارہ درست نہیں، یہ قفیز طحان کے تحت داخل ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۳۹۹ھ

مدرسہ کے سفیر کا دھوکہ دینا

سوال:- اگر زید کسی بڑے ادارہ میں اس شرط پر سفیر ہے کہ رمضان میں کبھی اس ادارہ کے کام کو نہیں چھوڑے گا اور دستور کا پابند رہے گا۔ لیکن زید دھوکہ دے کر بغیر استعفیٰ دیئے چلا گیا اور مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ کہیں مدرسہ کے نام پر چندہ کیا اور ڈبہ توڑ کر رقم نکال لی۔ تو کیا ایسا شخص قابلِ لعن وطعن نہیں ہے؟ کیا اس پر مقدمہ دائر کیا جائے؟ اور اس سے تنخواہ واپس لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو وہ شخص بہت ہی قابل ملامت ہے۔ جس مدرسہ کا مال لیا ہے اس سے واپس لیا جائے۔ غیر حاضر رہ کر جو تنخواہ لی ہے وہ بھی واپس لے جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

---

[1]...... ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه أى بنصف الغزل أو استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه أو ثورا ليطحن بره ببعض دقيقة فسدت فى الكل لانه استأجره بجزء من عمله (درمختار مع الشامى كراچى ص ۵۶ ج۶ كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الا ستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه الخ، هندية كوئٹه ص ۴/۴۴۴، كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الثالث فى قفيز الطحان الخ، مجمع الانهر ص ۳/۵۳۹، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سفیر کا خود تملیک کرنا

سوال:- ایک سفیر نے چندہ کیا۔ کیا اس کی تملیک خود کرسکتا ہے؟ جبکہ وہ خود بھی کچھ جائداد کا مالک ہے لیکن نقد اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

لوگوں نے سفیر کو اس لئے چندہ نہیں دیا کہ وہ خود مالک بن بیٹھے بلکہ اس لئے دیا ہے کہ طلبہ پر کھانے کپڑے میں خرچ کیا جائے اس لئے اس کا خود مالک بننا درست نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرس کا قبل التملیک خرچ کرنا

سوال:- ایسے ہی اگر مدرسہ کے مدرس نے چندہ کیا اور خرچ کرلیا اور اپنی تنخواہ میں سے جو خرچ کیا ہے حساب کردیا تو کیا مدرس کے لئے تملیک سے قبل اپنے لئے خرچ کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ اس روپیہ کی تملیک یقیناً ہوئی ہے جو اس نے تنخواہ میں کٹوایا ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲...... ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ بل ولا أن یصلی النافلة اذا استأجر رجلا یوما یعمل کذافعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة (الی قوله) لا یمنع فی المصر من اتیان الجمعة ویسقط من الأجر بقدر استغاله ان کان بعیداً (شامی کراچی ص ۷۰ ج۶ کتاب الاجارة، مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة، مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الهندیة ص ۴/۴۱۳، کتاب الاجارة، الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱...... الوکیل یتصرف بتفویض المؤکل فیملک قدر ما فوض الیه (بدائع کراچی ص ۲۵ ج۶ کتاب الوکالة، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکوة، قبیل باب السائمة)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کو بھی حق نہیں وہ امین ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۹۵ھ

سفیر کی غلطی پر جرمانہ

سوال:- زید وبکر مدرسہ کا چندہ کرنے کے لئے ایک طویل سفر اس لئے کرتے ہیں کہ دو ہزار روپیہ ضرور ہو جائیں گے۔ مگر ۱۷/ دن کی دوڑ دھوپ کے بعد کل چندہ چھ سو پچاس روپیہ کے قریب ہوتا ہے اور خرچہ تقریباً دو سو روپیہ ہوتا ہے جس میں ایک روپیہ بھی ناجائز خرچ نہیں کیا۔ اب سفیر چندہ کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے خرچ میں کمی اس صورت سے کرتے ہیں کہ عمر نے پچاس روپئے دیئے اس کو رسید ہی میں پانچ بنا دیا اور خرچ کا پرچہ بجائے دو سو روپیہ کے ایک سو پچاس بنا کر مہتمم کو پیش کر دیا۔ اس نیت سے یہ کام کیا کہ ہم پر تو مدرسہ کا کوئی پیسہ نہیں رہا۔ اب کسی وجہ سے مہتمم کو معلوم ہو گیا کہ رسید میں پچاس روپے کو پانچ روپیہ بنایا گیا ہے۔ معلوم کرنے پر زید اور بکر نے بتا دیا کہ ہم نے یہ غلطی محض اس لئے کی تھی کہ چندہ بہت کم ہوا اور خرچ بہت ہو گیا، نہ تو ہم پر مدرسہ کا کچھ رہتا ہے اور نہ مدرسہ پر ہمارا رہتا ہے صرف لکھنے کا پھیر ہے۔ مہتمم کہتا ہے کہ ۴۵/ روپے تو کم ہیں دینے ہوں گے کیا وہ دینا شرعاً جائز ہے جبکہ سفیر غلطی کی معافی طلب کر رہے ہیں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ کیا زید، بکر کو شرعاً دینا

[1]...... مستفاد: والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تواجر ولا ترهن (عالم گیری کوئٹہ ص ۳۳۸ ج ۴ اول کتاب الودیعة، شامی کراچی ص ۵/۶۷۹، کتاب العارية، بحر کوئٹہ ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

واجب ہے۔اگر نہ دیں تو کیا وہ گنہگار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفیر نے غلطی کی اگر چہ نیک نیتی سے کی۔ اب اس کی تصحیح کر دیں۔ جرمانہ سفیر سے وصول نہ کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

سفیر کو سبکدوش کر دینا

سوال:- ہمارے یہاں ایک سفیر صاحب عرصہ آٹھ ماہ سے تھے ان کو ایام کارکردگی کی تنخواہ پیشگی بھی دی جاتی رہی۔ حسبِ ضرورت ان کو قرض بھی دیا جاتا رہا، جس کا صاحب موصوف کو احساس بھی معلوم ہوتا ہے۔ آج کل حالات اور گرانی کی وجہ سے مدرسہ کی مالی حالت کمزور ہو کر پیشگی رقم ایام کارکردگی دینے میں تاخیر ہوتی رہی جس کو موصوف تکلیف پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ جن حالات سے وہ دوچار ہو رہے تھے احقر بھی پانچ بچے والا ہے۔ مگر موصوف ان ناگزیر حالات میں تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے مدرسہ کے کام چلانے میں مدد کرنے کے بجائے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ مالی حالت کمزور ہے اس لئے میں چلا جانا چاہتا ہوں۔ تو احقر نے زبانی جواب دیا کہ اچھی بات ہے۔ پھر ان کی اس احساس کمتری پر غصہ آیا کہ انہوں نے ان حالات میں ایسا کیوں کہا، حالانکہ ماہانہ سو روپے ان کو دیئے جاتے ہیں۔ غرض ان کو سمجھانے کے بجائے غصہ میں آکر پرچہ لکھ دیا کہ فلاں تاریخ تک آپ اپنی خواہش کے مطابق سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ ان تمام حالات کے پیش نظر جو غصہ کیا گیا برمحل ہے یا ان کی عاجزی منت کر کے سمجھانا مناسب تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قوت برداشت سب کی یکساں نہیں ہوتی۔ ہر ایک کے ساتھ اس کی حیثیت کے موافق معاملہ کرنا چاہئے۔ نرمی سے سمجھا دینا قرین مصلحت تھا۔ مدرسہ کا بھی فائدہ تھا۔ کیونکہ دوسرا معاون آپ کے پاس موجود نہیں۔ اپنے احسان اور حسن کارکردگی کی بناء پر غصہ ہو کر ایسی کارروائی کرنا اپنے احسان کو ختم کر دینا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴؍۷؍۹۳ھ

سفیر اور منتظم کے درمیان اختلاف ہو تو ایک کو حَکَم بنالیا جائے

سوال:- ایک صاحب کو مدرسہ میں ملازم رکھا گیا جن سے مندرجہ ذیل باتیں طے پائیں۔

(۱) سفارت (۲) مدرسہ میں مقیم ہونے پر تعلیم وتدریس کا کام۔ معاوضہ اسی روپے۔ ترقی پانچ روپے ماہوار، سو روپے پر ترقی بند۔ سال میں ایک ماہ کی رخصت آنے جانے کا خرچہ۔ لیکن انہوں نے حسب ذیل خلاف ورزیاں کیں۔ (۱) ایک بار بغیر اجازت صرف اطلاع دے کر مدرسہ میں تالا ڈال کر چلے گئے۔ (۲) گھر سے واپسی پر تاخیر سے پہونچے (۳) سفارت کا پروگرام بنا کر چلے گئے۔ راستہ سے لکھا کہ ڈیڑھ ماہ سے زیادہ کام نہیں کروں گا اور فلاں مقام پر کام نہیں کروں گا۔ (۴) سفر میں اپنی تنخواہ کی رقم پیشگی نکال لی جبکہ معاملہ یہ طے نہیں ہوا تھا۔ (۵) گوشوارہ نامکمل بنا کے دیا اور کہا یہ میری ذمہ داری نہیں۔ (۶) ہم نے

---

[1]...... ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة (سورة نحل پارہ ۱۴، آیت: ۱۲۵، روح المعانی ص ۱۴/۲۵۴، طبع مصطفائیه دیوبند، تفسیر مظهری ص ۵/۳۹۰، مطبوعه دهلی.

ترجمہ:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے (بیان القرآن)

لکھا کہ آپ رقم نجیب آباد میں میرے آدمی کے پاس رکھ دیں۔انہوں نے لکھا کہ میں رقم ان کو نہیں دوں گا واپس آکر دوں گا۔(۷)ایک بار پروگرام بنا کر نہیں دیا تھا تو صرف چار جگہ کام کیا۔ایک ماہ پورا لگایا۔(۸)اس مرتبہ بے ترتیب کام کیا جس سے مدرسہ کے اخراجات بھی زیادہ ہوئے اور دن بھی زیادہ لگے۔(۹)مدرسہ میں ۲۰/ یوم تاخیر سے پہونچے۔(۱۰)تعویذ گنڈوں کی اجرت اتنی بڑھادی جس کو دیکھ کر دل کانپتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر بلا کسی مہلت کے سفیر صاحب کو مدرسہ سے خارج کردیا۔ انہوں نے دو ماہ رہنے کی اجازت چاہی۔ہم نے ان کو لکھا کہ اگر آپ آئندہ کو اصلاح کی کوشش کریں تو دیگر اراکین مدرسہ سے گفتگو کریں۔جس کا جواب حسب ذیل ملا:۔

یہ کام میرے بس کا نہیں،آپ مہلت دیں یا نہ دیں۔جو رقم ان کی طرف نکل رہی تھی اس کے لئے پندرہ اگست تک کا وعدہ فرمایا۔آٹھ ماہ بعد جب تقاضا کیا گیا تو لکھا کہ آپ نے اچانک مجھ کو علیحدہ کیا ہے۔اس لئے ایک ماہ کی تنخواہ آپ ہی مجھے دیں۔۱۵/ یوم پڑھانے کی تنخواہ۔۱۸/ جولائی کو مجھے علیحدہ کیا ہے۔اسلئے ماہ جولائی کی ۱۸/ یوم کی تنخواہ مزید آپ مجھے دیدیں۔شرائط میں یہ باتیں طے نہیں ہوئی تھیں کہ ایک ماہ کی تنخواہ دی جائے گی اگر اچانک علیحدہ کریں گے۔۱۸/ یوم کی تنخواہ کے لئے ہم ان کو لکھ چکے تھے کہ آپ اپنی تنخواہ کاٹ لیں۔ اب آپ از روئے شرع بتائیں کہ اراکینِ مدرسہ غلطی پر ہیں یا سفیر صاحب؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نزاعی شکل ہے۔بہتر طریقہ یہ ہے کہ سفیر صاحب اپنا بیان تحریر کردیں اور دونوں فریق باہم مشورہ کرکے کسی کو ثالث (حَکَم) مان لیں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں[۱]۔ورنہ یک

[۱]...... لو حكم الخصمان من يصلح قاضيا ليحكم بينهما صح الحكم لانهما التزما ورضيا به لولايتهما على انفسهما (مجمع الانهر ص ۲۴۱/ ۳، كتاب القضاء، فصل فى التحكيم، مطبوعه بيروت، هنديه كوئٹه ص۳۹۷/ ۳، كتاب ادب القضاء، الباب الرابع والعشرون فى التحكيم، بحر كوئٹه ص۲۵،۲۶/ ۷، باب التحكيم.

طرفہ بیان پر حکم تحریر کرنے سے نزاع ختم نہیں ہوگا۔ دوسرا فریق سائل کی تغلیط کردے گا۔ متفقہ بیان پر حکَم کا فیصلہ دونوں کے لئے قابلِ تسلیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/۹۵ھ

مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے؟

سوال:- میری والدہ پر حج فرض نہیں تھا اور وہ اس کی بہت زیادہ خواہشمند تھیں مگر ان کا انتقال ہوگیا میں ان کو ثواب پہونچانے کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ تو حج بدل کرانے میں زیادہ ثواب ملے گا یا ایک سسکتے ہوئے مکتب کی مدد کرنے میں؟ جس مکتب کے بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ میت کے ذمہ حج فرض نہیں تھا اور ان کو ثواب پہونچانا مقصود ہے تو جس مکتب میں بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ مکتب ضرورت مند بھی ہے تو وہاں روپیہ دے کر مکتب کو سنبھالنے اور ترقی دینے میں ثواب زیادہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

[1]...... کیونکہ اس میں حق جوار کی بھی رعایت ہے۔ مستفاد: وكره نقلها (الزكاة) أى من بلد الى بلد آخر لان فيه رعاية حق الجوار فكان أولى زيلعي والمتبادر منه أن الكراهية تنزيهية فلو نقلها جاز لان المصرف مطلق الفقراء (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۳ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی الحوائج الاصلية، البحر الرائق کوئٹہ ۲/۲۵۰، کتاب الزکوة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۳۳/۱، کتاب الزکوة، باب المصرف، دارالکتب العلمية بیروت)

اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟

سوال:- ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ آیا۔ وہ آدمی نابینا تھا اور پیروں سے معذور تھا۔ موصوف نے وہ روپیہ کسی اور آدمی کے پاس بطور امانت رکھ دیا اور پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے۔ صرف مرحوم کا ایک بھانجہ حیات ہے اور مرحوم کے نزدیک وقت نزع امین بھی نہیں تھا اور نہ مرحوم نے کسی دوسرے کے لئے کوئی وصیت کی۔ تو اب امین یہ رقم مدرسہ میں دے یا بھانجہ کو دے یا غریب کو دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھانجہ بھی ایک قسم کا وارث ہے اگر اس سے قریب تر کوئی مستحق وارث نہیں تو بھانجہ کو دیدے۔ مدرسہ میں دینے کا حق نہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۹۲ھ

بیوی کا ارادہ تھا کہ اپنے کپڑے مدرسہ میں دیدے اس کا انتقال ہوگیا شوہر کیا کرے؟

سوال:- زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا وہ اپنے کپڑے چلنامی کے مدرسہ میں دینا چاہتی

---

[1]..... هو (أی ذو رحم) كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبة فياخذ المنفرد جميع المال ويحجب اقربهم الابعد وحينئذ يقدم أولاد البنات (الی قوله) ثم أولاد الأخوات لأبوين (درمختار مع الشامی زكريا، مختصراً ص ۵۴۵ تا ۵۰ ج ۱۰ كتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، عالمگيری كوئٹه ص ۶/۴۵۸، الباب العاشر فی ذوی الارحام، مجمع الانهر ص ۴/۵۲۲، فصل فی ذوی الارحام)

تھی۔ تو جس مدرسہ میں کلام پاک، اردو کی تعلیم ہو لیکن بیرونی بچے قیام وطعام والے نہ ہوں تو اس مدرسہ میں وہ چاندی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ زکوٰۃ یا صدقہ واجبہ نہیں، مدرسہ یا مسجد میں دینا درست ہے۔ تعمیر وتنخواہ میں بھی خرچ کرنا صحیح ہے[۱]، ہاں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اس میں نابالغ کا حصہ نہ ہو[۲] اور جس بالغ کا حصہ ہو وہ بھی بخوشی مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت دیدے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۴/۶/۹۲ھ

---

[۱]...... مستفاد: هی تمليک جزء مال عينه الشارع (الی قوله) وهذا معنی قول الكنز تمليک المال أی المعهود اخراجه شرعاً (قوله أی المعهود) اشارة الی ما اجاب به فی النهر عن اعتراض الدر علی الكنز بأن قوله تمليک المال يتناول الصدقة النافلة فزاد قوله عينه الشارع كما فعل المصنف لاخراجها وحاصل الجواب أن أل فی المال للعهد وهو ما عينه الشارع (درمختار مع الشامی كراچی ص۲۵۸ ج۲ كتاب الزكاة، مطلب فی احكام المعتوه، مجمع الانهر ص۲۸۵/۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص۲۰۱/۲، كتاب الزكوة)

[۲]...... وتصرف الصبی المعتوه (الی قوله) وان ضارا كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان أذن به وليها (درمختار مع الشامی كراچی ص۱۷۳ ج۶ كتاب المأذون، مبحث فی تصرف الصبی ومن له الولاية عليه وترتيبها، بدائع ص۳۲۸/۵، كتاب الوقف والصدقة، مكتبه زكريا. مجمع الانهر ص۵۶۷/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دالكتب العلمية بيروت.

[۳]...... لا يجوز التصرف فی مال غيره بلا اذنه ولا ولايته (درمختار مع الشامی كراچی ص۲۰۰ ج۶ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، شرح المجلة ص۶۲/۱، رقم المادة:۹۷، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی)

مدرسہ قدیم کی امداد بند کر کے مدرسہ جدید کی امداد کرنا

سوال:- زید ایک مدرسہ اسلامیہ میں جو بہت قدیم درسگاہ ہے اور اس کے آباء واجداد نے قائم کیا تھا امداد برابر کرتا رہتا تھا مگر اب کسی وجہ سے کہتا ہے کہ اس مدرسہ میں امداد نہ دوں گا دوسری جگہ دوں گا تو اس قدیم مدرسہ کی امداد بند کر دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دوسرے مدرسہ کو کوئی شرعی وجہ ترجیح حاصل ہے تب تو مضائقہ نہیں ورنہ ترجیح المرجوح لازم آتی ہے اور خیر العمل مادیم علیہ کے بھی خلاف ہے اگر دونوں مدرسہ تمام امور میں مساوی ہوں تب بھی قدیم افضل ہے ونظیرہ **وان استویٰ المسجد ان فاقد مهماافضل۔ طحطاوی[1] علی مراقی الفلاح** ص۱۵۶۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ہائی اسکول میں چندہ دینا

سوال:- میرے علاقہ میں ہندو اور مسلمان دونوں مل کر ایک ہائی اسکول کھول رہے ہیں، جس میں دونوں چندہ دے رہے ہیں، مجھے بھی پانچ سو روپے دینے کو کہتے ہیں، تو مجھ کو اس میں ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ اپنے بچے بھی اس میں تعلیم حاصل کریں گے، تو کچھ ثواب ضرور ہوگا، اگر چہ خالص

[1]..... طحطاوی علی المراقی مطبوعه مصر ص ۲۳۲ کتاب الصلوة، اول باب الامامة، حلبی کبیر ص ۶۱۳، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور.

اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے مگر اس کا خیال رہے کہ وہاں بد دینی کی تعلیم نہ ہو جس سے عقائد و اخلاق تباہ ہو جائیں، ورنہ سخت وبال ہوگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

عورتوں کا بلا اجازت شوہر مدرسے کے جلسہ میں چندہ دینا

سوال: - زید اور بکر چند آدمیوں نے مل کر مدرسہ کا جلسہ کرانا چاہا باجازت مہتمم مدرسہ گاؤں میں عورتوں وغیرہ سے بلا اجازت ان کے شوہروں کے چندہ میں غلہ لیا گیا جو کہ عورتوں نے بخوشی دیا تو اس آمدنی سے جلسہ ہوا یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ صحیح ہے کہ عورت کو بغیر شوہر کے اجازت کے شوہر کے مال میں تصرف درست نہیں۔ لیکن جب شوہر اس تصرف پر رضا مند ہیں تو یہ چندہ میں وصول کیا ہوا غلہ شرعاً سب درست ہے اب اس پر اعتراض بے محل ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۶ھ

---

[1]..... تعاونوا اعلی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایة، سورة المائدہ آیت ۲/.

ترجمہ :- نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، اور گناہ زیادتی مین ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2]..... ولیس لها (الزوجة) أن تعطی شیا من بیته بغیر اذنه (خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۴۴۳ ج ۱ باب النفقة، فصل فی حقوق الزوجیة) فتح الباری، دار الفکر ص ٦ ج ۵ ۱ کتاب الاحکام، الباب الاول.

نابالغ کا مدرسہ کے چندہ میں پیسے دینا

سوال:- مدرسہ کے نابالغ بچے جو اپنے ناشتہ کے لئے پیسے اپنے گھر سے لاتے ہیں، اگر وہ مدرسہ میں بطور چندہ دیدیں تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ان کے ولی نے مدرسہ میں دینے کے لئے پیسے دیئے ہیں تو جائز ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صغیر وکبیر کے مخلوط مال سے چندہ

سوال:- زید اور بکر دو بھائی ہیں اپنے باپ کے مرنے کی وجہ سے دونوں مال متروکہ کے وارث ہوئے۔ بکر نابالغ یتیم ہے اور مال مشترک ہے اور زید بالغ ہے اور روزی کر کے مالِ متروکہ کو بڑھاتا ہے جتنی جائداد ہے اس کی حفاظت وغیرہ بھی کرتا ہے۔ زید اس مالِ مشترک سے قربانی ادا کرتا ہے صدقات دیتا ہے نیز لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے مدرسہ وغیرہ دینی کاموں میں چندہ بھی دیتا ہے۔ زید کو مذکورہ کارِ خیر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یا یہ بھی مالِ مشترک شمار کیا جائے گا حالانکہ بکر کچھ روزی نہیں کماتا۔

(۲) ہمارے دیار میں اکثر لوگوں کا مال یتیموں کے مال کے ساتھ مختلط ہوتا ہے۔ مدارسِ دینیہ کے چندہ وصول کنندہ جب چندہ کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں تو چندہ دیتے ہیں لیکن

---

[1]..... یجوز ارسال الهدية على يدصبي ويجوز للمهدى له قبولها (اعلاء السنن، ص ۱۴۱ ج ۱۶ کراچی، کتاب الهبة، یجوز ارسال الهدية على يدصبي، هدایه ص ۴/۴۵۴، کتاب الکراهية، مکتبه تهانوی دیوبند، شامی کراچی ص ۶/۳۴۵، کتاب الحظر والاباحة)

قوی اندیشہ ہے کہ مال مختلط سے دیتے لیکن چندہ وصول کنندہ اس کی تفتیس کئے بغیر چندہ لیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کا چندہ مشتبہات میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اگر مشتبہات میں شمار ہوتو دینی مدارس کے لئے اس میں شرعاً کچھ وسعت وگنجائش ہے یا نہیں۔ اگر گنجائش نہ ہووے تو مدارسِ دینیہ قائم رکھنا دنیا میں دشوار ومحال ہو جائے گا، حالانکہ دنیا بھر کے اکثر مدارسِ دینیہ قومیہ دیوبند، سہارنپور، بنگال، آسام، ہندوستان کے اکثر شہروں کے مدارس چندہ ہی پر موقوف ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مال مشترک سے ایسے مواقع میں خرچ کرنا درست نہیں کیونکہ ہر دو بھائی ایک دوسرے کے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتے بلکہ بمنزلہ اجنبی کے ہیں کذافی العالمگیری[۱]. البتہ جوروزی وہ علیحدہ کماتا ہے اسمیں تصرف کرسکتا ہے، مواقع مذکورہ میں بھی صرف کرسکتا ہے[۲]۔

(۲) جہاں ظنِ غالب ہو کہ یہ یتیموں کے مخلوط مال سے چندہ دیتا ہے وہاں تفتیش کرلی جاوے۔ اگر یہ ظن صحیح ثابت ہوتو چندہ لینے سے انکار کردے اور جہاں ظن غالب نہ ہو یا اس کے خلاف کا ظن ہو وہاں تفتیش کی ضرورت نہیں۔ جب اہل مدارس دیانت کے ساتھ حلال روپے سے مدرسہ چلانے کا پختہ عزم کریں گے اور حرام روپے سے اجتناب کریں تو اللہ تعالیٰ

۱؎..... ولایجوز لا حدهما ان یتصرف فی نصیب الاخر الابامره وکل واحد منهما کالا جنبی فی نصیب صاحبه الخ عالمگیری کوئٹه ۳۰۱ ج ۲ کتاب الشرکة، الباب الاول فی بیان انواع الشرکة. البحر کوئٹه ص۱۶۷/۵، کتاب الشرکة، الدرالمختار کراچی ص ۴/۳۰۰، کتاب الشرکة.

۲؎..... الا اذا کان لها کسب علی حدة فهو لها، شامی کراچی ص۳۲۵/۴، فصل فی الشرکة الفاسدة، بیضاوی شریف ص۷، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص ۶۵۴/ ۱، کتاب الشرکة، الباب الثالث، مطبوعه کوئٹه.

کی امداد بالیقین شامل حال رہے گی لقولہ تعالیٰ ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ[1] الآیہ۔ اللہ پاک کا وعدہ بالکل سچا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد[2]۔ دیگر دنیا دارالامتحان ہے۔ اسمیں حسب حیثیت ہر ایک کی آزمائش ضرور ہوتی ہے اس میں استقامت از حد ضروری ہے کہ یہ بہت بڑا کمال ہے جس کو نصیب ہوجائے۔ اللّٰھم ارزقنا منہ حظاً وافراً۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ادائے حقوق ملازمین میں کوتاہی کرنے والے رئیس کی دینی ادارہ میں امداد

سوال:- ایک رئیس جو کہ مسلمان ہیں اور نماز روزہ کے پابند ہیں، ساتھ ہی تبلیغی جماعت میں بغرض تبلیغ دور دور تک بڑے بڑے عالموں کے ساتھ جاتے رہتے ہیں، ان کے یہاں گورنمنٹ کے پراجکٹ کا کام ہوتا ہے اور وہ اپنے ملازمین کو پندرہ یوم پر تنخواہ دیتے تھے لیکن اب سات سال سے وہ وقت مقررہ پر ملازمین کو تنخواہ نہیں دیتے ہیں اور ملازمین پریشان

---

[1]......سورہ طلاق آیت: ۳، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے (بیان القرآن)

[2]......سورہ آل عمران، آیت: ۹، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے (بیان القرآن)

P

E:\f.m.Fainal\Jild-23\ Madarse ke Sufra & Chanda ke aHkam

ہوکر نا امید ہوکر چلے جاتے ہیں۔ اور وہ رئیس ہر سال ہندوستان کے ایک بہت بڑے دینی تعلیمی ادارہ کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور اس دینی ادارہ کے ناظم بھی بہت بڑے عالم ہیں۔ ساتھ ہی وہ رئیس ان کے مرید بھی ہیں۔

نیز ان رئیس صاحب کے یہاں جو ماہانہ تنخواہ پر نوکر ہیں ان کو بھی کبھی پوری تنخواہ ہر ماہ نہیں دی بلکہ جس نوکر کی تنخواہ چار سو روپے ہے اس کو دوسو روپے دے کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگلے ماہ حساب کروں گا لیکن وہ وقت کبھی نہیں آتا ہے کہ نوکر کو پورا حساب ملے۔ اس طرح کسی نوکر کی ۱۷ ماہ کی تنخواہ روک لی اور کسی کی ایک سال کی۔ جب کہا گیا تو جواب ملا کہ کیا مجھ پر احسان کرتا ہے، جب ہوگی تب مل جائے گی۔ آخر کار نوکر عاجز ہوکر چھوڑ کر اپنے وطن چلے گئے اور آج تک ان کی مزدوری باقی ہے۔

کیا ایسے رئیس کی زکوٰۃ یا کسی قسم کا روپیہ لینا اس ناظم اعلیٰ کو جائز ہے؟ اور دینی تعلیمی ادارہ میں لگانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو ان رئیس صاحب کی بڑی کوتاہی ہے جو ظلم کی حد میں داخل ہے[1]۔ حقوق العباد کو ادا نہ کرنا اور مزدوروں کی تنخواہ کو ان کے پورے کام کے باوجود ضبط کر لینا جس سے وہ پریشان ہوکر چلے جائیں معمولی چیز نہیں نہایت سخت چیز ہے[2]۔ دو پیسے (پرانے) اگر کسی کے رکھ لئے اور نہیں دیئے تو قیامت کے دن سات سو فرض مقبول نمازیں اس کے عوض

---

[1]...... لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل (سورهٔ بقره آيت: ۱۸۸،

[2]...... عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال الله تعالى ثلاثة ان خصمهم يوم القيامة ...... ورجل استأجر اجيرا فاستوفى منه ولم يعطه اجره (بخاری شریف ص ۱/۳۰۲، كتاب الاجارة، باب اثم من منع آجر الاجير، مطبوعه اشرفی دیوبند.

میں دلائی جائیں گی[۱]۔ جبکہ وہ صاحب تبلیغ میں بھی باہر جاتے ہیں تو ان کو سوچنا چاہئے کہ تبلیغ کا پہلا اور اعلیٰ مقصد اپنی اصلاح ہے، اس سے بے توجہی نہایت غلط طریقہ ہے۔ اس سب کے باوجود وہ جو کچھ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ ادا ہو جاتی ہے اور جس کو بھی زکوٰۃ دیتے ہیں، اس کو ان کے حالات معلوم ہونے کے باوجود زکوٰۃ کا لینا اور صحیح مصرف میں خرچ کرنا درست ہے[۲]۔ لیکن اہل علم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے مریدین اور متعلقین کی اصلاح وتربیت کا خاص فکر و اہتمام رکھیں ہر مناسب موقع پر ان کو غلطیوں سے بچنے کے لئے نصیحت کرتے رہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کے طلباء وطالبات کی امداد اوران کومحبوب وغیرہ الفاظ بولنا

سوال:- زید ایک ہمدرد قوم ہے۔ بہت سے طلباء وطالبات کی خود بھی امداد کرتا ہے۔ اور دوسروں سے بھی کراتا ہے۔ کیا زید کا یہ عمل قابلِ طعن ہے؟ کیا ان لڑکے اور لڑکیوں کو زید کا غلام، لونڈی، بیوی، معشوق اور محبوب بولنا صحیح ہے؟ یہ الزام اور بہتان ہے یا نہیں؟

---

[۱]...... جاء فی بعض الکتب انه یوخذ لدانق ثواب سبع مأة صلاة بالجماعة. الا شباه والنظائر ص ۴۷ القاعدة الثانية الامور بمقاصد ها. مطبوعه دارالعلوم دیوبند.

[۲]...... هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالیٰ (تنویر الابصار مع الدر المختار زکریا ص ۱۷۰ تا ۱۷۳ /۳، اول کتاب الزکوة، مجمع الانهر ص ۲۸۴ /۱، اول کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ /۲، کتاب الزکوة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے علم دین حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کی اعانت کرتا ہے۔ ذاتی ونفسانی خواہش ومفاد پیش نظر نہیں، تو اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ بہت بلند ہے[1]۔ اور بہت بڑے اجر وثواب کا مستحق ہے۔ اس کے لئے طعن وملامت کا لفظ بولنا جائز نہیں[2]۔ بے بنیاد الزام اور تہمت لگانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

مدرسہ کے نام پر چندہ کرنا اور مدرسہ میں نہ دینا

سوال: - ایک مدرس نے جن کو مدرسہ سے علیحدہ کردیا ہے اس مدرسہ کے نام سے چندہ وصول کرتے پھرتے ہیں۔ عیدالفطر کے موقعہ پر کرنال کی عیدگاہ میں اعلان کیا کہ مدرسہ عربیہ محمدیہ دریابرد ہوگیا ہے۔ اس کی امداد کرو تو ان لوگوں نے مدرسہ کے نام پر کافی روپیہ ان مدرس

---

[1]..... أغد عالما أو متعلما أو مستمعا أو محبا ولا تكن الخامسة فتهلك (كشف الخفاء ص ۱۴۸ ج ۱ بيروت، حديث: ۴۳۷، **ترجمہ**: - عالم بنو یا متعلم بنو یا سننے والا بنو یا (ان سے) محبت کرنے والا بنو اور پانچواں نہ بنو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔

[2]..... لا يجوز لعن شخص بخصوصه الا أن علم موته على الكفر (اتحاف، دارالفكر ص ۴۸۶ ج ۸ كتاب افات اللسان، الأفة الثامنة اللعن)

[3]..... أن رسول اللّه ﷺ قال أتدرون ما الغيبة قالوا اللّه ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل: (افرأيت ان كان في اخي مااقول قال ان كان فيه ماتقول فقد غبته وان لم يكن فيه فقد بهته (قال النوويؒ) يقال بهته بفتح الها مخففة قلت فيه البهتان وهو الباطل والغيبة (الى قوله) وهما حرامان (مسلم مع نووى، بيروت ص ۱۱۷ ج ۸ جزء: ۱۶ حديث: ۲۵۸۹ كتاب البر والصلة والأداب، باب تحريم الغيبة، الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۵۷۶/۳، الكبيرة الربعة والخمسون بعد المأتين البهت، مكتبه نزار مصطفى الباز المكة المكرمة)

کودیا وہ اس روپیہ کو کھا گئے عید کے موقع پر جو لوگ مدرسہ کی امداد کرتے تھے ان کو بہکا کر جبراً صدقۂ فطر، زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں اس روپیہ کو جانے نہیں دیا۔ جس سے مدرسہ کو کافی نقصان پہونچایا بلکہ اور شخص فقیر کو مدرسہ کی ضد پر یہ روپیہ وغیرہ دلایا۔ آیا جن حضرات نے یہ روپیہ دیا۔ ان کی اس فریضہ سے ادائیگی ہوئی یا نہیں؟ اور جن لوگوں نے یہ دلوایا ان کو گناہ ہوا یا ثواب؟ ایک فقیر کو کتنی شرعی مقدار دینے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ حرکت شرعاً معصیت ہے۔ جھوٹ ہے دھوکہ ہے[1]۔ اگر زکوٰۃ فطرہ کو صحیح مصرف میں صرف نہیں کیا تو ان مدرسین پر ضمان واجب ہے[2] ان کے اس جھوٹ کو لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے کہ ان مدرس نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے چندہ وصول کیا اور مدرسہ محمدیہ کو نہیں دیا تو شرعاً اس کی اجازت ہے تا کہ آئندہ وہ احتیاط رکھیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

---

[1]..... عين الكذب حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، الدرالمنتقى مع المجمع ص ۲۲۱/۴، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2]..... رجل دفع الى رجل عشرة دراهم وامره أن يتصدق بها فانفقها الوكيل ثم تصدق عن الآمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا للعشرة (عالم گیری کوئٹہ ص ۶۴۴ ج ۳ اخر كتاب الوكالة، الباب العاشر في المتفرقات، تاتارخانیه کراچی ص۲۴۸/۲، کتاب الزكاة، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطى الزكوة.)

[3]..... واذا كان الرجل يصوم ويصلي ويضر الناس بيده ولسانه فذكره بمافيه ليس بغيبة أي ليحذره الناس ولا يغتروا بصومه وصلوته (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۰۸ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، هندیه کوئٹہ ص ۵/۳۶۲، كتاب الكراهية، الباب الثالث والعشرون في الغيبة والحسد والنميمة والمدح، خانیه على الهندية کوئٹہ ص ۳/۴۲۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل في التسبيح والتسليم والصلوة على النبي ﷺ.)

چندہ کا روپیہ جلسۂ انعامی میں خرچ کرنا

سوال:- یہاں مدرسہ اسلامیہ کے لئے قصبہ سے سالانہ چندہ کیا جاتا ہے جس میں زیادہ تعداد صدقات واجبہ، زکوٰۃ، چرم قربانی کی ہوتی ہے اور مصارف مدرسہ تنخواہ مدرسین اور خرچ یتیم خانہ دو بڑی مدیں ہیں۔ اس کے علاوہ روزمرہ کے کچھ متفرق خرچ ہو جاتا ہے۔ چندہ دہندگان کے ذہن میں اخراجات مدرسہ کی تفصیل نہیں ہوتی اور نہ ہر ہر وقت ان سے ہر ہر خرچ کی اجازت لی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دو تین سال میں جلسہ انعامی بھی ہوتا ہے، جس میں طلباء کو کتابیں انعام میں اور علماء کا خرچ آمد و رفت دیا جاتا ہے۔ آیا یہ خرچ جلسہ بھی مدرسہ کے چندہ کی رقم میں سے کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر بلا اجازت نہیں کیا جا سکتا تو اجازت زکوٰۃ دہندگان سے لی جایا کرے یا تملیک کرنے والے جو زکوٰۃ کی رقم اپنی ملک میں لے کر مدرسہ میں داخل کر دیتا ہے یا قرض لے کر مدرسہ میں دیدیتا ہے ان کو صدقات کی رقم اپنا قرض ادا کرنے کے لئے دیدی جاتی ہے۔ امید ہے کہ جواب سے مشرف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کر دی ہے تو اسی مصرف پر چندہ صرف کیا جائے گا اس کے خلاف نہ کیا جائے۔ اگر مصرف کی تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دیدیا ہے تو پھر ہر مصلحت میں صرف کرنا درست ہے[1]۔ جن رقوم میں تملیک واجب ہے ان کو بغیر تملیک کے غیر محل یعنی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ جب انعامی جلسہ ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ چندہ دہندگان بھی کثیر مقدار میں جمع ہوتے ہوں گے۔ ان

[1]..... لان الوکیل یتصرف بتفویض الموکل فیملک قدر ما فوض الیه (بدائع کراچی ص ۲۵ ج ۶ کتاب الوکالة، شامی کراچی ص ۲۶۹/۲، کتاب الزکوة، شرح المجلة ص ۴۷۷/۲، الباب الثانی فی بیان شروط الوکالة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند)

کے سامنے مدرسہ کا پورا آمد وصرف کا حساب مدوار پیش کیا جاتا ہوگا۔ یہ ان کے لئے ذریعہ علم ہے پھر ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ ہر ہر مد بتلا کر مصرف (یعنی جو رقم زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ یکمشت مدرسہ میں آتی ہے اس کے لئے تفصیل کی ضرورت نہیں، اجمالی علم ان مدات کا ان کو ہوتا ہی ہے وہ کافی ہے) کا دریافت کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ صاحب اپنا روپیہ فلاں مد میں صرف کرنا پسند نہ کریں گے تو ان کا روپیہ اس مد میں بلا اجازت صرف نہیں کرنا چاہیئے۔

اگر اب تک چندہ دہندگان کے سامنے جملہ مدات کو پیش نہیں کیا گیا تو بہتر یہ ہے کہ ان کو ضرور پیش کر دیا جائے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا روپیہ کہاں کہاں صرف ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو اسطرح چندہ دینے سے گریز ہو تو وہ اس میں خرچ کرنے سے منع کر دے۔ جلسہ انعامی بھی مصالح مدرسہ میں ہے۔ رقم واجبُ التملیک میں مستحقین کو انعام دینا درست ہے اور غیر مستحقین کو بلا تملیک درست نہیں۔ جب رقم واجبُ التملیک کی تملیک ہوگئی تو اصل دہندہ کی زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوگئی۔ اب اگر کسی مد میں صرف کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہو تو جو شخص مالک بننے کے بعد از خود مدرسہ میں دے گا اس سے اجازت لی جائے سابق دہندہ سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف

چندۂ مدرسہ سے دوکانیں بنانا

سوال: - ایک مدرسہ کی تعمیر چندہ کے روپیہ سے کی گئی ہے۔ اب مہتمم صاحب کی یہ

رائے ہے کہ اس مدرسہ کی چار دکانیں نکال دی جائیں اور اسی کے اوپر اس کے بجائے مدرسہ تعمیر کرالیا جائے تاکہ مدرسہ میں کرایہ کی آمدنی آتی رہے اور یہ سلسلہ چلتا رہے شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اہل محلّہ اور چندہ دہندگان کو اس پر اعتراض نہ ہو تو یہ درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

اگر مدرسہ بن چکا ہے تو اب اس میں دوکان بنانا جائز نہیں، اگر ابھی بنا نہیں اور چندہ دینے والے راضی ہیں تو جائز ہے[2]۔

سعید احمد غفرلہٗ ۲۳؍شوال ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ کے کاغذات، مہریں، رسیدیں لیکر چندہ کیا اس کا حکم

سوال:- مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سعادت گنج بارہ بنکی کے ناظم وصدر صاحب کچھ عرصہ تک بخوبی اپنے فرائض انجام دیتے رہے ہیں، انہوں نے حنفیہ پارٹی بنالی اور ایک دن موقع پاکر مدرسہ مذکورہ کا تمام ضروری سامان، کاغذات، رقم، رسیدیں، مہریں وغیرہ اٹھا کر چلے گئے اور

---

[1]...... کیونکہ چندہ معطیین کا مملوک ہوتا ہے۔(امداد الفتاویٰ، ترتیب جدید ص ۲/۵۹۳ کتاب الوقف)

[2]...... مستفاد: لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح أما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۸ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳/۳۳۰، کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز المکة المکرمة، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۵۱، کتاب الوقف)

پھر کسی طرح کارکنوں سے مصالحت نہ ہوسکی۔سوالات یہ ہیں کہ

(۱) مدرسہ مذکورہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کا سامان، مہریں وغیرہ واپس کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) مدرسہ مذکورہ کی رسیدوں سے وصول کی ہوئی رقم مدرسہ ہی کی ہے یا نہیں؟

(۴) مدرسہ کی رسیدوں سے کچھ چندہ وصول کر کے انہوں نے علیحدگی کے بعد ایک نیا مدرسہ کھولا تھا، ان رسیدوں کی وصول شدہ رقم اپنے مدرسہ میں لگائی۔کیا وہ رقم اس جدید مدرسہ میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مدرسہ کی رقم ذاتی مصارف میں خرچ کرنا جائز نہیں، اس کی واپسی ضروری ہے۔

(۲) اس سب کی بھی واپسی ضروری ہے۔

(۳) وہ رقم بھی مدرسہ کی ہے۔

(۴) سابق مدرسہ کے نام پر اس کی رسیدوں سے چندہ وصول کر کے اپنے لئے قائم کردہ مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں، جبکہ سابق مدرسہ موجود ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ //

---

[۱]..... مستفاد: رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فانفقها الوكيل ثم تصدق عن الامر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا (عالمگیری کوئٹه ص ۶۴۴ ج۳ کتاب الوكالة، الباب العاشر في المتفرقات، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكوة، شرح المجلة ص۲/۴۷۷، كتاب الوكالة، الباب الثاني في بيان شروط الوكالة، مطبوعه کوئٹه)

مستحق طلباء کی آمد کی امید پر چندہ لینا

سوال:- ایک مولوی صاحب نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے جس میں خالص عربی فارسی کی تعلیم ہوتی ہے اور یہ علاقہ ازروئے دینی تعلیم نابلد ہے، ہر قسم کا چندہ لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ رقوم جمع ہوجائے تو یہاں پر کھانے کا انتظام کیا جائے گا۔ کیا اس امید پر ہر قسم کا چندہ لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر فی الحال غریب مستحق طلبہ کے لئے رقم ناکافی ہونے کی وجہ سے کھانے کا انتظام نہیں اور وہ اس کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اس کا انتظام کریں اور اس کی غالب توقع ہے تو وہ ایسی رقم بھی لے سکتے ہیں مگر اس کا خیال رہے کہ جو رقم جس مد کے لئے لی جائے اسی مد میں اس کا خرچ کرنا ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین ۳۰/۶/۸۸ھ

خیراتی مدرسہ میں مالدار کے بچوں کی تعلیم

سوال:- جو مدرسے زکوٰۃ، چرم قربانی، فطرہ، اور امداد کی رقم سے چلتے ہیں تو ایسے مدارس

---

[1]...... لان الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدرما فوض اليه (بدائع کراچی ص ۶/۲۵ کتاب الوكالة، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكوة، شرح المجلة ص ۲/۴۷۷، رقم المادة: ۱۴۵۷، كتاب الوكالة، الباب الثانى فى بيان شروط الوكالة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند)

میں صاحب نصاب کے بچے تعلیم پا سکتے ہیں یا صاحب نصاب کو کچھ فیس یا امداد ماہوار کچھ دینا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صاحب نصاب کے بچے ایسے مدارس میں تعلم تو پا سکتے ہیں مگر ان بچوں کو مدرسہ سے سیپارہ، کھانا، کپڑا وغیرہ دوسری چیزیں لینا جائز نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چندہ سے خوشحال بچوں کی تعلیم

سوال:- کسی مدرسہ میں باہر کے دو چار بچے داخل کر کے پورے علاقہ سے چندہ جمع کرتے ہیں اور ان غریب بچوں کی آڑ میں خوشحال آدمیوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں اور سال بھر میں زیادہ سے زیادہ دو چار روپیہ دیتے ہیں خوشحال بچے والے اور مدرس کی تنخواہ پچاس روپیہ ہے۔ اور ایک دو سفیر بھی رہتے ہیں تو سال بھر کا ان اشخاص کی تنخواہ اٹھارہ سو روپیہ ہوتی ہے جس میں پچاس ساٹھ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

نوٹ:- چندہ ایک بھیک ہے جسکو خیرات کہتے ہیں، اس سے خوشحال بچوں کی تعلیم ہوتی ہے، ملازمین اس سے تنخواہ حاصل کرتے ہیں، یہ کہاں تک جائز ہے، خوشحال بچوں کو اس پیسے سے پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1]...... لا يصرف الى بناء نحو مسجد (الى قوله) ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۷ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، کتاب الزکوة، باب المصرف، مطبوعہ مصر، مجمع الانهر ص۳۲۸/۱، باب المصرف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصل یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی اولاد کے لئے دینی تعلیم کا انتظام لازم ہے[1]۔ لیکن جب مسلمانوں کو اس کا احساس نہ رہے یا وہ مجبور ومعذور ہوں تو لامحالہ چندہ سے انتظام کیا جائے گا، جو حضرات تعلیم دیتے ہیں وہ اپنے اور متعلقین کے نفقات واجبہ ادا کرنے کے لئے چندہ کے پیسے سے تنخواہ لیں گے اور یہ تنخواہ انکی درست ہے۔ پھر ان کے ذریعہ غریبوں اور مالداروں کے جو بچے تعلیم حاصل کریں گے وہ بھی درست ہے۔ مگر مالداروں کے لئے غیر تمندی کے ساتھ خود غور کرنے کی بات ہے۔ ان کو چاہئے کہ اپنی حیثیت کے موافق زیادہ سے زیادہ مدرسہ میں چندہ دیں بلکہ اہل وسعت ایک دو مدرس کی تنخواہ اپنے پاس سے دیدیں کہ چندہ کی ضرورت نہ رہے اور صرف اس کی دی ہوئی تنخواہ سے مدرس سب بچوں کو تعلیم دے تو یہ اس کی وسعت مالی اور عزت ایمانی کا تقاضا اور صدقہ جاریہ ہے۔

تنبیہ: - زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا پیسہ تنخواہ میں دینا درست نہیں[2]۔ دینی خدمت کے لئے جو چندہ کیا جائے اس کو بھیک سمجھنا اور حقیر سمجھ کر دینا دین کی بڑی ناقدری اور دین سے بے تعلقی کی نشانی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]...... قال رسول اللہ ﷺ من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه (مشكوٰة شريف ص ٢٧١ كتاب النكاح، باب الولي في النكاح)

ترجمہ: - رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس شخص کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو ادب سکھائے۔

[2]...... هي (أي الزكاة) تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (درمختار مع الشامي كراچی ص ٢٥٨ ج ٢ اول كتاب الزكاة، مجمع الانهر ص ٢٨٥/١، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص ٢٠١/٢، كتاب الزكوة)

جعلی رسید سے جمع کردہ چندہ کا مصرف

سوال:-ایک شخص نے جعلی رسید لے کر مدرسہ کا چندہ کیا۔ حالانکہ مدرسہ بھی نہیں ہے۔ وہ شخص شبہ کی وجہ سے پکڑا گیا اور اس سے مدرسہ کی تصدیق طلب کی گئی جس کی وجہ سے وہ رات ہی میں فرار ہو گیا اور مبلغ ایک سو چالیس روپیہ و رسید چھوڑ کر بھاگا۔ اب اس رقم کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دوسرے کسی دینی مدرسہ میں ایسی رقم کا خرچ کرنا درست ہے[1]۔ اگر وہ مدرسہ موجود ہے جس کے نام پر چندہ کیا گیا ہے تو اسی میں دیدیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۹ھ

چندہ کر کے مدرسہ تعمیر کرنا اور اس کو اپنا مکان کہنا

بہشتی زیور کے بعض مسائل کو صحیح نہ جاننا

سوال:-ایک مولوی صاحب کے پانچ بھائی موجود ہیں، انہوں نے اپنے باپ سے ۱½ بیگہ زمین مدرسہ کے نام سے اپنے نام بیع نامہ کرالیا۔ چکبندی کے محکمہ نے اس بیع نامہ کو مان لیا۔ باپ نے وہ زمین وقف للمدرسہ نہیں کی۔ اب چکبندی میں اس کا چک علیحدہ کٹے گا۔

---

[1]..... حشیش المسجد وحصیره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر، واذا لم ينتفع بهما، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر الى اقرب مسجد (وفي الشامي) يصرف وقفها لاقرب مجانس لها، شامي كراچي ص ۴/۳۵۹، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، عالمگيري كوئٹه ص ۲/۴۷۸، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر.

مولوی صاحب موصوف سے لوگ وقف کرنے کے لئے کہتے ہیں تو وہ اسے وقف نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر میں وقف کردوں تو مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ مدرسہ کے لئے چندہ خود ہی کرتے ہیں۔ کہنے پر بھی حساب نہیں دکھاتے۔ چندہ میں امداد، زکوٰۃ، صدقہ وغیرہ ہر قسم کا مال آتا ہے۔ اس قسم سے ایک مکان بصورت مدرسہ تعمیر ہورہا ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ جب تک بچے یہاں پڑھیں گے پڑھاؤں گا ورنہ مکان میرا ہے۔ حال یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو وہ مدرسہ میں نہیں رکھتے۔ یہ بھی خیال رہے کہ مدرسہ میں گاؤں کے ہی بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بیرونی نہیں کہ جن کا مدرسہ کفیل ہو۔ موصوف کہتے ہیں کہ اس سے میرے باپ کو ثواب ملے گا ایسے شخص کے بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں نیز اسکے باپ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اکثر بیشتر غلط مسئلے بتاتے ہیں۔ بہشتی زیور کے تمام مسئلوں کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کو نہ تعمیر مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے[1]۔ نہ تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے[2]۔ بلکہ وہ تو نادار غریبوں کو دینا واجب ہے[3]۔ چندہ کر کے مدرسہ تعمیر کرنا اور یہ کہنا

---

[1]...... ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا یصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۴ ج ۲ کتاب الزکاۃ باب المصرف، مجمع الانھر ص ۳۲۸/۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹہ ص ۲۴۳/۲، کتاب الزکوۃ، باب المصرف)

[2]...... ھی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۵۸ ج ۲ اول کتاب الزکاۃ، مجمع الانھر ص ۳۲۵/۱، کتاب الزکوۃ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹہ ص ۲۰۱/۲، کتاب الزکوۃ)

[3]...... مصرف الزکاۃ ھو فقیر ومسکین من لا شئ له (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۳۹ ج ۲ کتاب الزکاۃ اول باب المصرف، تبیین الحقائق ص ۲۹۶/۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانھر ص ۳۲۴/۱، باب المصرف، دارالکتب العلمیة بیروت)

کہ یہ تو مکان میرا ہے غلط طریقہ ہے ان کو ان سب کی اصلاح لازم ہے۔ مسائل کیا غلط بتاتے ہیں بغیر تفصیل سامنے آئے کیا کہا جائے۔ مولوی صاحب اگر اپنے حالات ٹھیک نہ کریں تو ان کو امام بنانا مکروہ ہوگا[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۴ھ

گورنمنٹ کی امداد کا روپیہ تنخواہ مدرسین میں

سوال:- مدرسہ عربیہ کو گورنمنٹ سے کچھ روپیہ ملتا ہے، لیکن ان کا صحیح پتہ نہیں چل سکا کہ استاذ کے ہیں یا مدرسہ کے۔ بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کے ہیں استاذوں کے نہیں۔ تو کیا ان کو استاذوں کی تنخواہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گورنمنٹ کی طرف سے جو روپیہ بطورِ امداد مدرسہ میں ملتا ہے اس کو مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۸۹ھ

---

[۱]..... لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه (حلبی کبیری، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، ص ۴۷۹ فصل فی الامامة، عالمگیری کوئٹہ ص ۸۵/ ۱، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الامامة، شامی کراچی ص ۵۶۰/ ۱، کتاب الصلوة، باب الامامة)

[۲]..... ومصرف الجزية، والخراج ومال التغلبي وهديتهم للامام، مصالحنا كسر ثغور وبناء قنطرة وجسر، وكفاية العلماء الخ (قوله كفاية العلماء) هم اصحاب التفسير والحديث والظاهر ان المراد بهم من يعلم العلوم الشرعية فيشمل الصرف، والنحو، وغيرهما، شامی کراچی ص۲۱۷/۴، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بيت المال، البحر کوئٹہ ص۱۱۷/۵، کتاب السير، فصل فی الجزية، تبيين الحقائق ص۲۸۳/۳، کتاب السير، فصل فی الجزية، مطبوعه امداديه ملتان،

دینی مدرسہ میں سرکاری امداد کے اثرات

سوال:- قصبہ مگھر میں مدارس مذہبی تعلیم ۱۹۱۴ء سے جاری ہے جس کو ڈسٹرکٹ بورڈ سے امداد ماہواری ملتی ہے جس میں روزانہ پہلی پہر میں ڈیڑھ گھنٹہ کو قرآن پاک کی تعلیم ہوتی ہے اور مابقیہ ایام (دوشنبہ پنج شنبہ) کو کلمہ دعاء قنوت آیت الکرسی دعاء جنازہ۔ باقی اوقات میں اردو پڑھائی جاتی ہے دوسرا مدرسہ عربیہ ہے۔ جو شاہی جامع مسجد میں چل رہا ہے اس کا مدرسہ عربیہ نام ہی ہے اس میں عربی فارسی اردو ہندی سبھی کی تعلیم ہوتی ہے۔ مگر مدرسہ کسی قسم کی امداد بورڈ سے نہیں لیتا اور نہ کوئی مستقل ذریعۂ آمدنی ہے، (اصحاب خیر) کی امداد سے چلتا ہے تیسرا مدرسہ مؤید الاسلام ہے۔ غالباً کسی سے کوئی امداد نہیں پاتا ایسی صورت میں دریافت طلب یہ ہے کہ مکتب جو ۱۹۱۴ء سے جاری ہے اسے دینی مدرسہ کہا جا سکتا ہے یا یہ کہ بورڈ سے امداد لینے کی وجہ سے دنیاوی مدرسہ کہا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکتب میں پہلے صرف قرآن پاک اور مسائل دینیہ کی تعلیم ہوا کرتی تھی وہ خالص دینی مدرسہ ہوتا تھا۔ پھر وہاں سے فارغ بچے عربی فارسی پڑھنے کے لئے مدرسہ میں جایا کرتے تھے وہاں حساب بھی کچھ بقدرِ ضرورت سکھا دیا جاتا تھا۔ وہ بھی خالص دینی مدرسہ ہوتا تھا۔ پھر بورڈ سے امداد کا لالچ دیا گیا۔ مسلمانوں نے غربت سادہ پن سے امداد لینا شروع کردی جس پر نگرانی اور امتحانات کا سلسلہ شروع ہوا پھر امداد دینے والوں نے آہستہ آہستہ اپنا کورس پڑھانے کے لئے کہا۔ امداد بند ہونے کے ڈر سے اس کی پابندی کی گئی اب جیسے جیسے ان کا کورس آتا گیا دینی تعلیم میں کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ دینی تعلیم برائے نام معمولی رہ گئی اور یہ قید بھی لگائی گئی کہ ان کا کورس پڑھانے کے لئے ان کا ہی سند یافتہ ہونا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ تربیت اور عملی حالت بھی کمزور ہوگئی دینی تعلیم کا مقصد بہت کم رہ گیا اس کی جگہ کورس نے لے لی ایسی حالت میں اس کو دینی مکتب یا دینی مدرسہ کہنا یا تو اس کی ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے یا محض برائے نام دینی تعلیم کا کوئی حصہ باقی رہ جانے کے اعتبار سے ہے حقیقی اور اصلی معنیٰ کے اعتبار سے نہیں اور جس مدرسہ میں اصلی تعلیم تو دین ہی کی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دین ہی کی خدمت اور اعانت کے لئے ہے وہ حقیقۃً دینی مدرسہ ہے۔اس معیار پر آپ دیکھ لیں کہ مکتب کی کیا حالت ہے اور امداد اور اس کے اثرات کورس وغیرہ سے کس قدر متاثر ہے اور وہ اثرات کس رفتار سے پیدا ہو رہے ہیں پھر دینی عربی مدارس کے مقابلہ میں اس کو کیسے دینی مکتب کہا جاسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱/۲۵

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱/۲۶

رسمی رقموں کی وصولی اور خرچ

سوال:- میں ایک سرکاری مکتب کا معلم ہوں۔اس لئے سرکاری تنخواہ کے علاوہ مکتب کے طلباء وعوام سے تعلق رکھتے ہوئے چند آدمیوں کا جو قدیم رواج مدت سے ہے اور ابھی تک چلتا آرہا ہے علماء دین سے فیصلہ لینا چاہتا ہوں کہ مندرجہ ذیل آمدنی میرے حق میں کیسی ہوگی؟

(۱) کسی تقریب کا جیسے ۱۵اگست، ۲۶ جنوری ٹیچرس ڈے ششماہی وسالانہ امتحانات کے موقع پر بچوں سے تقریب کے خرچ کے تخمینہ سے زیادہ رقم وصول کرنا اور خرچ سے بچی ہوئی رقم کو اپنے مصرف میں صرف کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہوگا؟

(۲) بچوں سے داخلہ کے وقت ایک روپیہ یا دو روپیہ کر کے وصول کرنا سند دیتے وقت

فی لڑکا پانچ یا دو روپے جبراً رسم بنا کر وصول کرنا جبکہ سرکار کا کوئی قانون نہیں۔ ہفتہ وار، جمعراتی، عیدی، بقرعیدی شروع کرائی رسم بنا کر وصول کرنا اس میں بھی جبکہ سرکار کا کوئی قانون نہیں تو ان رقموں کو اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کرنا شرعی اعتبار سے کیسا ہوگا؟ رسم نہیں اگر نذرانہ کے طور پر دینے والا دے تو کیسا ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(۱) رقوم دینے والوں کو اگر علم ہو کہ خرچ سے زائد حصہ آپ رکھتے ہیں اور وہ اس پر رضا مند ہوں تو جائز ہے۔

(۲) جبر جائز نہیں۔ زبردستی کی ہوئی رقم کا واپس کرنا ضروری ہے۔ **لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه**[1] (الحدیث) بخوشی دی ہوئی رقم کا استعمال کرنا درست ہے کہ یہ ہدیہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

مدرسین کی پنشن کا علم چندہ دہندگان کو ہونا چاہئے

سوال:- مدرسہ عربیہ کے ضعیف معذور مدرسین کو پنشن دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیا چندہ دینے والوں کو اس کا علم ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر اربابِ مدرسہ نے قانون بنا کر شائع کر دیا اور چندہ دینے والوں کو علم ہو گیا کہ

---

[1]...... کنز العمال، بیروت ص ۹۲ ج ۱ حدیث:۳۹۷ الکتاب الاول، الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقه. مشکوۃ شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعارية، طبع دار الکتاب دیوبند،
ترجمہ:- کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

ہمارے دیئے ہوئے روپیہ سے معذور اور ضعیف العمر مدرسین کو پنشن بھی دی جاتی ہے انہوں نے اس کو منظور کرلیا اس پر اعتراض نہیں کیا تو پنشن دینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۷ھ

چندہ کے لئے معطی پر اصرار، تدریس کے ساتھ تجارت

سوال:- کسی نیک کام کا چندہ وصول کرنے کیلئے چندہ دینے والوں کو پریشان کرنا مثلاً چندہ دینے والا پانچ دس روپیہ دیتا ہے اور وصول کرنے والے خوشامد کرکے یا خفگی کا اظہار کرکے اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ اور زیادہ دو تو مجبوراً زیادہ دیتا ہے۔ تو کیا اس طرح چندہ کرنا جائز ہے؟ اور ایسے چندہ کو کارِ خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں پر بعض عالم اس قسم کے چندہ کو بالکل ناجائز اور حرام بتاتے ہیں۔ حالانکہ فتویٰ دارالعلوم میں ایسے چندہ کو کارِ خیر میں لگانا جائز لکھا ہے۔ یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ مواعظ اشرفیہ میں ایسے چندہ کو حرام لکھا ہے۔ اسکی تحقیق مقصود ہے۔

(۲) ایک مولانا صاحب تجارت کرتے ہیں، بازار میں دوکانیں ہیں اور دینی خدمت مثلاً بچوں کو تعلیم، کتابوں کی تصنیف اور فتاویٰ کے جوابات دیتے ہیں۔ یہ سب کام بلا اجرت کے جائز ہے یا نہیں؟ یہ عالم قابل تعریف ہیں یا قابل مذمت؟

[1]...... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعت دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) چندہ کا یہ طریقہ غلط اور ممنوع ہے[۱]، جیسا کہ امداد الفتاویٰ[۲] جلد رابع میں حضرت تھانویؒ نے ممنوع لکھا ہے۔ اور فتاویٰ[۳] دارالعلوم میں بھی یہی ہے۔ لیکن اس قسم کے چندہ کا طریقہ ناجائز ہونے کے باوجود کارِ خیر میں لگانا جس طرح حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سے آپ نے نقل کیا ہے کہ درست ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ نے جس جگہ ناجائز لکھا ہو اس کو بھی نقل کردیں تو غور کرلیا جائے۔

(۲) حقوقِ واجبہ ادا کرنے کے لئے اور حلال روزی کے لئے تجارت کرنا شرعاً مذموم نہیں بلکہ پوری اجازت ہے۔ حتی کہ بعض حالات میں واجب ہے[۴]۔ اس کے ساتھ دینی علمی خدمت میں لگے رہنا بڑی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ اگر حق تعالیٰ کسی کو یہ توفیق دے تو بڑی نعمت ہے۔ مگر تجارت کے ساتھ دوکان پر بھی تدریس افتاء کی خدمت انجام دینے میں اقرب یہ ہے کہ تدریس افتاء کا پورا احترام نہیں ہو سکے گا نہ اس طرف پوری توجہ ہوگی۔ جس کی وجہ

---

[۱]...... لایحل مال امرإ الا بطیب نفس منه (مشکوة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[۲]...... امداد الفتاویٰ، ترتیب جدید ص ۵۵ ج ۲ کتاب الزکاة والصدقات. بعنوان "عدم جواز جبر بر چنده از مال زکوة" مطبوعه زکریا دیوبند، ایضاً ص ۴/۵۰۲، مسائل شتی بعنوان "حرمت جبر بر چنده"

[۳]...... فتاوی دارالعلوم (عزیز الفتاوی) ص ۵۸۵، کتاب الوقف، بعنوان "جو چنده زبر دستی وصول کیا ہو اس کا مصرف" مطبوعه دارالاشاعت کراچی.

[۴]...... فرض وهو الکسب بقدر الکفایة لنفسه وعیاله وقضاء دیونه ونفقة من یجب علیه نفقته ومستحب وهو الزیادة علی ذلک لیو اسی به فقیرا ومباح وهو الزیادة للزیادة (الی قوله) وأفضل اسباب الکسب الجهاد ثم التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة (عالم گیری کوئٹه مختصراً ص ۳۴۹ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشرفی الکسب، محیط برهانی ص ۸/۶۲، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه مجلس علمی گجرات)

سے غلطی کا بھی امکان ہے[۱]۔ اس لئے اگر اوقات تقسیم کر دیئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ کچھ وقت تدریس افتاء کے لئے بھی مخصوص کرلیا جائے۔ کچھ وقت دوکان چلانے کے لئے کچھ معمولی تدریس دوکان کے ساتھ بھی جاری رہے۔ جس میں زیادہ توجہ کی ضرورت نہ ہو تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ یہ بھی بعض سلف سے منقول ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۴ھ

مدرسہ کی رسید پر زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھالیں وصول کرنا

سوال:- عام طور سے مدارسِ عربیہ کے اراکین اور اساتذہ کرام زکوٰۃ، صدقات، قربانی کی کھالیں مدرسہ کی رسید دے کر غریب بچوں کے نام پر وصول کرلیا کرتے ہیں۔ آپ ہمیں صرف یہ بتلا دیں کہ سب سے پہلے کس شخص نے کس سن میں کس مدرسہ کی رسید پر زکوٰۃ یا فطرہ یا قربانی کی کھالیں وصول کی تھیں؟ یہ طریقہ کس کا ایجاد کردہ ہے؟

۱؎..... الرابعة ان لا يفتى فى حال تغير خلقه وتشغل قلبه ويمنعه التامل كغضب وجوع وعطش وحزن وفرح غالب ونعاس او ملل او حرمز عج او مرض مؤلم ومدافعة حدث وكل حال يشتغل فيه قلبه ويخرج عن حد الاعتدال فان اتى فى بعض هذه الاموال وهو يرى انه لم يخرج عن الصواب جاز وان كان مخطرا بها (مقدمه رسم المفتى ص ۱۰، فصل فى احكام المفتيين، مطبوعه سعيديه سهارنپور، شرح المهذب ص ۷۶/۱، باب آداب الفتوى، فصل فى احكام المفتيين، مطبوعه دارالفكر بيروت)

۲؎..... قد تواتر عنه (ابى حنيفة) رحمة الله عليه انه كان يتجر فى الخز مسعودا ماهرا فيه وله دكان فى الكوفة وشركاء يسافرون له فى شراء ذلك ويبيعه مستغنيا بنفسه (الخيرات الحسان فى مناقب الامام الاعظم ابى حنيفة النعمان ص ۱۳۰، الفصل الخامس والعشرون فى اكله من كسبه ورده للجوائز، مطبوعه مصر، افنى (ابن المبارك) عمره فى الاسفار حاجا ومجاهدا وتاجرا (ابوحنيفة واصحابه المحدثون ص ۹۷، ترجمة عبدالله ابن المبارك، مطبوعه ادارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللہ پاک کا ارشاد ہے واتوا الزکوٰۃ [1]۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا خذ من اموالهم صدقة [2]۔ الآیۃ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے عاملین کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا [3]، وہ لے کر آئے پھر اس کو مستحقین پر خرچ فرمایا۔ آپؐ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی اپنے عاملین کے ذریعہ زکوٰۃ وصول کیا اور بیت المال میں جمع کر کے مستحقین کو دی۔ پھر جب بیت المال کا حال بعد کے لوگوں نے صحیح نہیں رکھا تو اربابِ اموال خود زکوٰۃ ادا کرنے لگے۔ اور دین کی اشاعت کے لئے جب مدارس قائم کئے گئے تو اول اول سلاطین نے ان کے اخراجات برداشت کئے، پھر اربابِ مدارس نے خود انتظام کیا اور زکوٰۃ، صدقات وصول کر کے طالب علم دین پر خرچ کرنے کا انتظام کیا۔ یہ سلسلہ بحمد للہ بہت مفید ہے اور اسلاف سے منقول ہے۔ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں

سوال:- امام مسجد کا ایک ادارہ کا چندہ وصول کرنا ایسی صورت میں جبکہ شہروں میں عام

---

[1]...... سورۂ بقرہ آیت: ۴۳،

[2]...... سورہ توبہ، پارہ ۱۱، آیت: ۱۰۳، **ترجمہ**: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے (بیان القرآن)

[3]...... استعمل النبی ﷺ رجلا من الازدیقال له ابن اللتبية على الصدقة الخ الحديث (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۶ اول کتاب الزكاة. مسلم شريف ص ۳۳۵/۱، باب كراهة الحرص على الدنيا، مكتبه بلال دیوبند، شرح السنة ص ۱۳/۴، باب صدقة البقر السائمة، المكتبة التجارية.

ترجمہ:- نبی ﷺ نے قبیلۂ ازد کے ایک شخص کو جن کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا۔

طور پر عورتیں عریاں نظر آتی ہیں۔ نیز شہری ماحول میں امام صاحب کو بسا اوقات رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ پورے مہینہ دوکانوں میں لگے ہوئے بکسوں کے ذریعہ چندہ حاصل کرتے ہیں، اس طرح امام صاحب کا بسا اوقات بازار ہی میں گذر ہوتا ہے، شہر کے بازار، محلے، گلیوں میں پھرتے رہنا، زہد وتقویٰ کا مجروح ہونا یقینی ہے۔ کیا امام صاحب کا فعل مناسب یا روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے شہروں اور بازاروں میں ضرورت سے جانا جائز ہے۔ محض تفریح یا برہنہ عورتوں کو دیکھنے کے لئے جانا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... "وانما لکل امری مانوی" اخبارا عن حکم الشرع وھو ان حظ العامل من عملہ نیتہ فان کانت صالحۃ فعملہ صالح فلہ اجرہ وان کانت فاسدۃ فعملہ فاسد فعلیہ وزرہ الخ، جامع العلوم والحکم ص ۹، مکتبہ تجاریہ مصطفی احمد الباز.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل هفتم

مسائل متفرقات مدارس

نئی مسجد میں جمعہ اور جمعہ کی تعطیل کو اتوار سے بدلنا

سوال:- ایک شہر میں مدت کے بعد ایک مسجد احاطہ مدرسہ میں تعمیر ہوئی ہے جس کی وجہ سے تعطیل جمعہ کو اتوار سے بدل دیا گیا ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کون سے دن تعطیل اختیار کی جائے کہ شہر میں اتفاق ہو سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتوار کے دن تعطیل کرنے میں تشبہ ہے غیروں کے ساتھ دینی مدرسہ میں اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے[۱]۔ نئی مسجد میں مستقل جمعہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شرعاً یہ طریقہ

---

[۱]...... قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابو داؤد شریف ص ۲/۵۵۹، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ادارة الرشید دیوبند)

ترجمہ:- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔

ناپسند ہے کہ ہر مسجد میں جمعہ کیا جائے[1]، اس سے شوکتِ اسلام کا زیادہ ظہور ہے، اگرچہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری مسجد میں بھی لیکن وہ شان باقی نہیں رہتی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۲ھ

یوم عاشوراء کی تعطیل مدارس میں

سوال:- ۹، ۱۰/ محرم کو اس اطراف کے مدارس میں اکثر بہتیرے چھوٹے لڑکے پڑھنے نہیں آتے اور بڑے لڑکے عربی خواں طلبہ میں سے بھی بعض طلبہ پڑھنے سے گریز کرتے ہیں اور بعض طوعاً وکرہاً شریک درس ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں ان تاریخوں میں تعطیل کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ان دنوں میں روزہ مسنون و مستحب ہے۔ پس ان دنوں میں روزہ رکھا جائے

---

[1]..... فقد ذكر الكرخي أنه لا بأس بأن يجمعوا في موضعين أو ثلاثة عند محمد (الى أن قال) وروىٰ محمدعن أبي حنيفة أنه يجوز الجمع في موضعين أوثلاثة أو اكثر من ذلك . فهذا يدل على أن الجمعة تجوز في موضعين في ظاهر الرواية وعليه الاعتماد أنه تجوز في موضعين ولا تجوز في اكثر من ذلك (الى قوله) ولا ن الحرج يندفع عند كثرة الزحام بموضعين غالبا فلا يجوز اكثر من ذلك وماروى عن محمد من الا طلاق في ثلاث مواضع محمول على موضع الحاجة والضرورة (بدائع كراچي مختصراً ص ۲۶۰، ۲۶۱ ج ۱ كتاب الصلاة، فصل في صلاة الجمعة، البحر كوئٹه ص ۱۴۲/ ۲، باب الجمعة، شامي كراچي ص ۱۴۵/ ۲، باب الجمعة، مطلب في جواز استنابة الخطيب)

[2]..... فمراداللّٰه من نصب هذه الامة أن تكون كلمة اللّٰه هي العليا وأن لا يكون في الارض دين علىٰ من الاسلام ولا يتصور ذلك الا بأن يكون سنتهم أن يجتمع خاصتهم وعامتهم وحاضرهم وباريهم وصغيرهم وكبيرهم لما هواعظم شعائره واشهر طاعاته فلهذه المعاني انصرفت العناية التشريعية الى شرع الجمعة والجماعات (حجة اللّٰه البالغة ص ۲۳ ج ۲ الجماعة، مطبوعه مصرى)

اوراسی کے ضمن میں تعطیل کردی جائے جیسا کہ رمضان میں تعطیل ہوتی ہے۔اور عمر کہتا ہے کہ درست نہیں، تعطیل میں اہل تشیع واہل بدعت کا تشبہ لازم آتا ہے کہ وہ ان دنوں میں کاروبار چھوڑ کر ماتم، مرثیہ وغیرہ میں مشغول ہوجاتے ہیں۔اور کاروبار کو معیوب سمجھتے ہیں، ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ بہرکیف شریعت کی روشنی میں جو حکم ہو صاف صاف مدلل بیان فرمایا جاوئے۔ نیز قطعِ نظر لڑکوں کے آنے نہ آنے اور قطعِ نظر روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے تعطیل کرنا کیسا ہے؟ جواب مدلل مع حوالہ عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دس محرم کو روزہ کی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے[1] اور بھی متعدد خصوصیات اس دن کی وارد ہوئی ہیں[2] لیکن اس دن میں تعطیل کرنا اور کاروبار یا مدارس کو بند رکھنا روافض کا شعار ہے جس سے اجتناب لازم ہے **مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ**[3] اور **من كثر سواد قوم فهو منهم**[4] الحدیث۔

---

[1]...... قال رسول الله ﷺ أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم(مشكوٰة شريف ص ۱۷۸ باب صيام التطوع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2]...... عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشورا فقال لهم رسول الله ﷺ ما هذا اليوم الذى تصومونه فقالوا هذا يوم عظيم أنجى الله فيه موسىٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسىٰ شكراً فنحن نصومه فقال رسول الله ﷺ فنحن احق وأولى بموسى منكم فصامه رسول الله ﷺ وامر بصيامه (مشكوٰة شريف ص ۱۸۰ باب صيام التطوع، مسلم شريف ص ۱/۳۵۹، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، مطبوعه بلال ديوبند)

[3]...... مشكوٰة شريف، ص ۳۷۵ كتاب اللباس، الفصل الثاني،ابوداؤد شريف ص ۲/۵۵۹، كتاب اللباس، مطكتبه سعد ديوبند، **ترجمه**:-جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی اس کا شمار انہیں میں سے ہوگا۔

[4]...... كنزلعمال، بيروت ص ۲۲ ج ۹ رقم حديث: ۲۴۷۳۵، **ترجمه**:-جس شخص نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا وہ انہیں میں سے ہوگا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ میں اس تاریخ کی خصوصیات اور بدعات کو جمع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ فلاں بات اصل ہے اور فلاں بات بے اصل ہے۔ جیسے کہ فی نفسہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شہادت کا ذکر مباح ہے ممنوع نہیں۔ لیکن یومِ عاشورہ میں خصوصیت سے ذکر کرنا تشبہ روافض کی وجہ سے ممنوع ہے **سئل عن ذکر مقتل الحسینؓ فی یوم عاشوراء یجوز ام لا قال لا، لان ذٰلک من شعار الروافض** عامۃً اسلامی اداروں میں جمعہ کے روز تعطیل ہوتی ہے، اتوار کی تعطیل سے اسی لئے منع کیا جاتا ہے کہ اس روز غیر مسلم تعطیل کرتے ہیں۔

رہا ۹؍۱۰؍ کا روزہ رکھ کر تعطیل کرنا اور جسکا سبب روزہ کو قرار دینا محض حیلہ ہے ذی الحجہ کے نو دن میں بھی روزہ کا ثبوت ہے[۱]، ۱۵؍شعبان میں بھی روزہ کا ثبوت ہے[۲]، شوال میں چھ روزوں کا ثبوت ہے[۳]، ہر ماہ میں ایام بیض کے روزوں کا ثبوت ہے پیر اور جمعرات کے روزوں کا ثبوت[۴]

۱..... عن هنيدة بن خالد عن امرأته عن بعض ازواج النبیﷺ قالت كان رسول الله يصوم تسع ذی الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة ايام من كل شهر اول اثنين من الشهر والخميس، ابوداؤد شريف ص ۱ ۳۳/ ۱، كتاب الصيام، باب صوم العشر، سعد بكڈپو ديوبند.

۲..... عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم حتى نقول لا يفطر ويفطر حتى نقول لا يصوم ومارأيت رسول اللهﷺ استكمل صيام شهر الا رمضان وما رايته اكثر صياما منه فی شعبان، بخاری شريف ص ۲۶۴/ ۱، كتاب الصوم، باب صوم شعبان، مطبوعه اشرفی ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۱ ۳۳/ ۱، باب كيف كان يصوم النبیﷺ، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

۳..... عن ابی ايوب صاحب النبیﷺ قال من صام صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فكانما صام الدهر، ابوداؤد شريف ص ۳۳۰/ ۱، كتاب الصيام، باب فی صوم بستة ايام من شوال، سعد بكڈپو ديوبند.

۴..... عن ملحان القيسی عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ يامرنا أن نصوم البيض ثلث عشرة واربعة عشرة وخمس عشرة، قال وقال هن كهيأة الدهر، ابوداؤد شريف ص ۳۳۲/ ۱، باب فی صوم الثلث من كل شهر، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

ہے، کہاں تک رمضان کی حرص کر کے تعطیل کی جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ ربیع ۲ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/ ربیع ۲ ۶۷ھ

یوم عاشورہ کی تعطیل

سوال:- یوم عاشوراء کی تعطیل اسلامی مدارس میں کرنی چاہئے کہ نہیں؟ دارالعلوم دیوبند میں چھٹی عشرہ محرم کی چھٹی ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عاشوراء محرم کی تعطیل دارالعلوم دیوبند میں نہیں ہوتی۔ اسلامی مدارس ومکاتب میں اس کی تعطیل نہ کی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/ ۱/ ۹۴ھ

خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل

سوال:- فیض عام انٹر کالج میرٹھ میں حسب ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت

---

[1]..... کیونکہ اس میں تشبہ بالروافض ہے من تشبه بقوم فهو منهم (مشكوٰة شريف ۳۷۵ كتاب اللباس الفصل الثانی، ابوداؤد شريف ص ۲/۵۵۹، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه ادارة الرشيد ديوبند)

ترجمہ:- جس کسی نے قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہوگا۔

کی تعطیل ہونا طے پائی ہے۔ لہٰذا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت عربی مہینوں کی تاریخ اور عیسوی مہینوں کی تاریخ تحریر فرمادیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علیؓ

الجواب حامداً ومصلیاً!

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت کی عربی تاریخیں جو کہ عیسوی تاریخوں کے ساتھ متعین وموافق ہو مجھے نہیں ملیں۔ ان ایام میں تعطیل کرنا بھی کوئی شرعی حکم یا مصلحت نہیں، ورنہ اس امت کے اکابر کی تواریخ ولادت کا اگر تتبع کیا جائے اور ان ایام میں تعطیل کی جائے تو پھر سارا سال تعطیل ہی تعطیل میں گذرے گا، تعلیم کا کوئی دن بھی نہیں ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۴ھ

مدرسہ میں اذان وجماعت

سوال:- ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا نام سراج العلوم ہے ککرولی میں۔ اہل سنت والجماعت کی تین مسجد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے۔ طلباء ومدرس نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں کہ مساجد شہر سے کچھ فاصلہ پر ہیں۔ آپ سے استفتاء یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت ہوسکتی ہے یا کہ نہیں۔ یہاں آکر اہل محلّہ بھی نماز ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اذان وجماعت کے لئے مسجد شرط نہیں ہے۔ مسجد کے علاوہ جنگل میں، مکان میں،

اسٹیشن میں، مدرسہ میں سب جگہ میں درست ہے[۱]۔ لیکن مسجد کی فضیلت مسجد ہی میں پڑھنے سے حاصل ہوگی۔ مسجدوں کو بالکلیہ چھوڑ کر مستقلاً مدرسہ میں اذان و جماعت کرنا مناسب نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ آدمی مسجد میں چلے جائیں کچھ مدرسہ میں پڑھیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

مدرسین کیلئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ

سوال:- مدرسہ کی میجنگ باڈی نے یہ فیصلہ کیا کہ مدرسین نماز ظہر علیحدہ جماعت سے پہلے پڑھ لیں اور پھر تعلیم شروع کردیں حالانکہ مدرسین وقفہ میں جماعت سے پہلے نماز پڑھتے تھے وقفہ ایک بجے سے دو بجے تک رہتا تھا۔ اب ساڑھے بارہ بجے سوا بجے تک کردیا، ایسے حضرات کے لئے کیا حکم ہے؟ اسکول میں جہاں سنت مؤکدہ حکماً ترک کردی جائے چرم قربانی زکوٰۃ وغیرہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسجد کی جماعت میں مدرسین کو شرکت کی اجازت دی جائے، جتنا وقت اس میں صرف

۱...... جعلت لی الارض مسجدا وردبان المراد بالمسجد فيه ماتجوز فيه الصلاة احترازا من بقية الا نام فانهم كانوا لا تجوز لهم الصلاة الا فى بيعهم و كنائسهم (مرقاة ص ۱/۴۴۱، اول باب المساجد و مواضع الصلاة، مطبوعه اصح المطابع بمبئى)

۲...... قال رسول اللّٰه ﷺ وصلوة الرجل فى بيته بصلوٰة وصلوته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلوة (مشكوة شريف ص ۷۲ باب المساجد ومواضع الصلاة، قبيل باب الستر، ابن ماجه شريف ص۵۷/۱، باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجرا، مطبوعه ادارة الرشيد ديوبند) **ترجمه**:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر ہے اور قبیلہ یا محلّہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

ہواس کی تلافی شروع یا آخر میں ہوسکتی ہے۔ترک جماعت کا جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ قابل تنفیذ نہیں، اس کو واپس لیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۹۰ھ

سفیر مدرسہ کے ورثاء کو بطور امداد کچھ رقم دینا

سوال:- زید ایک دینی درسگاہ میں سفیر کی حیثیت سے تھے۔موصوف نہایت ہی مستعدی کے ساتھ کارسفارت (چندہ وغیرہ) انجام دیتے تھے۔لیکن بقضائے الٰہی کچھ دنوں بیمار رہ کر اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ اراکین مدرسہ نے زید موصوف کے ورثہ کو ایام علالت کی تنخواہ کے علاوہ اس بات کا فیصلہ کیا کہ منجانب مدرسہ کچھ رقم ورثاء زید کو دیدی جائے۔ تا کہ ان لوگوں کو فی الوقت پریشانی سے دوچار ہونا نہ پڑے۔اب دریں مسئلہ علمائے دین سے سوال یہ ہے کہ آیا زید کے ایام مرض کی تنخواہ کے علاوہ جو ان کے ورثاء کو اراکین مدرسہ نے دینے کا فیصلہ کیا ہے وہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

(الف) اگر فیصلہ شدہ رقم ورثاء زید کو دینا جائز ہے تو اسے تنخواہ میں شمار کیا جائے گا یا علیٰ سبیل الامداد ہوگا؟

---

[1]...... مستفاد: واذا استأجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر بسوی المکتوبة (الی قوله) لا یمنع فی المصر من اتیان الجمعة ویسقط من الأجر بقدر اشتغاله ان کان بعیداً و ان قریبا لم یحط شئ (شامی کراچی ص ۷۰ ج ۶ کتاب الاجارة مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة، مجمع الانهر ص ۵۴۷/۳، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الهندیة ص ۴/۴۱۳، کتاب الاجارة، الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة)

(ب) اور کیا اراکین مدرسہ یا مہتمم کو اس بات کا حق ہے کہ متعلقین مدرسہ کی وفات کے بعد ان کے ورثاء کو علاوہ ان کی تنخواہ کے کچھ امداد کے طور پر دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ کی رقم ملازم مدرسہ کی ملازمت ختم ہونے پر اس کے ورثاء کو بطور امداد دینے کا حق نہیں ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہتمم اگر زکوٰۃ صحیح مصرف میں خرچ نہ کرے تو کیا ملازم اپنے طور پر صرف کرسکتا ہے؟

سوال:- زید اور بکر دونوں دیوبند کے فارغ ہیں۔ زید ایک عربی مدرسہ کا ناظم ہے۔ اس مدرسہ میں بظاہر صدر مہتمم ممبران سب کچھ ہیں۔ لیکن مدرسہ کا سارا کام لوگوں نے زید کے سپرد کر دیا ہے اور وہی سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ مدرسہ میں زکوٰۃ، صدقات، امداد نیز مسجد کے نام پر بھی مدرسہ کی مسجد میں رقم آتی ہے۔ زید ان تمام رقومات کو مدرسہ کے صدر اور مہتمم اور بعض ممبران کے پاس رکھ دیتا ہے۔ یہ سب لوگ تاجر ہیں، مدرسہ کی رقم کو تجارت میں لگا دیتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق زید ان لوگوں سے رقم لے کر مدرسہ میں صرف کرتا ہے۔

---

[1]...... مستفاد: وأما بيان ما يغير حال المعقود عليه من الامانة الى الضمان فانواع (الى قوله) ومنها ترك الحفظ للمالک بان خالفه للوديعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الوديعة، عالمگیری کوئٹہ ص۴/۳۳۸، کتاب الوديعة، الباب الاول، البحر کوئٹہ ص۷/۲۷۵، کتاب الوديعة)

زید اس بات کا بالکل خیال نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی حساب رکھتا ہے کہ مسجد کی رقم مسجد میں استعمال ہو، زکوٰۃ کی رقم مدز کوٰۃ میں استعمال ہو بلکہ جس میں جتنی رقم درکار ہوئی لیکر صرف کردیا اور شعبان میں قرض روئیداد چھاپ کر لوگوں میں تقسیم کردیا کرتا ہے۔ بکر عرصہ تین سال سے مدرسہ کے صدر مہتمم، ناظم، ممبران سے کوشش کرتا ہے کہ کسی صورت سے مدرسہ کی آمدنی جائز طور پر استعمال ہو۔ لیکن اس کی کوشش بیکار جاتی ہے۔ بکر نے عاجز آکر یہ کہدیا کہ میرے ذریعہ سے جو آمدنی مدرسہ کو ہوگی اس کو میں خود خرچ کروں گا کسی کو نہیں دوں گا۔ بکر کے ذمہ مدرسہ میں مطبخ کا کام سپرد ہے چنانچہ اس سال بکر نے تقریباً چار ہزار روپے وصول کئے اور اپنی مرضی سے خرچ کررہا ہے۔ اب بھی اس بات کی کوشش کررہا ہے کہ حساب وکتاب درست ہوجائے۔ زید نے حساب وکتاب یہاں تک گڑبڑ کررکھا ہے کہ رسیدات تک کا حساب نہیں کہ کتنی چھپکر آئیں اور کتنی ختم ہوئیں اور کتنی باقی ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ بکر کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکر ملازم ہے جتنا اختیار اس کو دیا گیا ہے اس سے زائد تصرف کرنے کا حق نہیں[1] رکھتا، خواہ کتنا ہی نیک نیت ہو۔ بکر کی طرح اگر ہر ملازم اس طرح کرنے لگے تو کسی کو کیسے روکا جائے گا اور ہر شخص پر کیسے اعتماد کیا جائے گا۔ اس لئے بکر کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ زید کی روش میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

---

[1]..... ليس للمشرف التصرف بل له الحفظ لان التصرف فى مال الوقف مفوض الى متولى، شامى زكريا ص ۶/۶۸۳، كتاب الوقف، مطلب ليس للمشرف التصرف، فتح القدير ص ۶/۲۴۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳/۲۹۷، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً.

علماء دین سے میل ملازم کی طرح کام لینا

سوال:- خطہ گجرات میں جب کسی عالم کی ضرورت ہوتی ہے کچھ شرائط لگا کر طلب کرتے ہیں۔ دو یا پانچ سال بعد حیلہ کر کے اسے نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ شرائط قبول کرنے کے بعد تا وقت کے لئے آتا ہے مگر اس پر طرح طرح کا کام ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً فتویٰ دینے کے لئے اگر کسی کو رکھا ہے تو اگر اتفاق سے کبھی نہیں آیا تو مدرسہ کی دوسری ذمہ داری ڈال دیتے ہیں۔ تو اگر وہ عالم انکار کر دے تو کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو معاملہ صاف صاف طے کیا جائے اس کی پابندی کے باوجود ملازم کو علاحدہ کرنے کے لئے حیلہ بہانا کرنا اور اس پر زیادہ بار ڈالنا جائز نہیں۔ اور جبکہ اس سے ایک سال کا معاہدہ ہے تو بلا وجہ اس کو الگ بھی نہیں کرنا چاہئے[1]۔ اس سے ملازم بھی بددل ہوتا ہے اور آئندہ کو کام کا آدمی بھی سہولت سے نہیں ملتا۔ ادارہ بھی بدنام ہوتا ہے۔ ادارہ میں ہمیشہ نئے نئے آدمی آنے سے خیر و برکت بھی نہیں ہوتی۔ ملازمین کو ادارہ کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا تعلق بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جس کو فتویٰ کے لئے ملازم رکھا جائے اور اس کے پاس فتویٰ کا کام کم ہوں وقت فاضل بچتا ہو اور مدرسہ کو ضرورت ہو تو اسباق پڑھانے سے انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اصل

---

[1]...... المسلمون علی شروطھم الحدیث (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، ابوداؤد شریف ص ۵۰۶/۲، کتاب القضاء، باب فی الصلح، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، بخاری شریف ص ۳۰۳/۱، کتاب الاجارۃ، باب السمسرۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

مقصد خدمت دین ہے خواہ تدریس کی شکل میں ہو یا فتوے کی شکل میں میل ملازم کی طرح علماء کو کام نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۱ھ

نابالغ شاگرد سے خدمت لینا

سوال: - ایک معلم صاحب جو کہ پیش امام بھی ہیں، کیا وہ اپنے کسی شاگرد نابالغ سے وضو کے لئے پانی منگا کر طہارت کر سکتے ہیں، جیسا کہ وہ روز ایسا ہی کرتے ہیں، اور اسی وضو سے نماز پڑھاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۲) بہت سے لوگ جو کہ دستکار ہیں وہ اپنے چھوٹے چھوٹے شاگردوں سے جو کہ نابالغ ہیں ان سے پانی منگا کر پی سکتے ہیں۔ وہ خود آرام کرتے ہیں اور شاگرد بے چارے پنکھا جھلتے رہتے ہیں، کیا ان کا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ان کی تربیت کے لئے اور سلیقہ سکھانے کے لئے پانی منگانا اور اس پانی سے وضو کرنا اور اس وضو سے نماز پڑھنا پڑھانا سب درست ہے۔ حضرت انسؓ سے وقتاً فوقتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کام لیتے اور وہ اس وقت نابالغ تھے[1]۔ حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لئے

---

[1]...... عن أنس قال خدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا ابن ثمان سنين خدمته عشر سنين الخ (مشكوٰة شريف ص ٥١٩ باب فى اخلاقه وشمائله صلى الله عليه وسلم، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا جبکہ میری عمر ۸/ سال تھی اور میں نے آپ کی دس سال خدمت کی۔

پانی لاکر دیا جب کہ وہ نابالغ تھے[۱]۔

(۲) اس کا حکم بھی (۱) سے معلوم ہوگیا۔ لیکن بچوں پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہئے جس سے وہ اکتا کر پریشان ہوجائیں۔ خاص کر یہ صورت کہ وہ پنکھا جھلتے رہیں اور استاذ آرام سے سوتے رہیں۔ اس سے غالب گمان یہ ہے کہ وہ اکتا جاتے ہوں گے۔ اگر استاذ ان سے خدمت لیں تو ان کو انعام بھی دینا چاہئے جس سے وہ خوش ہوجائیں۔ اور انکی علمی اور اخلاقی تربیت بھی کی جائے، ان کو ہنر بھی سکھایا جائے کہ یہ ان کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۹۰ھ

چھوٹے بچوں سے خدمت لینا

سوال:- مصنف بہار شریعت نے لکھا ہے کہ معلمین کو نابالغ لڑکوں سے پانی بھروا کر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن چھوٹے بچوں کو استاذ کے سپرد کیا جاتا ہے تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ان سے اس قسم کا کام لینا جن سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہوجائے اور

---

[۱]...... **عن ابن عباس أن النبی علیہ السلام دخل الخلاء فوضعت له وضوءاً قال من وضع هذا؟ فاخبر فقال اللهم فقهه في الدين (بخاری شریف ص ٢٦ ج ١ كتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، مطبوعه اشرفی دیوبند)**

ترجمہ:- ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام بیت الخلاء میں تشریف لے گئے تو میں نے آپؐ کے لئے وضوء کا پانی رکھ دیا آپؐ نے فرمایا یہ کس نے رکھا؟ آپؐ کو اطلاع دی گئی (کہ ابن عباس نے رکھا ہے) تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔

اپنی بڑائی طبیعت میں نہ آئے درست ہے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ سے بھی خدمت لینا ثابت ہے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی جب ان کی والدہ نے خدمت اقدس میں لاکر پیش کردیا تھا۔ یہ خدمت کیا کرتے تھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۸ھ

شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا

سوال:- اگر کوئی استاذ اپنے شاگردوں سے احتلام کے کپڑے دھلواتا ہے تو وہ کپڑے شاگردوں کے لئے دھونا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ عام لوگوں نے اس کو چند بار تنبیہ کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ نامناسب ہے، شرم وحیا کے بھی خلاف ہے، بچوں پر بھی اسکے برے اثرات پڑیں گے۔ جو حصہ نجس ہو اسکو خود دھولے، ایسی خدمت لینے سے بہت احتیاط چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]...... **عن أنس قال: أخذت أم سليم بيدى مقدم النبى ﷺ فأتت بى رسول الله ﷺ (طبقات ابن سعد، دارالفكر ص ۱۹ ج۷)**

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ جس وقت نبی ﷺ تشریف لائے ام سلیمؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔

أنس بن مالک يقول: قدم رسول الله ﷺ وأنا ابن عشر سنين (طبقات ابن سعد، (ذكر) انس بن مالک بن النضير بن ضمضم، دارالفكر ص ۲۰ ج۷،

ترجمہ:- رسول خدا ﷺ تشریف لائے جبکہ میری عمر دس سال تھی۔

خدمتِ دین کا طریقہ

سوال:- حضرت والا سلام مسنون! مجھے دارالعلوم کا اجازت نامہ بھیجا جائے تاکہ میں یہاں دین کی خدمت کرسکوں۔ اور تحریر کریں کہ کون کون سے کام خادمِ دین کے سپرد ہوتے ہیں۔ تاکہ میں لوگوں کو دین بتلاسکوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ، اصول، کلام اور افتاء کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہے جس میں کئی سال صرف ہوتے ہیں۔ سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحانات لئے جاتے ہیں۔ تب سند دی جاتی ہے اور ہر شخص خدائے پاک کی توفیق سے اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق تدریس، تالیف، تذکیر وغیرہ دینی علمی خدمات انجام دیتا ہے۔ محض کسی کی درخواست پر اس کو کوئی سند نہیں دی جاتی۔ آپ کو خدمت کا شوق وجذبہ ہے تو تبلیغ کیجئے مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی سے جماعت بلوالیجئے وہ جماعت گشت کرکے لوگوں کو مسجد میں نماز کے لئے جمع کرتی ہے، کلمہ سنتی ہے، نماز سنتی ہے، تعلیم حلقہ قائم کرتی ہے اور اس کا پورا نظام سمجھ لیجئے، بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے آپ خود دہلی نظام الدین جایئے وہاں سب کام دیکھئے پھر اپنے مقام پر بھی کام شروع کردیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور آپ سے اپنے دین کی خدمت لے اور ہدایت پھیلائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۴/۲۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ادارہ میں ملازمت کے لئے جھوٹی سند دینا

سوال:- میں جس ادارہ میں ہوں وہاں کچھ حضرات ایسے آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے یہاں کے ادارہ میں ماسٹر رکھا دو اور تصدیقی سند لکھ دو تا کہ ہم پرائیویٹ طور پر امتحان دے سکیں، حالانکہ یہ تحریر بالکل جھوٹی ہوگی، جبکہ جھوٹ حرام ہے۔ اس لئے میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص آپ کے ادارہ میں ملازم نہیں، اس کو ملازم کہنا اور سند دینا جھوٹ ہے۔ مکر ہے، شرعاً اس کی اجازت نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۷ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ
دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۷ھ

عربی پڑھ کر سرکاری مدرسہ میں ملازمت

سوال:- دارالعلوم اور مظاہر علوم کے فارغین امتحان فاضل دے کر سرکاری مدرسہ اسلامیہ میں داخل ہورہے ہیں، پبلک مدرسہ چھوڑ کر تنخواہ کم ہونے کی وجہ سے، اس بارے میں حضرت والا کی رائے مبارک کیا ہے، جبکہ تنخواہ اتنی کم ہے جس سے گذارہ نہیں ہوتا حقوق ادا کرنا مشکل ہورہے ہیں۔

---

[۱]..... عین الکذب حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الانہر ص ۴/۲۲۱، فصل فی البیع، کتاب الکراهية)

الجواب حامداً ومصلیاً!

علم دین تو دین درست کرنے، دین کی خدمت کرنے اور خدا کو راضی کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی تحصیل کے بعد اگر فاضل وغیرہ کا امتحان دے کر سرکاری اسکول میں ملازمت کریں اور تنخواہ زیادہ کمائیں تو اصل مقصد تو حاصل نہ ہوگا، جس کے لئے مدرسہ میں قیام کیا، وظیفہ لیا، پڑھا۔ لیکن اس تنخواہ کو ناجائز نہیں کہا جائے گا جبکہ تعلیم میں خلافِ شرع چیزیں نہ ہوں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

جماعت چھوٹنے پر طلباء پر طعن کرنا

سوال:- مدرسہ میں مدرسین طلباء اور کچھ چھوٹے بچے جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے۔ اگر کبھی کسی وجہ سے نماز با جماعت سے رہ جائیں تو ان کی جماعت چھوٹ جانے پر ان کو طعن کرنا ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ نائب رسول ہیں، یہ مہمان رسول ہیں، یہی مہمان رسول ہیں۔ ایسے جملے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

طعن وطنز نہ کیا جائے نہ مدرسین پر نہ طلباء پر نہ کسی اور پر، یہ بہت بری بات ہے[۲]، اس کا

---

[۱]...... ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان (الدر مع الشامی کراچی ص ۶/۵۵، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، مجمع الانهر ص ۳/۵۳۳، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر مع المجمع ص ۳/۵۳۴.

[۲]...... لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی (مشکوٰہ شریف ص ۴۱۳ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم)

ترجمہ:- نہیں ہوتا ہے کامل مومن طعن کرنے والا نہ لعن کرنے والا نہ فحش بکنے والا اور نہ زبان درازی کرنے والا۔

ثمرہ بھگتنا پڑتا ہے[1]، البتہ نصیحت وخیرخواہی کے طور پر ترغیب دی جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

طلباء کا بازاروں میں پھرنا

سوال:- طلباء مدارس عربیہ کو بلاوجہ بازاروں میں پھرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بےضرورت سب کیلئے برا ہے اور عربی طلباء کیلئے زیادہ برا ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کے مدرس کو نوکر کہنا

سوال:- کیا کسی دینی مکتب ومدرسہ کے مدرس کو مزدور یا نوکر یا ملازم کہہ سکتے ہیں اور اگر

---

[1]..... قال رسول الله ﷺ من عير اخاه بذنب لم يمت حتى يعمله، رواه الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۴۱۴، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

[2]..... ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة (سوره نحل ،آيت: ۱۲۵)

ترجمہ:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے (بیان القرآن)

[3]......احب البلاد الى الله مساجدها وابغض البلاد الى الله اسواقها (مشکوٰۃ شریف ص ۶۸ باب المساجد، مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

ترجمہ:- اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسند جگہ بازار ہیں۔

کوئی کہتا ہے تو وہ کیسا ہے اور کیا یہ مثال دے سکتے ہیں۔ مزدور خوش کن کند کار پیش وہ مثال دینے والا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی معلم ومدرس کا منصب بہت باعزت اور اعلیٰ منصب ہے ایسے شخص کو مزدور یا نوکر کہنا اس کی توہین وتحقیر ہے[1]، معلم ومدرس کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے منصب کے لحاظ سے باوقار اور مستغنی ہوکر رہے کہ اس کا مقصد خدمت دین ہے نہ کہ تحصیل زر اور نوکری[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۹/ ۸۸ھ

مدرسہ کا قرض ادا کرنے پر جنت میں جانے کا وعدہ

سوال:- مدرسہ آستانہ تقریباً آٹھ سو روپیہ کا مقروض تھا سالانہ جلسہ میں بیان کے بعد واعظ نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو جنت خریدے یعنی مدرسہ مذکورہ کا قرض ادا کر کے آٹھ سو

---

[1]...... المعلم متصرف فی قلوب البشر (الی قوله) فتعليم العلم من وجه عبادة الله تعالیٰ ومن وجه خلافة الله تعالیٰ وهو من أجل خلافة الله فان الله تعالیٰ قد فتح علی قلب العالم العلم الذی هو اخص صفاته فهو کا لخازن لأنفس خزائنه ثم هو مأذون له فی الانفاق منه علی کل محتاج اليه فأیّ رتبة أجل من کون العبد واسطة بين ربه سبحانه وبين خلقه فی تقريبهم الی الله زلفیٰ وسياقتهم الی جنة المأوی (احياء العلوم مطبوعه عثمانيه مصريه ص ۱۳ ج ۱ کتاب العلم، قبيل الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم)

[2]...... وأن الفائزين المقربين هم علماء الأخرة ولهم علامات فمنها أن لا يطلب الدنيا بعلمه فان أقل درجات العالم أن يدرک حقارة الدنيا وخستها وكدورتها وانصرامها وعظم الأخرة ودوامها وصفاء نعيمها وجلالة ملكها (احياء العلوم مطبوعه عثمانيه مصريه ص ۵۳ ج ۱ کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم وبيان علامات علماء الأخرة والعلماء السوء)

روپیہ میں جنت خرید لے لہٰذا ایک سکھ کھڑا ہوا اور پورا قرض ادا کر دیا اب آپ تحریر فرمائیں کہ واعظ اس وعدہ کو کس طرح پورا کریں گے اور اس طرح روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں اور اس روپیہ سے مدرسین کی تنخواہیں چڑھی ہوئی دینا جائز ہے یا نہیں اور اس روپیہ کو مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان لائے کوئی سکھ وغیرہ آٹھ سو روپیہ دے کر جنت میں نہیں جا سکتا واعظ کا مقصود بھی یہی تھا کہ مسلمان روپیہ دیدے تو جنت کا مستحق ہوگا کوشش کی جائے کہ وہ سکھ اسلام قبول کرے ورنہ اس کو بتلا دیا جائے کہ جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے اس شرط کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے بغیر اس کے نہیں اگر وہ اس کو منظور نہ کرے تو اس کا روپیہ واپس کر دیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱۶ھ

مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ

سوال:- مدرسہ کے اوقات میں چائے وغیرہ بنانا اور اور ناشتہ پانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سبق پڑھا کر طلبہ کا پورا حق ادا کر دینے کے بعد اگر وقت مل جائے تو گنجائش ہے کہ

[1]...... فان من لیس بمؤمن لا یدخل الجنة وفاقا (مرقاة، مطبوعه بمبئی ص ۸۶ ج ۱ کتاب الایمان الفصل الاول)

اتفاقیہ کبھی چائے بنالی جائے یا ناشتہ کرلیا جائے۔ طلبہ کو سبق نہ پڑھا کر ان کا پورا حق ادا نہ کر کے وقت بچانا اور اس میں اپنا کام کرنا (چائے ناشتہ وغیرہ) جائز نہیں[1] یہ خیانت ہے۔ مدارس کا معاملہ بہت سخت ہے، ان میں قوم کا پیسہ آتا ہے اگر وہ برمحل خرچ نہ ہو تو سب کے حقوق ذمہ میں باقی رہتے ہیں، سب سے معافی کرانا بھی دشوار ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

پانی کے نل کی درستگی کے لئے دوسروں سے پیسہ لینا

سوال:- ہمارے یہاں اسکول میں ایک نل ہے اس کا پانی پینے کے لئے عالم صاحب نے اپنے ہاتھ سے نل کھولا، بعد اس کے ٹھیک نہیں کرسکا اور مستری لاکر اس کو ٹھیک کیا اور مستری کو پیسہ دینے کے لئے ہر طالب علم سے دس پیسہ زبردستی لیا، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس نے نل خراب کیا درست کرانا بھی اسی کے ذمہ ہے دوسروں سے جبراً پیسہ لینا درست نہیں۔ ہاں اگر دوسرے لوگ اس کو درست کرانے کی اجرت خوشی سے دیدیں تو دوسری

---

[1]..... اذا استأجر رجلا یوماً یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر سوی المکتوبة (شامی کراچی ص ۷۰ ج ۶ کتاب الاجارة، مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة، زیلعی شرح کنز ص ۱۳۳/ ۵، باب ضمان الاجیر، کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۲۷، باب ضمان الاجیر)

بات ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۹ھ

مدرسہ ہے یا چوپال

سوال: -ایک چوپال موضع شورم پٹی میر بخش میں مسجد سے ملحق ہے جس میں ہمیشہ سے دینی تعلیم ہوتی چلی آرہی ہے۔ اس کی مرمت مسجد کے پیسوں سے ہوتی ہے جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی بارات آتی ہے، تو بچوں کی چھٹی ایک دوروز کی کردی جاتی ہے۔

(۳) تمام مسلمان ہمیشہ خوش رہے ہیں اور امداد دیتے ہیں، کسی نے سرنہیں اٹھایا۔

(۴) اس پٹی میں تقریباً ۵/ ہزار مسلمان جو مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس مدرسہ کا نام بدرالعلوم ہے چند پارٹی اور شر پسند جن کی تعداد ۱۰/۱۵ ہوگی اقتدار کی خواہش میں مدرسہ میں دخل انداز ہوگئے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ چوپال سانگ تماشے کیلئے ہوتی ہے اس میں مدرسہ کا کیا کام ہے۔ فی الحال اس مدرسہ میں دوسو سے زیادہ بچے اور چار مدرس ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ عمارت کی دیواریں جن پر مدرسہ کا نام لکھا ہوا ہے اس کو مٹادیں۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ عدالتی کارروائی کریں۔ انہوں نے درخواست دی ہے اور پولیس تحقیقات کے لئے آئی۔ اور پولیس افسر نے تمام محلے والوں سے تصدیق کی ہے۔ سب مسلمانوں نے کہا کہ اس میں ہمیشہ سے تعلیم ہوتی چلی آئی ہے۔ وہ بھی یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اس میں سے مدرسہ نہیں

---

[1]...... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولا یتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیھما یجوز من التصرف بمال بدون اذن صریح، شرح المجلة ص ۶۲/۱، رقم المادة:۹۷، مکتبہ اتحاد دیوبند یوپی، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب)

ہٹایا جائے گا بلکہ ہمیشہ ہمیش مدرسہ رہے گا، تو اس جگہ کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے؟ مدرسہ رہے یا چوپال؟ مفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقیقت حال تو خدا ہی کو معلوم ہے لیکن ظاہر صورت اور طرز عمل سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ مدرسہ ہے اس میں دینی تعلیم ہوتی ہے اور مسجد کے پیسے سے اس کی مرمت کی جاتی ہے۔ کسی تقریب کے موقع پر اس کو مدرسہ سے عاریت پر لے کر مہمان کو ٹھہرایا جاتا ہے اور تعلیم کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔ یہ تعلقات کی رواداری کی بات ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ یہ چوپال ہے مدرسہ نہیں بظاہر درست نہیں۔ بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ مسجد سے متعلق مدرسہ ہے۔ اس وجہ سے مسجد کے پیسے سے مرمت کی جاتی ہے۔ دینی تعلیم کو وہاں سے ختم نہ کیا جائے گا اور مدرسہ کا نام جو دیوار پر لکھا ہوا ہے اس کو نہ مٹایا جائے گا۔ اور شر کو حسنِ تدبیر سے ختم کیا جائے گا۔ آپسی نزاع کے اندر بہت خرابی ہے، اس کے نتائج بھی نہایت خراب ہوتے ہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہُ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز اور جنازہ کی تعلیم بصورتِ مکالمہ

سوال:- لوگوں کے سدھار کے لئے مکالمے پیش کر کے اسے عملی شکل دی جائے تاکہ ذہنوں پر زیادہ اثر انداز ہو، تو کیا یہ جائز ہے۔ ایک مکالمہ نماز میں امامت کا پیش کیا۔ ایک

---

[1]...... ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين (سورة انفال، آیت: ۴۶، پارہ ۱۰،

ترجمہ:- اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (بیان القرآن)

شخص امامت کے لئے آگے بڑھا، نماز شروع کی، وہ تحریمہ چھوڑ گیا، پچھلے نے کہا چل کیا نماز پڑھاتا ہے میں پڑھاتا ہوں۔ پھر دوسرا صاحب بھی قراءت میں صریح غلطی کر گیا جس کو عوام بھی سمجھتے ہیں۔ تیسرے نے اس کو پیچھے کھینچ کر کہا تمہارے باپ نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ یہ امام صاحب مسجد میں اتنی دیر پڑے رہے کہ لوگ سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ایک نے دھکے دے کر کہا ارے اٹھ تو ہمیں سکھلائے گا۔ پھر تنہا تنہا پڑھ کر چلے گئے۔ اس میں زیادتی یہ کی گئی کہ چوتھے امام نے آکر نماز درست پڑھائی۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ تم نے کہاں تعلیم پائی۔ اس نے بتایا پھر اس نے تعلیم دی اور اسے سب نے قبول کیا۔ اسی طرح مسجد چلانے کا مکالمہ یا جنازہ کی نماز کے لئے سوائے چند حضرات کے بقیہ لوگوں کے بت کی طرح کھڑے رہنے پر۔

(۲) بے پردگی کی انتہائی، اس بناء پر ذمہ دار حضرات نے اس کو مکالمے پر توجہ دلائی۔ کیونکہ عورتیں بالترتیب آگے پیچھے بس، ٹرک، بیل گاڑی وغیرہ چلنے والی سڑک پر ایک دوسرے کے (جوں) (کپڑے، سروں میں ہوتی ہیں) نکالتی رہتی ہیں۔ اس حالت میں کبھی چھاتی کبھی ران بے حیائی کی نذر ہوتی ہے۔ یہ مسلم قوم کی مفلسی ہے کہ ایک جنگلی اوران میں فرق نہیں۔ حالانکہ غیر قوم کی عورتیں بازاروں میں جس طرح ہوں مگر گھروں پر ان کی طرح اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتی ہیں۔ تو کیا ان کی حالت پر ان کے سامنے عملی طور پر ان کی برائی مکالمے کے طور پر لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح بوڑھے سے لے کر بچوں تک کو گالیاں بکنے پر۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح مکالمہ اور عملی طور پر اختیار کرنا نماز کی توہین، استخفاف ہے اس کی اجازت نہیں۔ صحیح صحیح مسائل جیسے تعلیم الاسلام میں چھپے ہوئے ہیں ان کا مکالمہ بصورتِ سوال وجواب

کرایا جائے جس سے مسائل پختہ ہو جائیں تو درست ہے[1]۔

(۲) اس کی بھی عملی نقل نہ کی جائے کہ یہ تماشا بن جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ //

چک بندی میں قبرستان اور مدرسہ کیلئے زمین رشوت دیکر چھڑانا

سوال:- ہمارے موضع میں چک بندی ہورہی تھی حکومت کی طرف سے قبرستان و مدرسہ کے لئے کچھ زمین چھوڑنے کا حکم تھا۔مگر اہلکار نہیں چھوڑ رہے تھے۔ بہت کوشش کی مگر معلوم ہوا کہ کچھ رشوت لینا چاہتے ہیں۔تو بمجبوری مدرسہ اور قبرستان کی زمین کے لئے سو روپیہ اہل کار کو دیا گیا جس میں پچاس روپیہ مدرسہ کا تھا اور پچاس روپیہ قبرستان کا تھا تو قبرستان اور مدرسہ کے لئے زمین دی گئی اور عمل درآمد بھی ہوگیا اور زمین مدرسہ کے لئے حاصل کرلی گئی آیا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ مدرسہ وقبرستان کے لئے زمین چھوڑنا قانونی حق تھا اور بغیر روپیہ کے اس حق کو حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا تو مجبوراً روپیہ دینے والے گنہگار نہیں ہوئے۔ وہ زمین مدرسہ و

---

[1]...... اذا انکر اٰیة من القراٰن أو استخف بالقراٰن أو بالمسجد أو بنحوه مما یعظم فی الشرع أو عاب شیئا من القراٰن أو خطئ أو سخر باٰیة منه کفر (مجمع الأنهر، بیروت، ص۵۰۷ ج۲ کتاب السیر و الجهاد، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، فتاوی عالمگیری ص۲/۲۶۶، مطلب موجبات الکفر انواع، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین)

قبرستان دونوں کی ہوگئی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۷/۱۱/۹۰ھ

مدرسہ کے پڑوسی کی دیوار میں نزاع

سوال:- ایک اسلامی مدرسہ کی تعمیر ہورہی ہے اس وقت ذمہ دارانِ مدرسہ نے برابر کے مکان والے سے کہا کہ تم اپنی کچی دیوار کو پختہ بنالو، کیونکہ ہم کو اس طرف غسلخانہ وغیرہ بنانے ہیں۔ ایسا نہ ہوکہ دیوار وغیرہ کو نقصان پہنچ جائے۔ اس نے جواب دیا کہ میں دیوار کو تو پختہ نہیں بناتا۔ مگر دیوار کی جگہ آپ کو دے سکتا ہوں۔ آپ اس کو پختہ بنالیں۔ مدرسہ کے ذمہ دار اس پر راضی ہوگئے۔ مگر انہوں نے کہا اس دیوار سے تم کو فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس طرف تمہارا مکان ہے۔ اس دیوار کی نصف اینٹوں کا خرچہ تم کو دینا ہوگا مگر صاحب مکان نے انکار کردیا۔ پھر ذمہ داران مدرسہ نے کہا کہ اچھا مزدوری میں جو پچاس روپیہ خرچ ہوگا اس کا نصف ۲۵/روپیہ تو آپ کو ضرور دینا ہوگا۔ اس پر صاحب مکان راضی ہوگیا۔ پھر مکان کی جگہ میں دیوار فریقین کے اتفاق سے تیار ہوگئی۔ مزدوری کا نصف نصف روپیہ بھی لینا دینا ہوگیا اور معاملہ صاف ہوگیا۔ تعمیر کے وقت دیوار میں صاحب مکان کی جانب انگیٹھی الماریاں بھی فریقین کی رضامندی اور موجودگی میں تیار کرادی گئیں۔ اس کے بعد فریقین میں کسی بات پر

---

[1]...... الرابع ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الأخذ (شامي كراچي ص ۳۶۲ ج۵ كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، شامي كراچي ص ۶/۴۲۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، عالمگيري كوئٹه ص ۴/۴۰۳، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات)

تنازع ہوگیا اور ایک دوسرے کی مخالفت شروع ہوگئی۔ چونکہ مدرسہ کے اراکین میں بھی تبدیلی ہوگئی، یہ بھی تنازع کا سبب بن گیا اب مدرسہ کے ذمہ دار کہتے ہیں کہ دیوار مدرسہ کی ہے۔ آپ کا اس میں کوئی حق نہیں لیکن صاحب مکان نے دیوار میں سابقہ معاملہ اور معاہدہ کی بنا پر اپنا حق سمجھتے ہوئے دیوار سے متصل اپنا کوٹھا بنالیا ہے اور اس کے اوپر اپنے مکان کے لینٹر کی اینٹیں رکھدیں اور الماری وانگیٹھی سے فائدہ اٹھانا شروع کردیا تقریباً چار سال سے تنازعہ ہورہا ہے۔ جس وقت سے کہ مدرسہ کا عملہ بدلا ہے دریافت کرنا یہ ہے کہ آیا صاحب مکان کے لئے مدرسہ کی دیوار پر لینٹر کی اینٹیں رکھنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس کے تصفیہ کی شرعی صورت کیا ہوگی؟ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کوٹھے کو گرادیا جائے یا ہٹا دیا جائے تو اس میں صاحب مکان کا بے حد نقصان ہے۔ تصفیہ کی شرعی شکل سے مطلع فرمائیں تاکہ فریقین کے لئے باعث اطمینان ہو۔ اور عمل درآمد ہوسکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب مکان والے نے دیوار کے لئے مدرسہ کو جگہ دیدی تو وہ جگہ مدرسہ کی ہوگئی[1]۔ پھر اہل مدرسہ کا اس سے اینٹوں کی قیمت یا مزدوری کا مطالبہ کرنا غلط تھا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دیوار کو مشترک قرار دینا چاہتے تھے جو ہمیشہ کے لئے نزاع کی جڑ ہے۔ اب بہتر صورت یہ ہے کہ جس قدر مزدوری اس سے لی تھی یعنی روپیہ وہ اس کو واپس کردیں اور اپنی دیوار بنا کر پائے اٹھا کر لینٹر اس پر رکھدیں۔ تاکہ مدرسہ اگر وہاں سے اپنی دیوار کسی وقت ہٹانا چاہے تو

[1]...... یزول (الملک عن الوقف) بالقول عندأبی یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اکثر اهل العلم (عالم گیری کوئٹه ص ۳۵۱ ج۲ اول کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۶/۲۰۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی زکریا ص ۶/۵۳۹، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ)

اسکے لینٹر اور تعمیر کو نقصان نہ پہونچے۔ اور مدرسہ کی دیوار پر اسکا کوئی حق وتصرف نہ رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

جو طالب علم اپنا سامان چھوڑ کر مدرسہ سے چلا جائے اس سامان پر اہل مدرسہ کا قبضہ

سوال:- کوئی طالب علم کسی وجہ سے مدرسہ کو چھوڑ کر دوسرے مدرسہ میں چلا جائے اور اپنا سامان وغیرہ پہلے مدرسہ میں چھوڑ گیا ہو تو اس سامان کو مدرسہ کے مہتمم ضبط کر لیتے ہیں اور اس کے وارث بن جاتے ہیں۔

آیا مدرسہ والوں کی یہ حرکت شرعاً جائز ہے یا ناجائز یہ سامان ضبط کرنے میں مدرسہ والے حق بجانب ہیں، یا ظالم، یہ سامان ان کے لئے حلال ہے یا حرام جبکہ حضرت تھانویؒ نے دستور زندگی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کے تین پیسے رکھ لے تو اس کے عوض میں سات سو نمازیں دی جائیں گی تو اس لحاظ سے مدرسہ والے اللہ تعالیٰ کے یہاں ماخوذ ہوں گے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کو اس سامان کو ضبط کرنے کا کوئی حق نہیں ایسا کرنا غصب اور ظلم ہے[۱] اگر اس چلے

[۱]...... لا یحل مال امر مسلم الا بطیب نفس منه (کنز العمال ص ۹۲ ج ۱ حدیث: ۳۹۷ الکتاب الاول، الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقة، مؤسسة الرسالة بیروت، مشکوة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعارية، مطبوعه دار الکتاب دیوبند)

ترجمہ:- کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

جانے والے کے ذمہ مدرسہ کا کوئی مطالبہ صحیح ہوتو اس کے وصول کرنے کا حق ہے[1]، حضرت تھانوی نے جوتحریر فرمایا ہے۔ وہ صحیح ہے حدیث وفقہ سے ثابت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲؍۴؍۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲؍۴؍۸۶ھ

امام ومدرس کی بدچلنی کا علم ہوتے ہوئے لوگوں کوواقف نہ کرنا

سوال:- ایک آدمی کسی مسجد کے امام اور مدرسہ کے مدرس کے متعلق بدچلنی جانتا ہے، اس کی چال چلن کے بارے میں موضع والوں کوآگاہ نہ کرے، جبکہ تمام آدمی اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں اور موضع کے لڑکے لڑکیاں مدرسہ میں پڑھنے جاتے ہیں جبکہ وہ آدمی اس امام کو بدچلن جانتا ہے، ایسے آدمی پر کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگراس کا مقصد یہ ہے کہ امام کا عیب ظاہر نہ ہواور لوگوں کی نظروں میں وہ ذلیل نہ ہو بلکہ تنہائی میں اس کونصیحت کردے اور امام بدچلنی سے باز آجائے توبہ کرے تو اس شخص کا یہ

---

[1]..... ليس لذى الحق ان ياخذ غير جنس حقه وجوزه الشافعي وهو الاوسع (درمختار) اما اليوم فالفتوى على الجواز (قوله والاوسع) لتعينه طرقا لاستيفاء حقه فينتقل حقه من الصورة الى المالية (شامى كراچى ص ۶/۴۲۲، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، زيلعى ص ۵/۱۹۹، كتاب الحجر، مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۸۳، كتاب الحجر.

[2]..... جاء فى بعض الكتب انه يؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوة بالجماعة (الاشباه والنظائر ص ۴۷، الفن الاول، القاعدة الثانية، الخامس فى بيان الاخلاص، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

طریقہ درست اور بہتر ہے[1]، اور اگر کوئی دوسرا مقصد ہے تو اس کو ظاہر کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۹۴ھ

جو شخص علماء حق کو برا کہے اس کو معلم بنانا

سوال:- زید لوگوں کو بھی ورغلاتا ہے، جس سے مسلمانوں کے درمیان فساد ہو چکا ہے اور اس کی طرف سے اب بھی فساد ہونے کا اندیشہ ہے۔ زید اس سے پہلے اسی جامع مسجد کا امام بھی رہا ہے۔ مدرسہ دارالعلوم کے متعلقین کو اپنی تقریروں میں وہابی اور کافر کہتا ہے۔ بڑا جوش و اشتعال پھیلا چکا ہے۔ جس کی وجہ سے مسجد سے علیحدہ کیا گیا تھا۔ صرف مدرسہ میں برائے تعلیم بعض لوگوں کی گٹ (ضد) پر اس کو اپنے لوگوں نے مدرسہ میں رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے اس کو موقعہ ورغلانے کا ملتا رہتا ہے۔ نیز بعض لوگ بھی عمداً اس کو یہ موقع دیتے رہتے ہیں جس سے ہر وقت فساد کا خطرہ رہتا ہے۔ ایسے اشخاص کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور زید مفسد کا کیا حکم ہے؟ ایسے آدمی سے تعلیم دلانا، اسکے پیچھے اقتدا کرنا یا امام بنانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابن سیرینؒ کی حدیث ابوداؤد شریف میں ہے کہ یہ علم دین ہے، دیکھ لو غور کر لو کس سے اپنا

---

[1]...... من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة (مسلم شريف ص ۳۲۰ ج ۲ كتاب البر، باب تحريم الظلم، مكتبه بلال ديوبند)

ترجمہ:- جو شخص کسی مسلمان (کے عیوب) کی پردہ پوشی کرے گا (دنیا میں) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

من وعظ اخاه سرا فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فقد نضحه وشانه (مرقاة ص ۵/۴، باب الامر بالمعروف، مطبوعه بمبئی)

دین حاصل کرتے ہو جیسا علم دین کی تعلیم دینے والا ہوگا ویسا ہی پڑھنے والوں پر اثر پڑے گا۔ کیونکہ بچے اپنے استاذ کے اثر کو قبول کرتے اور اس کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ لہٰذا غلط آدمی جو جماعت کا تارک ہو، جمعہ کا تارک ہو، علماء حق کو برا کہتا ہو وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو استاذ اور معلم بنا کر بچوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۳ھ

پاس ہونے پر طلبہ کا مدرس کو رقم دینا

سوال:- ایک شخص اپنے کو قاضیٔ شہر سمجھتا ہے ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد اور عیدین کی امامت بھی کرتا ہے اور سرکاری مدرس بھی ہے۔ یہ شخص طالب علموں سے پاس کرانے کا معاوضہ لیتا ہے اور دوسرے ماسٹروں کو بھی اسی مقصد کے پیشِ نظر طالب علموں سے روپیہ لے کر دیتا ہے۔ کیا اس کا یہ عمل رشوت لینے اور دینے کی تعریف میں آتا ہے؟ ایسا شخص شریعت کی رو سے مذکورہ بالا عہدوں پر فائز رہ سکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ روپیہ لیکر نا اہل اور غیر مستحق طلباء کو پاس کرا دیتا ہے کہ روپیہ دیں تو پاس ہو جائیں ورنہ فیل۔ یہ صورت تو رشوت اور حرام ہے[2]۔ ایسا شخص مستحقِ امامت

[1]..... عن محمد بن سيرين قال ان هذا العلم دين فانظروا عن من تأخذون دينكم (مقدمۂ مسلم ص ١١ باب بيان أن الاسناد من الدين، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، مشكوة شريف ص٣٧، كتاب العلم، الفصل الثالث، دار الكتاب ديوبند)

[2]..... منها ما هو حرام على الأخذ وهو الرشوة على تقليد القضاء والامارة، الثاني ارتشاء القاضي ليحكم وهو كذالک ولو القضاء بحق لانه واجب عليه (شامي كراچی ص ٣٦٢ ج٥ كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، بحر كوئٹه ص ٢٦٢/٦، كتاب القضاء، فتح القدير ص ٢٥٤/٧، كتاب ادب القاضي، مطبوعه دار الفكر بيروت)

نہیں[۱]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی محنت اور قابلیت سے امتحان دے کر طلبہ پاس ہوجائیں اور وہ بطور شکرانہ اور اظہارِ مسرت مدرس کو روپیہ دیں تو یہ رشوت اور حرام نہیں بلکہ جائز ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۱ھ

مہتمم کا اساتذہ وطلباء کے خطوط بلا اجازت پڑھنا

سوال:- اگر کوئی مہتمم مدرسہ اساتذہ وطلباء کے آمدہ خطوط پڑھتا ہے۔ بغیر اجازت، اور کہتا ہے کہ یہ انتظام مدرسہ کے لئے ضروری ہے۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہتمم اور ذمہ دار کو انتظام برقرار رکھنے کیلئے اس کی ضرورت ہے تو بطور ضابطہ وقانون اس کو شائع کردے خواہ فارم داخلہ میں درج کردے تاکہ سب اس پر مطلع ہوجائیں۔ جس کا دل چاہے اس کو تسلیم کرکے داخلہ لے، نہ دل چاہے داخلہ نہ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۹۴ھ

کیا دستار بندی ضروری ہے؟

سوال:- ادارہ شریعت کے اندر مولوی اور مولانا اور عہدۂ قضا مسند افتاء پر مفتی باضابطہ

---

[۱]..... لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (كبيرى ص ۴۷۹ باب الامامة، مطبوعه لاهور، طحطاوى على المراقى ص ۲۴۴، فصل فى بيان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، شامى كراچى ص ۵۶۰/۱، باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام)

[۲]..... ولو قضٰى حاجته بلا شرط ولا طمع فأهدى اليه بعد ذٰلک فهو حلال لا بأس به (شامى كراچى ص ۳۶۲ ج۵ كتاب القضاء، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية)

ادارہ تعلیمات اسلامیہ سے ہونا ضروری ہے یا خود ساختہ بن سکتا ہے۔ مروجہ دستار بندی فضیلت ان امورِ شرعیہ میں ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اہلیت وصلاحیت ضروری ہے۔ مروجہ دستار بندی ضروری نہیں۔ نااہل کو عہدہ سپرد کرنا اس منصب کو ذلیل و برباد کرنا ہے جو کہ بروئے حدیث شریف قیامت کی علامت ہے[1]۔ جو شخص خود عہدہ کا طالب وساعی ہو وہ مستحق عہدہ نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۲۶/۹۵ھ

مدرسین کے لئے خاص کھانا

سوال:- مجلس منتظمہ کی اجازت سے اگر مدرسہ کے روپے سے مدرسہ کے طلباء کے لئے عام اور مدرسین کے لئے خاص کھانا پکے تو یہ خاص کھانا مدرسین کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) عام اور خاص کا برتاؤ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

---

[1]..... اذا وسد الأمر الی غیر أھله فانتظر الساعة (بخاری شریف ص ۱/۱۴، کتاب العلم، باب من سئل علماء ھو مشتغل فی حدیثه، مکتبه اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۹ باب اشراط الساعة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

ترجمه:- جب معاملہ نااہل کے سپرد کردیا جائے تو تو قیامت کا انتظار کر۔

[2]..... طالب التولیة لا یولیٰ کمن طلب القضاء لا یقلد فتح (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۲۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب طالب التولیة لا یولی، بحر کوئٹه ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۶/۲۴۰، کتاب الوقف، الفصل الاول، فی المتولی، مطبوعه دارالفکر بیروت)

(۳) کیا اسلام میں اس کی کوئی نظیر یا دلیل موجود ہے؟ اگر ہے تو مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں۔

(۴) کیا ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر بعض لوگ عام اور بعض لوگ خاص کھانا کھا سکتے ہیں؟ کیا حدیث شریف میں عام وخاص کا کوئی ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث پاک میں ہے انزلوا النّاسَ منازلهم جیسا کہ مسلم اور ابوداؤد کی روایت سے جامع[۱] صغیر ص۱۰۸ ج۱ میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر تخصیص وتعمیم کے بے شمار واقعات ظاہر ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک سائل آیا تو اس کو معمولی چیز دے کر چلتا کر دیا۔ ایک مہمان آیا تو اس کو بیٹھا کر اہتمام سے کھانا کھلایا۔[۲] نماز میں بڑے آدمیوں کا صف اول میں کھڑا ہونا اور بچوں کا پیچھے ہونا کتب فقہ میں مذکور ہے[۳]۔ امام کے

---

[۱]...... جامع صغیر، دارالکتب العلمیه ص ۱۰۹ ج ۱، حرف الهمزة، مقدمهٔ مسلم شریف ص ۴/ ۱، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲/۶۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ:- لوگوں کے ساتھ ان کے رتبہ کے مطابق برتاؤ کرو۔

[۲]...... عن میمون بن ابی شبیب ان عائشة مربها سائل فاعطته کسرة ومربها رجل علیه ثیاب وهیأة فاقعدته فاکل فقیل لها فی ذالک فقالت قال رسول الله ﷺ انزلوا الناس منازلهم (ابوداؤد شریف ص ۲/۶۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)

[۳]...... یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثیٰ ثم النساء الخ (الدر مع الشامی زکریا ص ۲/۳۱۳، باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۸۹، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والماموم، مجمع الانهر ص ۱/۱۶۵، کتاب الصلوة، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

قریب اہل علم، اہل عقل کا کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ **لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی**[۱]۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دعوت میں عوام خواص کا فرق کیا کرتے تھے۔ نشست میں بھی نوع طعام میں بھی اور چیزوں میں کافی فرق ہوتا ہے۔ مثلاً مدرس کی تنخواہ زیادہ ہوتی ہے، طالب علم کا وظیفہ کم ہوتا ہے۔ مدرس اچھے کپڑے پہنتا ہے اور طالب علم گھٹیا۔ مدرس کے بیٹھنے کی جگہ نمایاں ہوتی ہے کبھی دری ہوتی ہے کبھی گدا کبھی تکیہ بھی۔ اور طلباء کے واسطے یہ چیزیں نہیں ہوتیں مدرس کا کمرہ مخصوص ہوتا ہے عامۃً وہ تنہا رہتا ہے۔ طلباء ایک کمرے میں کئی کئی رکھے جاتے ہیں۔ غرض تمام ہی چیزوں میں فرق ہوتا ہے اور ان پر اشکال نہیں کیا جاتا، تو کھانے میں ہی اشکال کی کیا وجہ ہے۔ اگر مدرسہ کی طرف سے مدرسین کو کھانا کچھ مخصوص دیا جائے جو کہ جزوِ تنخواہ ہے اور طلباء کو عام کھانا دیا جائے جو کہ کسی تنخواہ کا جزو نہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۱۳۹۹ھ

اسکولوں میں بچوں کیلئے جو دودھ ملتا ہے اس کا پینا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔

(۱) خشک دودھ جو امریکہ سے عطیہ کے طور پر ہندوستان کے بچوں کے لئے بھیجا گیا ہے وہ ہر ریاست میں تقسیم ہو رہا ہے اور ہر ڈبہ کے اوپر سور کا نام اس کا فوٹو ہے تو کیا وہ دودھ مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔

---

[۱]..... مشکوٰۃ شریف، ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

ترجمہ:- تم میں سے عقلمند لوگ میرے قریب رہنے چاہئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں کہ کیا ہے اگر سور کا فوٹو ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ سور کا دودھ ہے تو وہ بالکل حرام اور نجس ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا

سوال:۔ تعلیم کی غرض سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو صبح کے وقت نعت حضور پرنور پڑھوایا جاتا ہے تاکہ بچوں کو شوق ہو اور دوسرے بچے تعلیم کے لئے آئیں یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام مستقل قربت وسعادت ہے[2]۔ بچے اور بڑے سب ہی پڑھا کریں۔ مگر ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک جداگانہ تنہائی میں بیٹھ کر پڑھے۔

---

[1]...... لانه نجس العين بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حيا وميتا (شامی کراچی ص ۲۰۴ ج ۱ كتاب الطهارة، مطلب فی احكام الدباغة، مجمع الانهر ص ۱/۵۱، كتاب الطهارة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هندية كوئٹه ص ۱/۲۴، كتاب الطهارة، الباب الثانی فی المياه، الفصل الثانی فيما لا يجوز به التوضوء)

[2]...... عن انس قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من صلى على الصلوة واحدة صلى الله عشر صلوات وحطت عنه عشر خطيات ورفعت له عشر درجات، وفی رواية عن ابن مسعودؓ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اولى الناس بی يوم القيامة اكثرهم على الصلواة، مشكوة شريف ص ۱/۸۶، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم، قال فی المرقاة (قوله اولى الناس) الى اقربهم (بی) او احقهم بشفاعتی ص ۲/۵، باب الصلوة، على النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

آواز ملا کر جس میں گانے اور قوالی کا طرز پیدا ہوجائے نہ پڑھیں۔نعت کا بھی یہی حال ہے۔ ترانے کے طور پڑھنے سے اس میں لہو ولعب کی شان پیدا ہوجاتی ہے۔اس سے پوری احتیاط چاہئے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دیو بند وجلال آباد کے علماء کا مسلک

سوال:- دیو بند وجلال آباد میں مسلک کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ یہ دونوں ایک ہی ہیں، یا جداگانہ جیسے بریلوی وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء جلال آباد اور علماء دیو بند کے عقائد ومسلک میں کوئی فرق نہیں، یہ سب امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں، ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ایک دوسرے کے مدرسہ کی اعانت کرتے ہیں، یہاں کے طلبہ وہاں، اور وہاں کے طلباء

---

[1]...... قاض عنده جمع عظيم يرفعون أصواتهم بالتسبيح والتهليل جملة لا بأس به والا خفاء أفضل (الى أن قال) وكذا الصلوٰة على النبي ﷺ (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۱۵ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الرابع، تقدم توقير السلف رضى الله عنهم للمساجد، كيف لايكون ذلك وقد كانوا يكرهون رفع الصوت فيه ذكرا كان او غيره، وقد نهى النبي ﷺ عن رفع الصوات بالقراء ة (الى قوله) سئل الامام ابو بكر الطرطوشي، ما يقول فى مذهب الصوفية ...... انه اجتمع جماعة من الرجال يكثرون من ذكر الله وذكر محمد ﷺ ثم انهم يوقعون اشعارا مع الطقطقة بالقضيب على شئ من الاديم ...... فاجاب بقوله مذهب هؤلاء بطالة وجهالة وضلالة الخ، المدخل لابن الحاج ص ۹۸-۱۰۰/۳، فصل فى السماع وكيفيته الخ، مطبوعه مكتبه تجاريه مصر)

یہاں بکثرت پڑھنے کیلئے آتے جاتے رہتے ہیں، بریلوی علماء کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۳ھ

باب نہم: احکام مقابر

پرانے قبرستان کو مسجد بنانا

سوال: ۔ایک جگہ سالم قبروں کو توڑ کر اس جگہ پر مسجد بنائی جاوے کیا قبروں کا توڑنا جائز ہے یا نہیں اور مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں ان قبروں کی جگہ پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان مملوکہ زمین ہے اور اس میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ میت ان میں بالکل مٹی بن گئی تو ان قبروں کو توڑ کر اور زمین ہموار کر دینا اور وہاں مسجد مدرسہ دوکان سب کچھ بنانا درست ہے۔

میت کے مٹی بن جانے کے بعد قبر کے احکام بدل جاتے ہیں، اگر میت مٹی نہیں بنی تو وہاں مسجد وغیرہ بنانا اور قبر کو توڑنا ناجائز ہے ایسی حالت میں قبر کا احترام ضروری ہے، قبر کو سامنے کر کے نماز پڑھنا ناجائز ہے بلکہ اس کے قریب بھی پڑھنے سے احتیاط چاہئے کہ بعض صورتوں میں کراہت زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم[1] "**ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ** اھ[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ص ۲۴۶ ر ج ۱)

اگر قبرستان پرانا اور وقف ہے اور اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے دوسرا قبرستان

---

[1] وتكره الصلاة عليه وإليه لورود النهى، شامى كراچى ص۲۴۵ ج۲ باب صلوة الجنائز، مطلب فى اهداء ثواب القراء ة للنبى صلى الله عليه وسلم، تاتارخانيه كراچى ص۱۸۲ ج۲ الجنائز، التعزية والماتم، حلبى كبير ص۳۶۶ كراهية الصلوة، فروع فى الخلاصة، مطبوعه لاهور.

[2] تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبيل باب الشهيد، مطبوعه ملتان، هنديه كوئٹه ص۱۶۷ ج۱ كتاب الصلوة، الباب الحادى عشر فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن، الدر مع الشامى كراچى ص۲۳۸ ج۲ باب صلاة الجنائز، مطلب فى دفن الميت.

موجود ہے اور اس قبرستان کے بیکار پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر دوسرے لوگ غلط قبضہ کرلیں گے، اور وہاں مسجد بنانا مناسب ہے تو مسلمانوں کے باہم مشورہ سے مسجد بنانا درست ہے۔ کذا فی العینی شرح البخاری[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ ایک گاؤں میں جہاں دوسری قومیں آباد ہیں، مسلمانوں کے چند گھر ہیں، اور گاؤں میں مسجد بنانے کیلئے مسلمانوں کے پاس زمین نہیں ایک مقبرہ ہے جسکی زمین کاغذات میں قبرستان کیلئے درج ہے، اس قبرستان میں ایک اونچی بلند جگہ پر جہاں چند پختہ قبریں پرانی موجود ہیں جوشہیدوارے کے نام سے موجود ہیں، اس کے اردگرد تحقیق سے ثابت ہے کہ کوئی قبر نہیں ہے، قبرستان کی زمین وسیع ہے، جہاں تک حکومت کے کاغذات میں درج ہے، وہاں کے مسلمان متفقہ طور پر چاہتے ہیں کہ قبرستان کی اس جگہ میں جہاں قبریں نہیں ہیں مسجد کا سنگ بنیاد رکھدیا جائے، اور وہ زمین اس خطرے سے بھی محفوظ ہوجائے کہ غیر قومیں اس پر قابض ہوجائیں، جس کا اندیشہ ہے، تو سوال یہ ہے کیا اس مذکورہ قبرستان کی زمین میں مسجد بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں وہاں مسجد بنانا درست ہے بشرط یہ کہ دفن موتیٰ کے لئے اس جگہ کی حاجت نہ ہو اس کا لحاظ بھی ضروری ہے، قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں، بلکہ درمیان میں دیوار

---

[1] قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذلک بأساوذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكهافاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعنا هماعلى هذا واحد (عينى ص ۱۷۹/ ج ۲، الجزء الرابع، مطبوعه دارالفكر، كتاب الصلوٰة ،بيان حكم نبش قبور المشركين)

حائل کردی جائے۔[1] ”لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم ار بذلک بأسا وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحدان یملکها فاذا درست واستغنیٰ عن الدفن فیها جاز صرفها الیٰ المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هماعلیٰ هذا واحداھ عینی “۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پرانے قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ (۱) ایسے مقبروں میں جہاں قبروں کے نشانات نہ معلوم ہوتے ہوں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل بحوالہ کتب تحریر فرماویں؟

(۲) ایک زمین ہے جہاں نہ قبروں کے نشانات ہیں اور نہ موجودہ لوگوں میں سے کسی کو معلوم ہے کہ یہ کسی زمانہ میں مقبرہ تھا لیکن مشتبہ ضرور ہے کہ شاید مقبرہ رہا ہو کیونکہ اس کے کچھ فاصلہ پر مقبرہ یقیناً تھا لیکن وہاں بھی اب مقبروں کے نشانات معلوم نہیں ہوتے تو کیا اس زمین مذکورہ میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبروں میں میت باقی نہیں بلکہ مٹی بن چکی ہے تو اب احکام بدل گئے وہاں زراعت

---

[1] لا تکره الصلوة إلی جهة القبر إلا إذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلوة الخاشعین وقع بصره علیه، طحطاوی علی المراقی ص۲۹۰، فصل فی المکروهات، طبع مصر، شامی کراچی ص۲۴۵ ج۲ باب صلوة الجنائز مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم، حلبی کبیر ص۳۶۶ کراهیة الصلاة، فروع فی الخلاصة، طبع لاهور.

[2] عمدة القاری للعینی،مطبوعه دارالفکر، ص۱۷۹ ج۲ الجزء الرابع، کتاب الصلوٰة، بیان حکم بنش قبور المشرکین.

کرنا تعمیر کرنا سب کچھ درست ہے "جاز زرعه (ای القبر) والبناء علیه اذابلی وصارالمیت تراباً اھ زیلعی[1] جب قبرستان غیرآباد ہوجائے اور وہاں دفن ہونا موقوف ہوجائے تو مسجد بنانا شرعاً درست ہے،" قال ابن قاسمؒ لوان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنیٰ قوم علیها مسجداً لم اربذٰلک بأساً وذٰلک لان المقابروقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هما علی هذا واحد اھ عینی،"[2]

(۲) اگر قرائن ظاہرہ سے اس کا مقبرۂ قدیمہ ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس میں مسجد بنانا شرعاً درست ہے کما مر فی الجواب الاول جب تک اسکے خلاف دلیل قائم نہ ہو "والحکم بالظاهر واجب عندتعذر الوقوف علی الحقیقة اھ مبسوط "[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ کو قبرستان بنانا

سوال:- میری بستی میں ایک عیدگاہ قبرستان کے درمیان بنی ہوئی ہے، پہلے آبادی کم تھی اس لئے تمام لوگ اس میں آجاتے تھے، لیکن اب اس میں گنجائش بالکل نہیں ضرورت ہے کہ عیدگاہ

---

[1] تبیین الحقائق مطبوعه ملتان ،ص ۲۴۶/ج ۱/ باب الجنائز، قبیل باب الشهید، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۸ ج۲ باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

[2] عمدة القاری، ص۱۷۹ ج۲، الجزء الرابع مطبوعه دارالفکر ،کتاب الصلوٰة ،بیان حکم بنش قبورالمشرکین.

[3] مبسوط ،دارالفکر، ص ۱۳۰ ج۱۷ کتاب الدعویٰ ،باب الحمیل والمملوک والکافر.

کو وسیع کیا جائے، لیکن مشکل یہ ہے کہ عیدگاہ کے چاروں طرف قبر ہیں، اس لئے اہلِ بستی چاہتے ہیں کہ اس عیدگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ عیدگاہ بنالی جائے، سوال یہ ہے کہ اس عیدگاہ کا ملبہ دوسری عیدگاہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اب اس عیدگاہ کا موجودہ مصرف کیا ہوگا؟ کیا اس عیدگاہ کو بھی قبرستان ہی بنالیا جائے، اس میں میت کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ وقف ہے، اور نمازِ عید کے لئے وقف ہے، تو اس کو توڑ کر وہاں میت دفن کرنا درست نہیں بلکہ اس کو عیدگاہ ہی رکھا جائے[1] اس کے پاس جو قبرستان ہے، وہ اگر پرانا ہوگیا اور اب وہاں میت دفن نہیں کی جاتی، بلکہ دوسری جگہ دفن کی جاتی ہے، تو عیدگاہ کی توسیع کے لئے اس قبرستان سے جگہ لی جاسکتی ہے، جب کہ قبروں میں میت مٹی بن چکی ہو[2] ورنہ تو یہ بھی درست ہے کہ نمازِ عید کا دوسری جگہ انتظام کرلیا جائے اور دو جگہ نمازِ عید ہوا کرے یا پھر دوسری جگہ عیدگاہ بنائی جائے اور موجودہ عیدگاہ میں نماز پنجگانہ ادا کی جائے۔ الحاصل موجودہ عیدگاہ کو توڑ کر نماز کے علاوہ دوسرے کام میں نہ لا جائے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/ ۹۰ھ

---

[1] شرط الواقف كنص الشارع الدر المختار مع الشامي كراچی ص۴۳۳ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اذا بلى الميت وصار تراباً يجوز زرعه والبناء عليه. شامی كراچی ص:۲۴۵، ج:۲، باب صلوة الجنائز. مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبی ﷺ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۰۵ احكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، عالمگيری كوئٹه ص۱۶۷/۱ الفصل السادس فی القبر والدفن، عمدة القاری ص۱۷۹ ج۲ الجزء الرابع، كتاب الصلاة، بيان حكم نبش القبور، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[3] شرط الواقف كنص الشارع. (در مختار مع الشامی كراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع)

قبرستان میں عیدگاہ بنانا

سوال:- یہاں پر ایک قبرستان ہے، قبرستان جاری ہے، قبرستان کی زمین بہت بڑی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ایک حصہ میں عیدگاہ بنالی جائے، عیدگاہ کے لئے وہ حصہ مختص کیا گیا ہے، جہاں پر ان قبروں کے آثار بہت کم ہیں، کیا اس قبرستان میں عیدگاہ بنانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین قبرستان کے لئے وقف کی گئی ہو، اس میں عیدگاہ بنانے کی اجازت نہیں، خاص کر جب کہ وہ جاری ہو اور وہاں مردے دفن ہوتے ہیں، اس لئے عیدگاہ دوسری جگہ بنائی جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز عید قبرستان میں

سوال:- عیدگاہ کے متصل قبرستان واقع ہے، جب عیدگاہ نمازیوں سے بھر جاتی ہے، تو لوگ قبرستان میں بھی عید کی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، تو ایسی صورت کی وجہ سے قبرستان میں نماز کا کیا حکم ہے؟

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سئل ھو ایضا عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتی ولا العظم ولا غیرہ ھل تجوز زراعتھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرة، المحیط البرھانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات، قاضیخان علی الھندیة کوئٹه ص۳۱۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر.

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازی کے آگے قبریں ہوتو نماز مکروہ تحریمی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کوعیدگاہ میں شامل کرنا

سوال:- موقوفہ قبرستان کو اگر عیدگاہ میں شامل کرلیا جائے، تو ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں جب کہ اس کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دفن کے لئے دوسرا قبرستان موجود ہے، جو قبرستان عیدگاہ کے متصل ہے وہاں دفن کا سلسلہ بند کر کے اس کو عیدگاہ میں شامل کرنے کے لئے وہاں کے لوگ متفق ہوں اور اس میں کوئی فتنہ نہ ہوتو عیدگاہ میں شامل کر لینا درست ہے[2]، قبریں جب اتنی پرانی ہوجائیں، کہ ان میں میت موجود

[1] وتكره الصلاة في المقبرة، وفي القهستاني عن جنائز المضمرات لا تكره الصلاة الى جهة القبر الا اذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين وقع بصره عليه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ۲۹۰/ فصل في المكروهات، مطبوعه مصری، حلبی کبیری، ص۳۶۳/ فصل فی مکروهات الصلاة تحت فروع، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زكريا ج۲ص۴۲، اوقات الصلاة، قبيل مطلب تكره الصلاة في الكنسية، تاتارخانيه ج۲ ص۱۸۲، الجنائز، قبيل فصل في التعزية، مطبوعه كراچی، البحر ص۳۳ج۲، باب ما يفسد الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فينبغي ان تقيد الكراهة بما اذا حاذی المیت، الخ عمدة القاری ص۱۷۳ ج۲، جزء۴، كتاب الصلاة، باب تنبش قبور مشركي الجاهلية، الخ مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم ار بذلک باسا وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنٰى من الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نہ رہے بلکہ مٹی بن جائے تو حکم بدل جاتا ہے، ایسی صورت میں قبروں کو ہموار کر کے وہاں نماز پڑھنا درست ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۸ھ

قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا اور پختہ قبروں کو ہموار کرنا

سوال:- عیدگاہ کے متصل جو زمین ہے وہ کسی زمانہ میں قبرستان تھا اور وہ قبرستان کے نام سے کاغذات میں درج ہے، لیکن عرصہ سے وہاں مردے دفن نہیں ہوتے، البتہ چند پختہ قبریں موجود ہیں، وہ زمین پر پڑی ہوئی ہے، تو اس کو عیدگاہ میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں اور یہ پکی قبریں ہموار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اگر مردے دفن کرنے کے لئے اس زمین کی ضرورت نہیں وہ بیکار پڑی ہے اور عیدگاہ میں داخل کرنے کی ضرورت ہے، قبر جب اتنی پرانی ہوجائے کہ اس میں میت باقی نہ رہے بلکہ مٹی بن چکی ہو تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے، نہ اس کا احترام باقی رہتا ہے، نہ وہاں نماز ممنوع ہوتی ہے، نہ تعمیر اور کھیتی منع رہتی ہے[۲] بلکہ حسب ضرورت ان سب چیزوں کی اجازت ہوجاتی ہے، پختہ قبر بنانا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملکہ لاحد فمعناھما علی ھذا واحد الٰی قولہ أن القبر اذا لم یبق فیہ بقیۃ من المیت ومن ترابہ المختلط بالصدید جازت الصلاۃ فیہ، عمدۃ القاری، ج۲ ص۱۷۹ جز۴، باب ھل تنبش قبور الخ قبیل باب الصلاۃ فی مرابض الغنم، رقم الحدیث ۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل باب الشہید، طبع امدادیہ ملتان، ہندیہ کوئٹہ ص۱۶۷ ج۱ کتاب الصلوۃ، الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۸ ج۲ باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

[۲] لوبلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تو شرعاً درست ہی نہیں[۱]اگر فتنہ کا خوف نہ ہوتو پختہ قبروں کو برابر کیا جائے اور زمین کو عیدگاہ میں شامل کرلیا جائے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/۸۸ھ

قبرستان میں خانقاہ

سوال: - قصبہ شوروم ضلع مظفرنگر میں ایک تکیہ ہے، اس تکیہ میں ایک مزار ہے اور مزار کے چاروں طرف قبرستان ہے، اس قبرستان کے چاروں طرف کوٹ گھرا ہوا ہے، اور اس کے اندر چار دروازے تھے اور کوٹ کی چہار دیواری ٹوٹ گئی ہے، اس وجہ سے بجائے چار دروازے کے اس وقت بہت راستے بن گئے ہیں، ایک فقیر نے اس میں ایک مقبرہ بنالیا تھا اور اس مقبرہ میں بیٹھ کر لوگوں کو سٹہ بتانے لگا اور مقبرے میں سٹّہ کے پیسے کو لگانے لگا، وہ فقیر انتقال کر گیا ہے، اب اس

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، امدادیہ ملتان، هندیه کوئٹه ص ۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۳۸، ج ۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] ولا یربع ولا یجصص ویحرم البناء علیه للزینة ویکره البناء علیه للاحکام بعد الدفن ظاهر اطلاق الکراهة أنها تحریمیة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۰۴ باب احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، شامی زکریا ص ۱۴۴ ج ۳ باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، بحر کوئٹه ص ۱۹۴ ج ۲ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[۲] لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذٰلک بأسا وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لأحد أن یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لأحد فمعناهما علی هذا واحد الٰی قوله أن القبر اذا لم یبق فیه بقیة من المیت ومن ترابه المختلط بالصدید جازت الصلاة فی مرابض الغنم، عمدة القاری ص ۱۷۹ ج ۲ الجزء الرابع، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة، قبیل باب الصلاة فی مرابض الغنم، مطبوعه دارالفکر بیروت،

مقبرے میں گاؤں کے بچے تعلیم پا رہے ہیں، کچھ لوگوں نے زبردستی اس کا تالا توڑ کر اندرونِ مقبرہ دو قبریں منہدم کر کے برابر کر دیا ہے اور اس مقبرہ میں بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا ہے، اس خانقاہ کے نزدیک اس کی دو عمارت بنی ہوئی ہیں، لیکن عمارت پر اس وقت کڑیاں نہیں ہیں، پہلے جو اس مقبرہ کا نگراں تھا، اس نے ان عمارتوں کی کڑیاں اُتار کر جلا لی تھی، اس خانقاہ کے چاروں طرف کچھ درخت بھی موجود ہیں، جو لوگ یہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ مقبرہ کے درختوں کو کاٹ کر ان عمارتوں پر کڑیاں اور کواڑ وغیرہ لگا دیئے جائیں، یا یہ کہ درخت کی لکڑیوں کو فروخت کر کے اس کا روپیہ خانقاہ کے کمزور حصوں پر صَرف کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک طرف سے کوٹ کے ٹوٹ جانے سے کچھ حصہ قریب کے تالاب میں پہنچ گیا ہے ایسا کرنے کے لئے حکم شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ تکیہ قبرستان کے لئے وقف ہے اور وہ خانقاہ بھی اس سے متعلق ہے تو درختوں کو کاٹ کر قیمت کا روپیہ اس عمارت کی مرمت میں صرف کرنا درست ہے[1] وہاں کسی فقیر کا سٹہ کی خبر بتانا یا کسی اور غلط کام میں اس جگہ کا استعمال کرنا درست نہیں[2] اگر اس کے ویران ہونے یا تالاب میں چلے

[1] اذا نبتت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة وانه علی وجهین ایضا ان علم لها غارس فهی للغارس لانها ملكه وان لم یعلم لها غارس فالحكم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارة المقبرة فله ذلک لأنه اذا لم یكن یعلم لها غارس كانت فی حكم الوقف، المحیط البرهانی ص۱۴۷ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار الخ، عالمگیری كوئٹه ص۴۷۳،۴۷۴/۲ كتاب الوقف، مطلب الكلام علی الاشجار فی المقبرة، قاضیخان علی الهندیة كوئٹه ص۳۱۱ ج۳ كتاب الوقف، فصل فی الاشجار.

[2] شرط الواقف كنص الشارع. (در مختار مع الشامی كراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب شرط الواقف كنص الشارع، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمیة بیروت، مقبرة قدیمة لمحلة لم یبق فیها آثار المقبرة هل یباح لاهل المحلة الانتفاع بها قال ابو نصر رحمه اللّٰه تعالیٰ لا یباح، قاضی خان علی الهندیة كوئٹه ص۴۱۳ ج۳ كتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات.

جانے کا اندیشہ ہے اور بچوں کی تعلیم کے ذریعہ تحفظ ہوسکتا ہے، تو بہتر ہے، کہ وہاں بچوں کی تعلیم دی جائے[1] مگر قبروں کی بے حرمتی نہ کریں اس کا خیال رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

بہت قدیم قبرستان کی جگہ مدرسہ اور اس کے نباہ کے لئے دکانیں بنانا

سوال:- نیچ گاؤں میں ایک قبرستان ہے، اس کا استعمال ڈیڑھ سو سال پہلے ہوتا تھا ڈیڑھ سو سال کے بعد سے اب تک اس میں مردوں کو دفنانا چھوڑ دیا۔ اب اس جگہ میں سور اور مرے ہوئے جانور اور زنا کاری اور لوگوں کا بیت الخلاء جانا یہ تمام افعال بد ہورہے ہیں اسلئے وقف بورڈ ضلع کمیٹی مذکورہ قبرستان کی جگہ میں دینی مدرسہ بنانا چاہتی ہے اور اس مدرسہ کے بعد جو جگہ رہیگی اس میں دکانیں بنا کر کرائے پر دینا چاہتی ہے، تاکہ مدرسہ کے مدرسین کو اس کرائے سے تنخواہ وغیرہ

---

[1] لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأسا وذلك لأن المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لاحد فمعناهما على هذا واحد عمدة القارى ص۱۷۹ ج۲ الجزء الرابع، كتاب الصلاة، بيان حكم نبش قبور المشركين، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات الخ.

[2] ان أباحنفية كره وطء القبر والقعود أو النوم أوقضاء الحاجة. (شامى كراچى، ص:۲۴۵، ج:۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فى اهداء ثواب القراء ة للنبى ﷺ تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبيل فصل فى تعزية اهل الميت، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۶ ج۱ الفصل السادس فى القبر والدفن.

دے سکیں، اس مذکورہ قبرستان کی غیر آباد ہونے کی وجہ سے مدرسہ ودکانوں کا بنانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ قبرستان ڈیڑھ سو سال سے غیر آباد ہے، وہاں مردے دفن نہیں ہوتے اور اس کا استعمال غلط ہو رہا ہے، تو باہمی مشورہ سے وہاں دینی مدرسہ بنالینا شرعاً درست ہے جو جگہ زائد بچ جائے وہاں دکانیں بنا کر ان کو مدرسہ کے لئے وقف کر دیا جائے تا کہ مدرسہ کے اخراجات سہولت سے پورے ہو سکیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۱۰/۲۰ھ

پرانے قبرستان میں مکان و بیت الخلاء وغیرہ

سوال:- ایک مکان قبرستان میں بنایا گیا ہے اور قبریں بالکل برابر ہوگئیں ان کا کوئی نشان نہیں رہا ہے، لیکن یہ معلوم ہے کہ یہاں پر قبریں تھیں، تو اس مکان میں بیت الخلاء بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف نہیں بلکہ مملوک ہے اور قبریں اتنی پرانی ہیں کہ میت بالکل مٹی ہو چکی

---

[1] کما یستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذلک بأساً وذلک لان المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لاحد أن یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد أیضا وقف من أوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لاحد فمعناهما علی هذا واحد، عینی شرح بخاری، مطبوعه دارالفکر، ص: ۱۷۹، ج:۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، باب بیان حکم نبش قبور المشرکین، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۹ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ، المحیط البرهانی ص ۱۴۴ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

ہوگی، تو اس کے احکام قبرستان کے نہیں رہے، وہاں مالک کو اور مالک کی اجازت سے دوسروں کو مکان بنانا شرعاً درست ہے اور بیت الخلاء بنانا بھی جائز ہے، جو حکم اور زمین کا ہے وہی حکم اس جگہ کا ہے، احترام میت کا تھا، جب وہ نہیں تو اس جگہ کا کوئی خاص احترام بھی نہیں: **جاز زرعه والبناء عليه اذا صَار ترابًا** (**زيلعي ا هـ درمختار**[1]) اگر وہ قبرستان وقف ہے تو وہاں اپنا مکان بنانا درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

قبرستان کی زمین کا تبادلہ

سوال:- ایک نمبر باغ کا تھا، جس میں ہمارے قدیم قبرستان چلے آرہے ہیں، جس کے ہم مالک ہیں، ان نمبروں میں پرانی قبروں کے نام ونشان نہیں کچھ عرصہ سے باغ کٹوا کر اس نمبر کو کاشتکاری میں لے لیا گیا اور اب بھی عرصہ میں ہمارے زیر کاشت ہے، جہاں پر ہماری تازہ قبریں ہیں، صرف وہ جگہ چھوڑ رکھی ہے، اب ہم اس نمبر کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، (جس میں اب قبریں ہیں، وہ جگہ اب بھی باقی رہے گی) ایسی صورت میں ہم اس جگہ کا تبادلہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔

---

[1] **در مختار مع الشامي كراچي، ص:۲۳۸، ج:۲، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الفصل السادس في القبر والدفن، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبيل فصل في تعزية اهل الميت، مطبوعه امداديه ملتان.**

[2] **شرط الواقف كنص الشارع، در مختار مع الشامي كراچي ص: ۴۳۳، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مقبرة قديمة لمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة هل يباح لاهل المحلة الانتفاع بها قال ابو نصر رحمه الله تعالى لا يباح، قاضي خان على الهندية كوئٹه ص۴۱۳ ج۳ كتاب الوقف، فصل في المقابر والرباطات.**

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ وقف نہیں بلکہ آپ کی ملک ہے، تو شرعاً آپ کے لئے اس کا طریقہ مذکورہ پر تبادلہ درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۸ھ

قبرستان کی زمین کا تبادلہ

سوال: - اگر قبرستان کی جگہ کسی دیگر جگہ میں تجویز کی جائے تو درست ہے یا نہیں، یا پیش امام کے لئے دوسری اراضی تجویز ہو، یہ قبرستان ہی رکھا جائے؟ جو اس میں مناسب و بہتر ہو اُسے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ زمین مردے دفن کرنے کے لئے واقف نے وقف کی ہے، تو امام کو دوسری زمین کاشت کے لئے دی جائے، اگر وہ واقف نے ضروریات مسجد کے لئے وقف کی ہے، تو مردے دفن کرنے کے لئے دوسری زمین تجویز کی جائے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/۵/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۶۱ھ

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (تفسیر بیضاوی مطبوعه دارالفکر ص: ۵۶، ج: ۱)سورة الفاتحة تحت آیت۳.

[۲] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

قبرستان کی آمدنی مسجد میں

سوال:۔ موضع شاہ پور گاؤں میں ہمیشہ سے مسجد کے متعلق ایک ڈھائی بیگہ پختہ رقبہ جس میں سے دس بسوہ خام رقبہ میں مسجد ہے باقی میں کاشت ہوتی ہے، جس کی آمدنی پیش امام کے پاس جاتی ہے، اور ہمیشہ سے تمام موضع کے مردے بھی اسی میں دفن ہوتے ہیں، اور قبریں چھوڑ کر کاشت کرتے ہیں، لہٰذا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ زمین ضرروریات مسجد کے لئے وقف ہے، یا مردے دفن ہونے کے لئے وقف ہے، اول صورت میں ثانی عمل ناجائز ہے، اور ثانی صورت میں اول عمل ناجائز ہے، جس کام کے لئے واقف نے وقف کیا ہے اس میں وہی کام کرنا چاہئے "**لان نص الواقف کنص الشارع**"[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی آمدنی سے مساجد کی مرمت

سوال:۔ ہمارے قصبہ میں قبرستان پرانے بہت ہیں اور حکومت نے بھی ان سے ملحقہ قبرستان کے لئے مزید اراضی دیدی ہے، اگر اس میں کاشت کرا کر اس کی پیداوار بوسیدہ جامع مسجد یا دیگر امور خیر میں خرچ کردیں تو درست ہے یا نہیں؟ اگر مساجد وغیرہ کی مرمت نہ کی گئی تو ان کے گرنے اور خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اکثریت مسلمانوں کی یہاں سے چلی گئی، بہت

---

[۱] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

معمولی تعداد میں باقی رہ گئے ہیں جو اس کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو کیا قبرستان کی پیداوار سے مرمت ہو سکتی ہے اور مساجد محفوظ ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کے لئے وقف شدہ زمین قبرستان ہی کے کام میں استعمال کی جائے[1] اگر وہاں کے قبرستان میں ضرورت نہیں اور ان کی ضرورت کے لئے کافی جگہ موجود ہے اور اس زمین کے خالی رہنے سے اندیشہ ہے کہ دوسرے لوگ اس پر غاصبانہ قبضہ کرلیں گے اور اس قبضہ کو ختم کرانا دشوار ہو جائے گا، جس سے اصل وقف ہی ضائع ہو جائے گا، تو مجبوراً اس میں کاشت کر کے اس کی آمدنی سے مساجد کی مرمت کرنا درست ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۷ھ

قبرستان کے باغ کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک قبرستان ہے اور اس کے اندر باغ ہے اور وہ مصرف خیر میں چلا آرہا ہے، اور پٹاؤ کے کام میں آتا ہے، اور وہ دو آدمیوں کا ہے، تو ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا، اور دوسرے نے اس باغ کی قیمت لی ہے، اور گاؤں والوں نے ادا کی ہے، اور اب گاؤں

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۴۳۳/ج۴/کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هکذا یفهم مما فی العینی "قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجد الم اربذٰلک بأساوذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتا هم لایجوز لاحد یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیهاجاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هما علیٰ هذا واحد (عینی شرح البخاری ص۱۷۹ ج۲، الجزء الرابع، کتاب الصلوٰة، بیان حکم نبش قبور المشرکین، مطبوعه دارالفکر)

والوں نے اس باغ کو کٹوا کر اور دوسرا نیا باغ لگایا ہے، تو وہ بڑے ہوگئے ہیں، اور کچھ درخت پرانے بھی موجود ہیں، جو پٹاؤ سے لکڑیاں بچتی ہیں تو وہ سوختہ پہلے ہی مسجد میں گرم پانی کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں، آیا یہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جو کچھ بھی روپیہ باغ لگانے میں لگا ہے، تو وہ گاؤں والوں نے لگایا ہے، نہ کہ قبرستان کا پیسہ لگا ہے، اب اس کی پیداوار جو ہوگی تو اس کا پیسہ آیا مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں ؟ اسی طرح سے گھاس بکتی ہے ، تو اس کو کہاں خرچ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں وہ سوختہ اس باغ کی آمدنی پھل ہو یا گھاس وغیرہ کی حسب سابق مسجد میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۲ھ

قدیم قبرستان میں بنی ہوئی مسجد بھی شرعی مسجد ہے

سوال:۔ ایک مسجد احاطۂ قبرستان میں عرصہ گیارہ سال سے بنی ہوئی ہے، اور اس مسجد میں برابر نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ ہوتی ہے، تمام اہل محلّہ اس میں نماز پڑھتے رہتے ہیں، بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ مسجد قبروں پر بنی ہوئی ہے، اور لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس احاطہ میں قبروں کے نشانات موجود تھے، اور دیکھنے والوں کو بخوبی یاد ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ نشانات کہاں کہاں تھے، تمام نشانات عرصہ دراز سے موجود تھے، مگر اب عرصہ گیارہ سال سے یہ نشانات مسجد میں شامل ہو چکے ہیں، اس لئے بعض افراد کو نماز کے بارے میں

[1] سئل نجم الدين في مقبرة فيها اشجار هل يجوز صرفها الى عمارة المسجد قا ل نعم ان لم تكن وقفاعلى وجه اخر (عالم گیری کوئٹه ،ص ٤٧٦/ج٢/ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، محيط برهانى ص ١٤٩ ج ٩ كتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون، طبع مجلس علمى گجرات.

E:\F.M.Fainal\Jild-23\Ahkame Maqabir

شک گزرتا ہے، کہ یہاں نماز ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ اس مسجد کو مسجد ضرار کہنا کیسا ہے؟ اگر اس مسجد میں نماز ناجائز قرار دی جائے تو ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جنہوں نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور جن لوگوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حمایت کی یا مسجد تعمیر کرنے والے شخص پر زور دیا اور تمام اخراجات برداشت کئے آیا وہ شخص مسجد کے مخالفین سے اخراجات کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ ان کی نماز کے خراب ہونے کا کون شخص ذمہ دار ہے؟ بہرصورت اب یہ سوال ہے کہ اس مسجد کو آباد کیا جائے، یا چھوڑ دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مردے دفن کرنے کے لئے وقف کی جائے، وہاں مسجد بنانا منشاء واقف کے خلاف ہے،[1] اس لئے منع ہے، ایسی جگہ نماز پڑھنا منع ہے جہاں سامنے قبریں ہوں[2] لیکن اگر قبرستان پرانا ہوجائے کہ اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے اور پرانی قبریں وہاں موجود ہیں، مگر زمانۂ دراز گزرنے کی وجہ سے اب ان میں میت موجود نہیں، بلکہ مٹی بن چکی ہے، تو حسب ضرورت وہاں مسجد بنانا شرعاً درست ہے، قبر میں جب میت مٹی بنجائے تو اسکا حکم بھی بدل جاتا ہے، اسی وجہ سے وہاں دوسرا مردہ بھی دفن کرنا درست ہوتا ہے، اگر ذاتی زمین ہوتو وہاں کھیتی کرنا اور مکان بنانا بھی درست

---

[1] شرط الوقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به الدر المختار علی الشامی زکریا ص۶۴۹ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وعن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها مشکوٰة شریف ص۱۴۸ باب دفن المیت، الفصل الاول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص۳۱۲ ج۱ کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة الیها، مطبوعه رشیدیه دهلی، مسند احمد ص۱۳۵ ج۴ حدیث ابی مرثد الغنوی، مطبوعه دار الفکر بیروت، حلبی کبیر ص۳۶۶ کراهیة الصلاة، فروع فی الخلاصة، مطبوعه لاهور، المحیط البرهانی ص۵۰۴ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی المسجد، مطبوعه ڈابهیل، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۹۰ فصل فی المکروهات.

ہے، غرض قبر کا حکم باقی نہیں رہتا، ایسی مسجد کو شرعی مسجد کہا جاتا ہے، وہاں نماز پڑھنا درست ہوتا ہے، اس کو مسجد ضرار نہیں کہا جاتا اس میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ لازم نہیں ہوتا۔

”فان قلت هل يجوز ان تبنى المسجد على قبور المسلمين قلت قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذا در ست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعناهما علىٰ هذاواحداھ عمدة القارى[1] شرح البخارى، ص ۳۵۹/ ج ۲/ كماجاز زرعه والبناء عليه اذا صارتراباً وكذا يجوز دفن غيره عليه اھ درمختار[2]، ردالمحتار ص ۶۰۲/ ج ۱/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی آمدنی مدرسہ وعیدگاہ میں خرچ کرنا

سوال:- قبرستان کی رقم مدرسہ میں لگائی جاسکتی ہے، یانہیں؟ اوراگر لگائی جاسکتی ہے تو کون

---

[1] عمدة القارى شرح البخارى، مطبوعه دارالفكر ص ۱۷۹/ ج ۲/ كتاب الصلوٰة، بيان حكم نبش قبور المشركين، المحيط البرهانى ص ۱۴۴ ج ۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات، مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۹ ج ۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات والمقابر.

[2] درمختار مع ردالمحتار کراچی، ص ۲۳۸/ ج ۲/ باب الجنائز، مطلب فى دفن الميت، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۶۷ ج ۱ كتاب الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۹۵ ج ۲ كتاب الجنائز، قبيل باب الشهيد.

کون سے کام میں؟ خصوصاً مدرسہ کے مکان یا مدرسین کی تنخواہوں میں لگایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

۲- کیا قبرستان کی آمدنی سے عیدگاہ بنا سکتے ہیں؟ نیز قبرستان کی آمدنی کس مصرف میں آسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱،۲- موقوفہ قبرستان کی آمدنی کو کسی اور کام (مدرسہ وعیدگاہ) میں صرف کرنا درست نہیں: لِاَنَّ شرطَ الواقف کنصِّ الشارع. (کذا فی رد المحتار[1]) ہاں اگر قبرستان میں کوئی ضرورت نہ ہو مثلاً حفاظت کے لئے چہار دیواری کی ضرورت نہ ہو، آدمی رکھنے کی ضرورت نہ ہو، وغیرہ وغیرہ تو پھر باہمی مشورہ سے مدرسہ وعیدگاہ میں جہاں ضرورت ہو تعمیر، تنخواہ، وظیفہ، خرید کتب وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں[2] تاکہ آمدنی کی رقم ضائع نہ ہو اور اس پر کسی کی ملک نہ ہو اور غاصبانہ قبضہ نہ ہو جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

قبرستان میں مدرسہ بنانا

سوال:- ایک گاؤں کڑکنڈلہ ہے، اس کی مسلم آبادی دوسو ہے، دو قبرستان ہیں، جو تقریباً پچاس سال کی مدت کے لئے کافی ہو سکتے ہیں، اس گاؤں کے قبرستان میں ایک مسجد تعمیر ہورہی ہے، جس میں چالیس سال سے نماز پڑھی جارہی ہے، مسجد کے متصل دوسو پچاس

---

[1] الدرعلی الرد کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

[2] سئل نحم الدین فی مقبرة فیها اشجارهل یجوز صرفها الی عمارة المسجد قال: نعم ان لم تکن وقفاً علی وجه اٰخر، الهندیه کوئٹه ۴/۴۷۶، الباب الثانی عشر من کتاب الوقف، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل.

مربع گز زمین خالی ہے، اب اس زمین پر پختہ عمارت مدرسہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ جگہ آبادی کی تمام مسلمانوں کے مکانات سے قریب تر ہے، تو اس جگہ مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے دینی مدرسہ کی تعلیم درست ہے[1] اگر قبرستان وقف ہے، تو منشاءِ واقف ہی میں اس کو استعمال کیا جائے[2] لیکن اگر وقف ہونے کے باوجود وہ جگہ ضرورت سے زائد ہے اور بیکار رہنے سے اندیشہ ہے کہ کوئی اس پر غلط تصرف کرے جس سے وقف ہی ضائع ہوجائے تو دینی مدرسہ کی تعمیر کرنا بھی درست ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص۷/۱، سورۂ فاتحه آیت:۳، مطبوعه رشیدیه دهلی،

[2] شرط الواقف کنص الشارع. (درمختار مع الشامی کراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] مستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین، عفت فبنی قوم علیها مسجدا لم أر بذلک بأساً وذلک لان المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لاحد أن یملکها فاذا درست واستغنیٰ عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد أیضا وقف من أو قاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هما علی هذا واحد. (عمدة القاری، مطبوعه دارالفکر ص:۱۷۹، ج:۲، الجزء الرابع کتاب الصلاة، بیان حکم نبش قبور المشرکین، المحیط البرهانی ص۱۴۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۹ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات.

قبرستان میں مدرسہ بنانا

سوال:- ہم نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا ہے، جس کے اندر قرآن کریم، نماز، مسائل، دینی تعلیم وغیرہ دی جاتی ہیں، اس جگہ میں پہلے آٹھ دس قبریں بھی تھیں، قبریں مسمار ہونے پر لوگ رہنے لگے، اسکے بعد اس جگہ میں تعزیوں کا امام باڑہ بنالیا، جس میں ابھی ایک قبر کا نشان باقی ہے، ہم نے اس میں دینی تعلیم کا مدرسہ قائم کرلیا ہے، کچھ دیواریں بھی بنالی ہیں، اسکے قبل تکیہ دار بھی مویشی بکری وغیرہ رکھتا تھا، آپ فرمائیں کہ اس جگہ پر دینی مدرسہ رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟ جو جگہ تکیہ کے نام سے کبھی مشہور تھی، آج امام باڑہ کے نام سے مشہور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہیکہ وہ جگہ قبروں کے لئے تھی، اور مدت دراز سے وہاں کسی کو دفن نہیں کیا گیا، پرانی قبریں ختم ہوجانے پر لوگ وہاں رہنے سگے، پھر وہاں امام باڑہ تعزیوں کیلئے بنالیا گیا، کیونکہ وہ جگہ لاوارث اور وقف ہے یعنی اس کا کوئی مالک ہی نہیں، جو چاہتا ہے قبضہ کرلیتا ہے، ایسی جگہ اگر دینی تعلیم کیلئے مدرسہ بنالیا جائے تو درست ہے، مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کریں کہ فساد برپا ہو، بلکہ حسن تدبیر سے کام کیا جائے ایسی جگہ دینی کام کیلئے ہونا درست ہے، بجائے اس سے کہ وہاں اپنا کوئی ذاتی مکان بنائے یا غلط کام کیلئے اس کو استعمال کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

---

[1] مستفاد : لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم ....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-23\Ahkame Maqabir

قبرستان میں دینی مدرسہ بنانا

سوال:- شہر کے درمیان مسجد ہے اس کے احاطہ میں قبرستان ہے، لوگ اس میں دینی مدرسہ کیلئے عمارت بنانا چاہتے ہیں، کتنی مدت گذر جانے کے بعد عمارت بنائی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان اس لئے وقف ہوتا ہے کہ اس میں مردے دفن کئے جائیں، اس کے علاہو کسی اور کام میں اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں[۲] البتہ یہ قبرستان اتنا پرانا ہوگیا کہ اب میت مٹی بن چکی ہوگی، اور جدید مردے دفن نہیں کئے جاتے، اس کے لئے دوسرا قبرستان موجود ہے، اس کے خالی رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر لوگ غاصبانہ قبضہ کرلیں گے، تو ایسی حالت میں وہاں دینی مدرسہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)...... علیها مسجداً لم أر بذلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی السجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لاحد فمعنا هما علی هٰذا واحد، عینی شرح بخاری، مطبوعه دارالفکر، ص:۱۷۹، ج:۲، کتاب الصلوٰة ، بیان حکم نبش قبور المشرکین ، المحیط البرهانی ص۱۴۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۹ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۲ شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ج:۴، ص:۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سئل هو ایضا عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی ولا العظم ولا غیره هل تجوز زراعتها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة المحیط البرهانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات، قاضیخاں علی الهندیه کوئٹه ص۱۳۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات.

تعمیر کرلیا جائے[۱]، یا کوئی اور عمارت بنا کر اس کو کرایہ پر اٹھایا جائے، اور کرایہ دوسرے قبرستان کی ضروریات میں صرف کیا جائے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی زمین میں مدرسہ

سوال:- قدیم قبرستان جہاں قبروں کے نشانات چندجگہ پر موجود ہیں اور ایک حصہ میں تدفین بھی جاری ہے، لیکن اہل ہنود اس قبرستان میں شراب وغیرہ کی دوکانیں ودیگر قسم کی شئ کے ذریعہ قابض ہوتے چلے جارہے ہیں، جس کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جگہ بھی محفوظ ہوجائے گی اور قبضہ بھی ہٹ جائے گا، مدرسہ کی تعمیر کروائی جائے، جس میں بچہ بچیاں دینی ماحول سے آشنا ہوتے رہیں، جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ نیچے دوکانیں اور اوپر مدرسہ تاکہ مدرسہ اپنے ہی پیروں پر کھڑا ہوجائے، ان مسلمانوں کی تمنا کے بارے میں شرعی حکم مطلوب ہے، نیز یہ قبرستان حدود میونسپلٹی میں واقع ہے، اور جہاں تدفین جاری ہے، اس جگہ کے متعلق بھی کوئی حکم شرعی صورت ہے، کہ مدرسہ قائم ہوسکے مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

---

[۱] مستفاد لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذلک بأساً، عينى شرح بخارى شريف، ج:۲ ص:۱۷۹، الجزء الرابع، مطبوعه دارالفكر ، كتاب الصلوٰة ، بيان حكم نبش قبور المشركين، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۱۳ج۳ فصل فى المقابر والرباطات، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۶۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات.

[۲] ولو كانت الارض متصلة بيوت المصر يرغب الناس فى استئجار بيوتها ويكون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا ويؤاجرها قاضى خان على الهندية كوئٹه ص ۳۰۰ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، المحيط البرهانى ص ۲۴ ج ۹ الفصل السابع فى تصرف القيم فى الاوقاف، مطبوعه ڈابھیل، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۱۴ ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ قبرستان حدود میونسپلٹی میں ہے، تو اس میں دفن کرنا قانوناً بھی ممنوع ہوگا، اور جو قبریں وہاں ہیں، وہ اتنی پرانی ہیں، کہ ان میں اب میت باقی نہیں مٹی بن چکی ہے، ایسی حالت میں وہاں دینی مدرسہ باہمی مشورہ سے قائم کرلینا درست ہے، اور مدرسہ کے مصارف کے لئے اگر نیچے دوکانیں بنادی جائیں اوپر مدرسہ ہے تو بھی درست ہے، نہ یہ زمین کسی کی ملک ہوگی نہ دوکانیں اور مدرسہ کسی کی ملک نہ ہوگا، بلکہ مسلمانوں کے نفع کے لئے وقف کی یہ صورت ہوگی[1] جس حصہ میں زمین میں تدفین کی اجازت ہے، اس میں حسب ضرورت تدفین کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور قبضۂ اغیار سے تحفظ کیلئے اس کا احاطہ بنادیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۱۴۰۰ھ

قبرستان میں دکانیں بنانا

سوال:- بابوگڈھ چھاؤنی کا قبرستان ہے، اس میں کتے پھرتے رہتے ہیں، اس میں

[1] یستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذلک بأساً وذلک لان المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لاحد أن یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد أیضا وقف من أوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لاحد فمعناهما علی هذا واحد، عمدة القاری، مطبوعه دارالفکر ص: ۱۷۹، ج:۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، بیان حکم نبش قبور المشرکین، المحیط البرهانی ص ۱۴۴ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۹ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات.

[2] شرط الواقف کنص الشارع. در مختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج ۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج ۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

دکانیں بنانا کیسا ہے؟ چمار لوگ گندے پھرتے رہتے ہیں اور ناپاکی ڈال دیتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف ہے تو واقف نے مردے دفن کرنے کے لئے وقف کیا ہے، دکانیں بنا کر آمدنی حاصل کرنے کے لئے وقف نہیں کیا اس لئے اس کی اجازت نہیں[1]۔ اس کی چہار دیواری بنادی جائے اور ایک دروازہ آنے جانے کے لئے بنادیا جائے تاکہ اس میں غلط کام نہ کئے جاسکیں کسی نگراں کو وہاں رکھ دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۲۶/ ۹۴ھ

پرانے قبرستان میں دوکانیں بنوانا

سوال:- آراضی منسلکہ گورستان ایسی واقع ہے کہ جس میں غالباً کبھی قبر وغیرہ نہیں ملی اور وہ قطعی اور عام راستہ پر واقع ہے اگر اس آراضی میں دوکانیں بنوا کر کرایہ پر دیدی جائیں تو کوئی شرعی نقص واقع نہیں ہوگا اس سے قبل اسی ذیل دوکانیں بنی ہوئی بھی ہیں۔ اس کی آمدنی بھی گورستان کے صرفہ میں اسی طرح آئے گی جیسا کہ پہلی دوکانوں کی آرہی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان میں وسعت کافی ہے اور یہ قطعہ منسلکہ مصالح قبرستان کے لئے وقف ہے اور اس

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج ۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

میں دوکانیں بنوانے سے تدفین میں کوئی تنگی نہیں ہوگی تو دوکانیں بنوانا درست ہے[1] پھر ان دوکانوں کی آمدنی قبرستان ہی کی مصالح میں صرف کی جائے[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶؍۴؍ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶؍۴؍ ۸۹ھ

پرانے قبرستان میں کرایہ کے لئے دوکانیں بنانا

سوال:۔ ایک مسجد کے روبرو قبرستان ہے جس کے دونوں جانب شاہراہ ہے، اہل مسجد یہ چاہتے ہیں کہ اس شاہراہ کے دونوں جانب کمرے تعمیر کرا کرا جارے پر دیدیا جائے، جس کا کرایہ مسجد کی ضروریات، تنخواہ امام مؤذن، بجلی وغیرہ یا تعمیر مسجد پر خرچ ہوتا رہے، اس تعمیر کے اندر چند بوسیدہ قبریں بھی آجائیں گی، یہ تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا کرایہ مندرجہ بالا ضرورت پر خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] مستفاد: أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها ثم ان واحداً من أهل القرية بنىٰ فيها بناء لوضع اللبن والآلات القبر وأجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضاء أهل القرية أورضا بعضهم بذلک قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلک المكان فلا بأس به. (عالم گیری، کوئٹہ ص:۴۶۷، ج:۲، كتاب الوقف الباب الثانى عشر، قاضيخان على الهندية کوئٹہ ص۳۱۳ ج۳ كتاب الوقف، فصل فى المقابر والرباطات، المحيط البرهانى ص۱۴۳ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات الخ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] اعلم أن البناء فى أرض الوقف تفصيل فان كان البانى المتولى عليه فان كان بمال الوقف فهو وقف سواء بناه للوقف أولنفسه أواطلق وان من ماله للوقف أو اطلق فهو وقف (الى قوله) وان لم يكن متوليا فان بنى باذن المتولى ليرجع فهو وقف والا فان بنى للوقف فوقف (شامی کراچی ص: ۴۵۵، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فى حكم بناء المتولى وغيره فى الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۴۱۵ ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ مسجد کی ہے، اور قبریں اتنی پرانی ہیں کہ میت ان میں باقی نہیں بلکہ مٹی بن چکی ہے، تو باہمی مشورہ سے وہاں دوکانیں تعمیر کراکر کرایہ پر دینا اور وہ کرایہ ضروریاتِ مسجد، تعمیر، تنخواہ امام مؤذن میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1]، جب قبر پرانی ہوجائے، اور میت مٹی بن جائے، تو قبر کا حکم باقی نہیں رہتا "**لان المیت اذابلی وصار تراباً جاز زرعه والبناء علیه کذافی الدرالمختار[2] والزیلعی[3]**"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں مکان بنا کر رہنا اور نماز پڑھنا

سوال:- زید احاطۂ قبرستان میں گھر بنا کر مستقل طور پر رات دن وہیں پر رہنا چاہتا ہے، تو قبرستان کے احاطہ میں مکان بنا کر مستقل طور پر رہنا جائز ہے، یا نہیں؟ گھر میں مستقل رہنے پر فرض نماز یا سنت نوافل وغیرہ نماز پڑھ سکتا ہے، یا نہیں جب کہ جہاں پر گھر بنانے کا خیال ہے، وہاں قبر نہیں ہے؟

---

[1] والذی یبدأ به من ارتفاع عمارته شرط الواقف اولا ثم ما هو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الی قدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۳ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۳۶۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۶۶،۳۶۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۲۳۸/ج۲/ باب صلوٰة الجنائز ،مطلب فی دفن المیت .

[3] زیلعی ،مطبوعه مکتبه امدادیه ملتان ، ص۲۴۶/ج۲/ باب الجنائز، قبیل باب الشهید، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۵ ج۲ قبیل باب الشهید، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ کتاب الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان کی حفاظت مقصود ہوتو سب کے مشورہ سے وہاں معمولی مکان بنا کر آدمی کو رکھا جاسکتا ہے، اور وہ مکان قبرستان ہی کا رہے گا[1] اس مکان میں نماز پڑھنا درست ہوگا جبکہ وہاں قبریں موجود نہیں، قبر سامنے ہوتو نماز پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ کبیری[2] میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/ ۹۶ھ

قبرستان میں میت لے جانے کیلئے راستہ بنانا

سوال:- (۱) قبرستان کی زمین جہاں مکرر سہ مکرر قبر ہوچکی ہیں اس وقت اگر چہ اکثر قبر بظاہر صورت نظر نہیں آتیں، البتہ جابجا خلا نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے خصوصاً بارش کے زمانہ میں میت لے جانے والے کو سخت تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، ان باتوں کے مدِّ نظر زید کا خیال ہے کہ احتیاطی صورت اختیار کرتے ہوئے قبرستان کے درمیان خام راستہ بنادیا جائے تاکہ میت کے لے جانے میں سہولت ہوجائے۔

---

[1] أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها ثم ان واحداً من أهل القرية بنىٰ فيها بناء لوضع اللبن والآلات القبر واجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضاء اهل القرية أورضا بعضهم بذلک قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلک المكان فلا بأس به. (الهنديه بلوچستان، كوئٹه ص: ۴۶۷، ج:۲، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۱۳ج۳ كتاب الوقف، فصل فى المقابر والرباطات، المحيط البرهانى ص۱۴۳ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] وتكره الصلاة أيضا فى معاطن الابل وفى المزبلة وفى الحمام وفى المقبرة الى قوله ويكره ان تكون قبلة المسجد الى المخرج او الى الحمام او الى قبر وفى الخلاصة هذا اذا لم يكن بين يدى المصلى وبين هذه المواضع حائل كالحائط وان كان حائط لايكره، (حلبى كبير مطبوعه سيهل اكيڈمى پاكستان ص۳۶۳، ۳۶۶ كتاب الصلاة، كراهية الصلاة، طحطاوى على المراقى مصرى ص۲۹۰ فصل فى المكروهات، تاتارخانيه كراچى ص۱/۵۷۰ الفصل الرابع فى بيان ما يكره للمصلى ومما يتصل بهٰذا الفصل.

(۲) قبرستان کی زمین کا وہ حصہ جس کے متعلق شہادت سے علم ہو کہ یہاں کافی عرصہ قبل میت دفن کی جاچکی ہیں، اب وہ حصہ ندی قریب ہونے کے باعث اور بارش وغیرہ کی وجہ سے نہایت خستہ صورت اختیار کر گیا۔ حتی کہ قد آدم کے برابر خلا پیدا ہو گیا ایسی شکل میں قبر کا کسی طرح کا نشان کیوں کر باقی رہ سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ حصہ کو درست اور ہموار کر کے اس زمین میں کاشت کرنا اور اس کی آمدنی کو قبرستان کے مصارف میں لانا کیسا ہے؟

(۳) قبرستان کی زمین کا کچھ حصہ مدتوں سے ٹیلہ کے مانند اونچا ہے زمین کی قلت کے باعث اس جگہ میت دفن ہوتی رہی ہے، زید کا خیال ہے کہ مذکورہ ٹیلہ کی مٹی لے کر نشیب والی زمین ہموار کر دی جائے تا کہ زمین کی وسعت ہو اور سہولت حاصل ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر قبرستان کے اندر میت کو لے جانے کا کوئی راستہ نہیں سب طرف قبریں ہیں یا غار ہیں، تو جہاں ظن غالب ہو کہ اس جگہ زمین کے نیچے قبر میں میت باقی نہیں رہی بلکہ مٹی بن چکی ہے تو وہاں کو خام راستہ بنا دیا جائے تا کہ میت کو لے جانے اور دفن کرنے میں سہولت ہو سکے پھر جب وہاں دفن کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہاں دفن کرنا شروع کر دیں اور دوسری جانب راستہ بنا دیں[۱]

(۲) اگر اس جگہ اب میت دفن کرنا دشوار ہو گیا وہاں قبر نہیں بن سکتی، وہاں کاشت کر کے قبرستان کے کام میں اس کی آمدنی کو خرچ کرنا درست ہے، جب میت مٹی بن جائے تو قبر کے احکام بدل جاتے ہیں (کذا فی در المختار[۲]) یہ اجازت اس وقت ہے کہ قبرستان پر کسی کے غاصبانہ

---

[۱] قلت: وتقدم أنه اذا بلى الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه ومقتضاه جواز المشى فوقه. (شامى كراچى ص: ۲۴۵، ج:۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فى اهداء ثواب القراءة للنبى ﷺ، عالمگیری کوئٹه ص۱٦۷ ج ۱ الفصل السادس فى القبر والدفن، تبيين الحقائق ص۲۴٦ ج ۱ باب الجنائز، قبيل فصل فى تعزية اهل الميت، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصار ترابا. (بقیه اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)

قبضہ کا ظن غالب ہو ورنہ نہیں۔

(۳) اگر وہاں قبروں میں میت موجود نہیں تو وہاں کی مٹی لے کر قبروں کی سہولت کے لئے زمین ہموار کرنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/ ۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/ ۸۶ھ

قبرستان میں دینی مدرسہ قائم کرنا قبور پرانے ہونے سے حکم بدل جاتا ہے

سوال:- قصبہ پلکھوہ میں ایک قبرستان ہے، جو بالکل آبادی میں واقع ہے، ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک اس قبرستان میں مقامی میونسپل بورڈ کی مزاحمت کرنے کی بنا پر مردوں کا دفن ہونا بند ہو گیا تھا، اس وقت کا چیرمین ان قبرستان کے وسط میں کو سڑک نکال کر قبرستان سے متصل مل میونسپل بورڈ کے خرچے سے لے جانا چاہتا تھا، مسلمانوں نے اس سڑک کو بذریعہ عدالت روکا جو کہ سڑک مذکور آج تک نہیں بن سکی بعد میں میونسپل بورڈ میں دوسرا چیرمین منتخب ہوا، اس نے ان قبرستان میں دوبارہ دفن کرنے کی اجازت دیدی آج تک اس قبرستان میں مردے دفن ہو رہے ہیں، چند غیر مسلموں نے اس قبرستان پر راستے کے نام سے عدالت غازی آباد میں دعویٰ دائر کر رکھا ہے، چونکہ یہ قبرستان مسلمانوں کے خریدے ہوئے نہیں ہیں، اس وقت قصبہ کے زمیندار۔ ایس ایم جیکشن نے جو انگریز تھا، اس سرزمین میں مسلمانوں کو مردے دفن کرنے کی اجازت دیدی تھی، مگر کسی سرکاری کاغذات میں قبرستان اندراج نہیں ہوا، اب خدشہ یہ ہے کہ کہیں یہ تمام قبرستان مسلمانوں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (در مختار مع الشامی کراچی ص: ۲۳۸، ج: ۲) باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۰۵ احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها.

(صفحہ ہٰذا) [1] حوالۂ بالا۔

کے ہاتھ سے نہ نکل جائے، اور غیر مسلم ان قبرستانوں پر قابض نہ ہوجائیں، حالانکہ مقامی مسلمان جوغریب مزدور ہیں بہت روک تھام کر رہے ہیں، اور مسلمانوں نے دوڑ دھوپ کر کے کاغذات پٹوریان میں ۱۹۶۴ء میں اس جگہ پر قبرستان ہونا درج کرایا ہے، اب کہا جاتا ہے، کہ قبرستان آبادی میں آنے کی بنا پر حکومت اس قبرستان میں قانوناً مردے دفن ہونے نہیں دے گی۔

۱- کیا ان قبرستان میں عربی کا مدرسہ قائم ہوسکتا ہے، جس میں قرآن شریف حافظ ناظرہ تفسیر علم فقہ نحو وصرف وغیرہ کے لئے تعلیم گاہ کا اہتمام ہو کیونکہ پوری تحصیل غازی آباد میں عربی کا مدرسہ نہیں ہے۔

۲- کیا اس قبرستان کی چہار دیواری میں اور مدرسہ عربی کی تعمیر میں قیمت چرم قربانی فطرہ صدقات زکوٰۃ کا پیسہ لگ سکتا ہے، یا نہیں؟

۳- اس قبرستان میں مدرسہ عربی قائم ہونے کے بعد قیمت چرم قربانی سے دوسرا قبرستان خرید سکتے ہیں، یا نہیں کیونکہ مقامی مسلمانوں کی مالی حالت کمزور ہے۔

۴- علاوہ ازیں اگر دینی مدرسہ نہیں ہوسکتا مقامی مسلمانوں کی اپنی غربت اور کمزوری کی بنا پر تو اس قبرستان کا کیا ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان موقوفہ کے ضائع ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو اور کوئی صورت تحفظ کی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہاں دینی مدرسہ قائم کرنا درست ہے، جس میں قرآن کریم، ناظرہ، حفظ، فقہ حدیث تفسیر کی تعلیم دی جائے[1] مگر اس کا خیال رہے کہ قبور پر تعمیر نہ ہو نہ ان پر چلت پھرت ہو بلکہ وہ محفوظ

[1] کمایستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأسا وذلك لان المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد. (عمدة القاری، مطبوعه دارالفکر، ص: ۱۷۹، ج:۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، باب بيان حكم نبش قبور المشركين، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۹ ج ۲ کتاب الوقف، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

رہیں، ہاں جو قبور اتنی پرانی ہوگئی ہوں کہ ان میں میت مٹی بن چکی ہو ان کا حکم بدل کر عام زمین کا حکم ہوگا، وہاں تعمیر وغیرہ کی اجازت ہے[۱]

۲- چرم قربانی اگر مہتمم اور متولی کو تملیکاً دیدیں وہ اپنی طرف سے فروخت کر کے قیمت تعمیر میں لگائے تو درست ہے، قیمت چرم صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے مستحق غریب کو دینا ضروری ہے، پھر وہ مالک وقابض ہو کر بغیر کسی دباؤ کے تعمیر کے لئے دیدے تو تعمیر میں خرچ کرنا درست ہوگا[۲]

۳- اس کا جواب نمبر۲ کے مطابق ہے، جو اوپر تحریر کیا گیا ہے۔

۴- مدرسہ دینی قائم کیا جاسکتا ہے[۳] جیسا کہ نمبر۱ میں مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۶/۱۲/۱۳ھ

جو زمین بچوں کی قبر کے لئے ہے اس کو فروخت کرنا

سوال:- اگر کسی بستی میں بڑوں کے لئے قبرستان علیحدہ ہوں اور بچوں کے لئے علیحدہ، مگر

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ، المحیط البرهانی ص۱۴۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ان أباحنيفةؒ كره وطء القبر والقعود أو النوم أوقضاء الحاجة عليه (الى قوله) اذا بلى الميت وصار ترابا يجوز زرعه والبناء عليه. (شامی، کوئٹه، ص: ۶۶۷، ج: ۱، باب صلاة الجنائز، مطلب فی اهداء ثواب القراءة للنبی ﷺ، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۶، ۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن.

[۲] مصرف الزكاة هو فقير ومسكين. در مختار على الشامى كوئٹه، ص: ۶۴، ج:۲، ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لايصرف الى بناء مسجد. (در مختار على الشامى كوئٹه ص: ۶۷، ج:۲، كتاب الزكاة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۴، ۳۲۸ ج۱ باب فى بيان احكام المصارف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۷، ۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف.

[۳] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ[۱]۔

چونکہ بچوں کے قبرستان میں کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے اور لوگ وہاں مکان بنانا چاہتے ہیں، ان سے اگر اس قبرستان کی جگہ کی قیمت لے لی جائے تو وہ کس جگہ صرف کرنی چاہئے قبرستان میں عیدگاہ بھی ہے، کچھ ٹوٹ پھوٹ واقع ہورہی ہے، اگر جائز ہو تو کیا وہ روپیہ اس میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین قبرستان کے لئے وقف ہو خواہ بچوں کے دفن کے لئے یا بڑوں کے دفن کے لئے، وہاں ذاتی مکان بنانا شرعاً جائز نہیں[1] کوڑا کرکٹ بھی وہاں نہ ڈالا جائے، البتہ اگر وہ زمین وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو مالک کو اس کا فروخت کرنا شرعاً درست ہے، پھر قیمت اپنے کام میں لائے یا عیدگاہ وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے، اسے سب طرح اجازت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۳/ ۹۴ھ

قبرستان میں کھیتی کرنا

سوال:- یہاں کے زمین دار قبرستانوں کو بیل سے جتوا کر کاشت کاری کرتے ہیں، بعض قبرستان پر قبریں موجود ہیں، ان پر ہل چلاتے ہیں، کیا شرعاً یہ جائز ہے، جن کا قبرستان ہے وہ مانع

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، وسئل هو ایضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة، المحیط البرهانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۱۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی، مطبوعه دارالفکر، ص: ۵۶، ج: ۱)سورة الفاتحه، آیت ۳.

ہوتے ہیں کہ ہمارا قدیم قبرستان ہے، زمیندار کہتے ہیں کہ ہمارے نام کی زمین ہے، مگر قبریں پرانی بنی ہوئی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ میت بالکل مٹی بن چکی ہے، تو اس زمین میں ہل چلانا اور کاشت کرنا سب درست ہے: **ولما بلی المیت وصارتراباً جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه** اھ (بحر[1] ص:۱۹۵، ج:۲) اگر زمینداروں کی ملک نہیں، بلکہ دوسروں کی ملک ہے، تو ایسی حالت میں زمیندار غاصب اور گنہ گار ہوں گے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۶/۵/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ......صحیح: عبد اللطیف ۹/ ۲، ۵۷ھ

قبرستانِ موقوفہ میں کاشت

سوال: - ایک قبرستان بہت ہی وسیع ہے، اس کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے، جو عرصہ دراز سے یوں ہی پڑا ہوا ہے، فی الحال اس میں کوئی قبر نہیں ہے، اور نہ بالیقین کہا جا سکتا ہے، کہ کسی زمانہ میں اس حصہ میں مردے دفن کئے گئے یا نہیں؟ اس سال زبردست سیلاب آ کر قبرستان کو کمر بھر اونچا کیچڑ سے کر دیا، جس کو ہماری اصطلاح میں اچانک پڑنا کہتے ہیں، قبر کا نام و نشان نہیں ہے، ایک شخص نے اس حصہ پر اپنی دیدہٗ و دانستہ دھان کی تخم ریزی کر دی، ہاں اگر غلطی سے دو چار قدم قبر والی زمین

---

[1] بحر، مکتبه ماجدیه، کوئٹه. ص: ۱۹۵، ج: ۱، کتاب الجنائز، قبیل باب الشهید، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لا یجوز التصرف فی مال غیر بلا اذنه ولا ولایته. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۲۰۰، ج: ۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

میں بھی بیج پڑ گیا ہوتو نہیں کہا جا سکتا، دھان ماشاء اللہ بہت اچھا ہوا، اور اسی حصہ میں فصل ربیع بھی بلا جوتے لگا رکھا ہے، تو اب قابلِ سوال مسئلہ یہ ہے کہ اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے، اور اس زمین سے پیداوار کو کس مصرف میں صرف کیا جائے اگر کسی مدرسہ میں دیدیا جائے یا ازخود طلبہ پر خرچ کیا جائے تو کیا درست نہیں ہے؟ نیز قبرستان کیا قابلِ کاشت ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے وقف ہو اس میں کاشت کرنا جائز نہیں، خواہ بالفعل اس میں قبریں موجود ہوں، یا نہ ہوں: **لِاَنَّ شرطَ الواقف کنصِّ الشارع. کذا فی رد المحتار**[۱] اب جو دھان اس میں پیدا ہوا بہتر یہ ہے کہ اس کو غرباء، طلباء پر صدقہ کیا جائے، بیواؤں، یتیموں کو دیدیا جائے، خواہ مدرسہ کے مہتمم کو دیدے کہ وہ نادار طلبہ کے کپڑے کھانے پر صرف کردے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۱/۱/۹۲ھ

قبرستان کے درختوں کا مصرف

سوال:- ایک احاطہ قبرستان جس کے درمیان میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی گئی ہے، قبرستان بہت پرانا ہے، جس کے چاروں طرف انگریزوں کی ملکیت ہے، اس کا کوئی ایک مالک

۱؎ در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج: ۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

۲؎ پہلے مصالح قبرستان میں صرف کیا جائے اگر اس سے بچ جائے تو پھر سوال میں مذکور افراد پر صرف کیا جائے۔
و واذا استغنی ھٰذا المسجد یصرف فقراء المسلمین فیجوز ذلک لان جنس ھٰذہ القربۃ مما لا ینقطع قاضیخاں علی الھندیۃ کوئٹہ ص۲۲۸ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی الفاظ الوقف، المحیط البرھانی ص۱۳۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعہ ڈابھیل.

ہے اور وہ بھی اپنی ملکیت کی زمین فروخت کر چکا ہے، اگر قبرستان کے درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لائے جائیں اور مسجد کے مصارف چندہ سے پورے ہوتے ہیں، تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے اور کیا یہ درخت مسجد میں لگ سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف ہے (جیسا کہ عرف ہے) تو کسی شخص کو درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں بلکہ مصارف وقف پر صرف کرنا واجب ہے اور سبز درخت کا کاٹنا قبرستان سے ناجائز ہے البتہ سوکھا درخت کاٹ کر مصارف وقف پر صرف کر دیا جائے[1] اگر واقف نے مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، تو وہاں بھی خرچ کرنا درست ہے، جو شخص اپنی ملکیت فروخت کر چکا ہے، اس کو کسی حال میں بھی کاٹنا اور اپنے کام میں لانا جائز نہیں، اس کے علاوہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں بلکہ ملک ہے تو مالک کو سوکھا درخت کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز ہے۔[2] سُئل **نجم الدین فی مقبرة فیها اشجار هل یجوز صرفها الیٰ عمارة المسجد قال نعم ان لم یکن وقف علیٰ وجه اٰخر قیل له فان تداعت حیطان المقبرة الیٰ الخراب یصرف الیها او الیٰ**

---

[1] وکره قلع الحشیش الرطب وکذا الشجرة من المقبرة ولا بأس بقلع الیابس منهما ای الحشیش والشجر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۶۱۵ قبیل باب احکام الشهید، البحر الرائق کوئٹه ص۶۹۱ ج۲ قبیل باب الشهید، شامی زکریا ص۱۵۵ ج۳ باب صلاة الجنازة، حطب نبت فی المقبرة ثمنه یصرف فی مصالح المقبرة، تاتارخانیه کراچی ص۱۷۳ ج۲ نوع آخر فی القبر والدفن.

[2] مقبرة وفیها اشجار فهٰذه المسئلة علی وجهین احدهما ان تکون الاشجار ثابتة قبل اتخاذ الارض مقبرة وانه علی وجهین ان کانت الارض مملوکة لها مالک فالاشجار باصلها علی ملک رب الارض یصنع بالاشجار واصلها ما شاء والوجه الثانی اذا نبتت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة وانه علی وجهین ایضا ان علم لها غارس فهی للغارس لانها ملکه وان لم یعلم لها غارس فالحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارة المقبرة فله ذلک، المحیط البرهانی ص۱۴۷ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابھیل.

المسجد قال الٰی ماهی وقف علیه ان عرف وان لم یکن للمسجد متولی ولا للمقبر فلیس للعامة التصرف فیها بدون اذن القاضی[۱] اهـ (عالمگیری، ص: ۲۴۴، ج ۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۶/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/ ۵۷ھ

قبرستان کے پھل کا حکم

سوال:- قبرستان کے اندر پھل کے درخت ہیں مثلاً آم، امرود، پیپل، انار وغیرہ، ان کو ہم کھا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اُن کے پھل توڑ کر اس کا پیسہ ہم اپنے اوپر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف ہے، تو اس پھل کو فروخت کر کے قبرستان کی ضروریات میں قیمت صرف کریں، خود استعمال نہ کریں، نہ پھل نہ اس کی قیمت[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری کوئٹه، ص: ۴۷۶، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، مطلب الکلام علی الاشجار فی المقبرة، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، مسجد فیه شجرة تفاح یباح للقوم ان یفطروا بهٰذا التفاح قال الصدر الشهید، والمختار انه لا یباح لانه صار للمسجد فلا یصرف الا الی المسجد، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۷ ج ۲ کتاب الوقف، مطلب الکلام علی الاشجار فی المقبرة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۱۰ ج ۳، کتاب الوقف، فصل فی الاشجار.

مشتبہ قبرستان کی زمین کوخریدنا اوراس پر مکان بنانا

سوال:-مسجد کے قریب ایک زمین ہے، جس کے متعلق تحریر نہیں، مگر شہرت اس طرح کی ہے کہ ایک مسلم خاندان کا گورستان تھا، جس میں مدت ہوئی مردوں کے دفن کرنے کی سرکاری حکم سے ممانعت کردی گئی، چند قبور پختہ اس میں اب بھی موجود ہیں اور بوڑھے مسلمان کہتے ہیں کہ یہ مسجد بھی بعد میں گورستان ہی کی زمین میں تعمیر ہوئی بلکہ صحن مسجد میں قبریں بنی ہوئی ۲۵-۳۰ برس ہوئے کہ اس وقت دیکھی ہیں جواب بے نشاں ہوگئیں، نہ معلوم ابتداء میں کیا صورت ہوئی زید مسلمان کا اس پر قبضہ ہوا اوراسی نے مسجد وکنواں وغسل خانہ اورمکتب کے لئے ایک کمرہ اس میں بنوایا زید مقروض ہوکر وفات پا گیا اور ہندو دائن نے ڈگری جاری کرا کے مجبور کیا کہ وہ نیلام ہو، ورثۂ زید نے اپنے طور پر سارا قطعہ جس میں یہ مشتبہ گورستان بھی شامل تھا، نیلام کردیا، اورایک ہندو نے اس کوخرید کر قبضہ کرلیا اورنمودار قبروں کی وجہ سے ہندو اس پر تعمیر کرنے سے خائف رہا اورایک مسلمان کے ہاتھ وہ سارا قطعہ بیچ دیا، جس میں قبریں تھیں، اس خریدار نے اس کے ٹکڑے کرکے دوسرے لوگوں کے ہاتھ فروخت کردیئے، اوراس میں مکانات تعمیر ہوگئے، ایک مختصر قطعہ مسجد کے متصل باقی ہے، جس میں اندیشہ ہے کہ کسی ہندو نے خرید لیا تو فتنہ ہوا کرے گا، مسجد میں اتنی وسعت نہیں کہ خرید سکے پس آیا کوئی گنجائش ہے کہ کوئی مسلمان اس کوخرید کر مکان مسکونہ بنالے اورموجودہ پختہ قبر بحالہ محفوظ رکھے اوراس مسجد کا کیا حکم ہے، آیا اس میں نماز صحیح ومستحب ہوگی اورحکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں اورجن مسلمانوں نے اس کوخرید کر تعمیر کیا ہے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

عادت عامہ کے موافق قبور زمین وقف ہی میں بنائی جاتی ہیں خواہ وہ وقف عام ہو جیسے گورغریباں یا وقف خاص ہو جیسے کوئی مخصوص خاندان اپنی قبور کے لئے کوئی قطعہ زمین وقف

کردے گو کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے لہٰذا اس قطعہ ارض کو وقف ہی کہا جائے۔ **لان الحکم بالظاھر واجب عند تعذر الوقوف علی الحقیقة** اھ (مبسوط[1] ص:۱۳۰، ج:۱۷) اور وہ مسجد بھی جب کہ ایک مسلمان کی بنائی ہوئی ہے بظاہر شرعی مسجد ہے، **لان حمل فعل المسلم علی الصحة والحل واجب ما امکن الا ان تقوم البینة** (مبسوط سرخسی ص[2]:۴۷ج:۱۷) مگر دلیل قطعی نہ اس مسجد کے وقف ہونے پر ہے اور نہ مسجد کے شرعی مسجد ہونے پر کیونکہ نہ کوئی شہادت ہے، نہ وقف نامہ وغیرہ تاہم مسجد کا مسجد ہونا اقویٰ ہے کیونکہ اس کے خلاف کا احتمال بہت ہی مرجوح ہے اور اس زمین کا وقف ہونا اتنا قوی نہیں نیز مفاد مسجد کے خلاف فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لئے **من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما**[3] گنجائش ہے، کہ کوئی مسلمان اس قطعہ کو خرید کر مکان وغیرہ بنالے اور مفاد مسجد کے خلاف فتنہ سے امن ہوجائے خصوصاً جب کہ دوسرے قطعات میں تصرف بھی ہو چکا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۱/ ۵۴ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ محرم الحرام ۵۴ھ

قدیم غیر مستعمل قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ایک ایسی زمین ہے جس میں کافی قبریں ہیں، جس میں چند ایسی قبریں ہیں جو کہ بالکل ہموار ہوگئی ہیں، اور کچھ ایسی قبریں ہیں، جو کہ ابھی صحیح وسالم ہیں، تو ایسی جگہ پرانی قبروں کو ہموار کرکے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر مسجد بنالی تو اس میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

[1] مبسوط ص۱۳۰ ج۹ الجزء السابع، مطبوعه دارالفکر، باب الحمیل والمملوک والکافر، کتاب الدعویٰ.

[2] مبسوط ص۶۲ ج۹ الجزء السابع عشر، دارالفکر بیروت. کتاب الدعوی، قبیل باب الدعوی فی النتاج.

[3] الاشباه والنظائر ص۱۴۵، تحت القاعدة الخامسة، الضرر یزال، مطبوعه مکتبه دارالعلوم دیوبند، القواعد الفقهیة المحمودة ص۷۳ اذا تعارض مفسدتان روعی الخ، مطبوعه مکتبه المظاهر سیلم، قواعد الفقه ص۵۶ القواعد الفقهیة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان پرانا ہوجائے کہ میت مٹی بن چکی ہو اور اب وہاں دفن کرنا بند کردیا گیا ہو، اور قبرستان بند ہونے کی وجہ سے نیز خالی پڑا رہنے سے اندیشہ ہو کہ اس پر کوئی غاصبانہ قبضہ کرلے گا تو پرانی قبروں کو ہموار کرکے وہاں مسجد بنانے کی اجازت ہے، باہمی مشورہ سے کام کیا جائے تو انشاء اللہ فتنہ نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲۱/ ۹۵ھ

قبرستان کی خالی زمین جوت کر اس کی آمدنی مسجد میں

سوال:۔ چند آدمیوں نے مل کر کچھ زمین قبرستان کے نام دیدی، اب اس زمین کے کچھ حصہ میں تو قبریں ہیں، اور کچھ حصہ خالی ہے، تو جو حصہ خالی ہے اس کو جوت کر اس کی پیداوار مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ جنہوں نے زمین قبرستان کے نام دی ہے، اس پر راضی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کے لئے زمین دیتے وقت اگر یہ کہہ دیتے کہ اس کی خالی زمین کی پیداوار مسجد میں دی جائے تب تو اجازت ہوجاتی ہے، مگر اس وقت انہوں نے ایسا نہیں کیا، اب اجازت نہیں، بلکہ اس کی پیداوار قبرستان ہی پر صرف کی جائے[2] لیکن اگر وہاں ضرورت نہیں اور کوئی

---

[1] لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذٰلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد أن يملكها فاذادرست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاًوقف من اوقاف المسلمين لايجوزتملكه لاحد فمعنا هما علیٰ هذا واحد، عمدة القارى ،مطبوعه دارالفكر،ص ۱۷۹ ج۲، الجزء الرابع كتاب الصلوٰة، بيان حكم نبش قبور المشركين، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۵ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، عالمگیری كوئٹه ص ۴۶۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات والمقابر.

[2] سئل نجم الدين فى مقبرة فيها اشجار هل يجوز صرفها الى عمارة المسجد، قال نعم ان لم تكن وقفا على وجه آخر قيل له فان تداعت حيطان المقبرة الى الخراب يصرف اليها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان بھی حاجتمند نہیں، اور آمدنی کے روپے کا تحفظ دشوار ہے تو پھر سب کے مشورہ سے آمدنی مسجد میں صرف کر سکتے ہیں[1]، اس کا بھی لحاظ رہے کہ اس خالی جگہ میں کھیتی کرنے سے کہیں دوسروں کے قبضہ میں آکر وقف ہی ختم نہ ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

قبرستان میں ایک چبوترہ ہے اس میں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں مسجد تعمیر کرنا

سوال:- ایک آراضی جس کا رقبہ تقریباً ۱۲/ بیگہ کا ہے اس آراضی کے ایک حصہ میں مالکانہ قبضہ رہتے ہوئے اپنے مردے دفن کرتے چلے آرہے ہیں اور کافی معتد بہ حصہ آراضی مذکورہ کا نمبر اس نمبر مزروعہ آراضی میں مدت سے ایک مسجد بشکل چبوترہ بنی ہوئی ہے، مالکان نے کچھ اجازت دی جس میں مسلمان نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ جگہ وقف قبرستان نہیں ہے، اور اس میں چبوترہ نماز کے لئے موجود ہے، اور مالکان کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) او الی المسجد قال الی ما وقف علیه ان عرف المحیط البرهانی ص۱۴۹ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۶ ج۲ کتاب الوقف، المسائل التی تعود الی الاشجار التی فی المقبرة، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۲۶۱ ج۶ کتاب الوقف، نوع فی وقف المنقول.

[1] مستفاد : سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس هل للقاضی ان یصرف الی مسجد آخر او حوض آخر قال نعم عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی، المحیط البرهانی ص۱۵۱ ج۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۳ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

اجازت ہے تو اس کو مسجد کی شکل دے کر تعمیر کرنا شرعاً درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نمازعید اس محراب میں کہ کچھ قبریں سامنے ہوں

سوال:-ایک قبرستان ہے اس کے پورب جانب ایک پتلا راستہ ہے جس پر بمشکل بیل آ اور جاسکتی ہے اب اس سڑک سے متصل نماز پنجگانہ یا عیدین کی نمازیں اداء کی جاسکتی ہیں، یا نہیں واضح ہو کہ راستہ اس قدر تنگ ہے کہ حالت قیام اور خشوع میں قبریں نظر آتی ہیں، نیز قبرستان کا کچھ حصہ راستہ میں بھی پڑتا ہے، جس میں پرانی قبریں ہیں، ایسی صورت میں کیا یہ پتلی سڑک حد فاصل بن سکتی ہے، اور بلا کسی آڑ کے نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، اگر پردہ ضروری ہے تو کتنا ہونا چاہئے، اور کہاں تک ہونا چاہئے۔ ساتھ ہی ساتھ قبرستان کی دوسری سمت کافی اور وافی جگہ موجود ہے، جہاں نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں، اس جگہ بلا کراہت نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر راستہ میں کچھ حصہ قبرستان کا بھی آ گیا ہے، جس میں پرانی قبریں ہیں، جن کے اب نشانات بھی ظاہر نہیں اور وہ راستہ تنگ ہونے کے باوجود ایسا ہے، کہ اس میں کو بیل گاڑی آ اور جا سکتی ہیں، تو اس سڑک کے متصل نماز پنجگانہ وعیدین ادا کرنا اس طرح کہ نمازی اور قبرستان کے درمیان سڑک حائل رہے درست ہے[2] حالت خشوع یہ ہے کہ نظر سجدہ گاہ پر رہے، پھر راستہ میں

---

[1] فلو جعل وسط داره مسجدا وأذن للناس فی الدخول والصلاة فیه ان شرط معه الطریق صار مسجداً فی قولهم. (عالم گیری، مطبوعه بلوچستان کوئٹه ص: ۴۵۴، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، سکب الانهر علی مجمع الأنهر ص ۵۹۵ ج ۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۹ ج ۵ کتاب الوقف، فصل. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دوسری جانب کی قبریں کس طرح نظر آئیں گی، جب تک قصداً نظر سجدہ گاہ سے ہٹا کر قبور کی طرف نہ دیکھے اور یہ خلاف خشوع ہے[1]۔

اگر کسی دوسری سمت میں ایسی جگہ ہو کہ وہاں قبریں نہ ہوں نہ نظر آئیں، تو وہاں نماز پڑھنا زیادہ اطمینان وسکون سے ہوگا، اور کوئی تشویش نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۶/ ۹۴ھ

قبرستان کے باغ کی آمدنی سے امام ومدرس کی تنخواہ

سوال:- ایک شخص نے مدرسہ اور مسجد میں امامت کی، مسجد اور مدرسہ کے منتظمین نے تنخواہ ماہانہ قبرستان کے فنڈ سے دی۔ یہ باغ اس نیت سے لگایا گیا قبرستان میں کہ اس کی آمدنی سے مدرسہ اور مسجد کا خرچ چل سکے، ایک صاحب نے فتویٰ منگایا۔ فتویٰ میں جواب یہ آیا کہ قبرستان کی آمدنی قبرستان ہی میں صرف کی جائے گی اس کے علاوہ مدارس ومسجد میں صرف کرنے کا کوئی مجاز نہیں ہے اور وہ شخص جس نے فتویٰ منگایا تھا امامِ مسجد سے بتایا کہ ڈیڑھ ماہ سے جتنی نمازیں میں

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] قال محمد رحمه الله تعالىٰ أكره أن تكون قبلة المسجد الى المخرج والحمام والقبور (الى قوله) وهذا كله اذا لم يكن بين المصلى وبين هذه المواضع حائط أوسترة أما اذا كان لا يكره ويصير الحائط فاصلا (الهندية، مطبوعه بلوچستان كوئٹه، ص: ۳۲۰، ج:۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى اداب المسجد، حلبى كبير ص۳۶۶ كراهية الصلاة، فروع فى الخلاصة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، المحيط البرهانى ص۵ ج۸ كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى المسجد والقبلة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل)

(صفحہ ہذا) [1] وآدابها (الصلاة) نظر الىٰ موضع سجوده حال القيام (عالمگيرى بلوچستان كوئٹه، ص: ۷۲، ج:۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الثالث فى سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۲۲۴ فصل فى آدابها، البحر الرائق كوئٹه ص۳۰۴ ج۱ قبيل فصل واذا اراد الدخول فى الصلاة.

نے تمہارے پیچھے پڑھی ہیں، وہ بس میں نے لوٹائیں، اس کا کہنا ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اوران صفوں پر نماز بھی نہیں ہوتی جو کہ اس پیسے سے خریدی گئی ہوں، ان حالات میں امام مذکور نے امامت اور مدرسی سے علیحدگی اختیار کرلی، کچھ اشخاص نے یہ کہا کہ آپ اس پیسے کو کسی سے بدل لیں وہاں کے لوگوں کی اکثریت نیز منتظمین امام مذکور کو رکھنا چاہتے ہیں، مدلل ومفصل جواب درکار ہے، ایسی جگہ ملازمت درست ہے یا نہیں اور ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ کی وجہ سے مسجد یا مدرسہ سے علیحدگی کی کوئی ضرورت نہیں، تنخواہ کے متعلق معاملہ کرلیا جائے کہ اس فنڈ سے تنخواہ نہیں دیں گے،[1] جو نمازیں پڑھی جاچکی ہیں ان کے لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں، جو صفیں اس فنڈ سے خریدی گئی ہیں ان کی قیمت اس فنڈ میں جمع کردی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/ ۹۵ھ

مزار اور قبرستان کے لئے صندوق لگانا آمدنی کے واسطے

سوال:-(۱) قبرستان اور مزار شریف کے لئے جو روپے گرتے ہیں ان روپوں کو جمع کرنے کے لئے بکس لگانے کا حقدار ''انجمن خادم الاسلام'' ہوسکتا ہے، یا مرحوم موصوف کا ناتی؟

(۲) قرآن مجید سورۃ النساء کے آٹھویں رکوع میں: **"ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا"** سبب نزول میں جو کلید عثمان بن ابی طلحہ کے بارے میں روایت میں وارد ہوا

---

[1] لایجوز صرف وقف مسجد خربَ الی حوض وعکسه. (شامی کراچی، ص: ۳۵۹، ج:۴، شامی نعمانیه ص: ۳۷۱، ج:۳، مطلب لوخرب المسجد، کتاب الوقف، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل.

ہے، اس کلیہ کے حکم پر بکس مذکور کی چابی کا حکم قیاس کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱-مزار کیلئے خادم کو حق ہے، قبرستان کیلئے اس کو حق ہے، جو اس کی حفاظت ونگرانی کرے[۱]۔

۲-حکم اوپر مذکور ہے، قیاس کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فقیر نگراں کا قبرستان کی زمین فروخت کرنا

سوال:- ہمارے بزرگوں کا قدیم قبرستان ہے اور اس میں شبراتی فقیر کو بطور نگراں رکھ دیا تھا، اس نے اس کی زمین ایک دوسرے شخص کو فروخت کردی ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ فقیر محض نگراں کی حیثیت سے رہتا تھا مالک نہیں تھا تو اس کا اس زمین کو مالک بن کر فروخت کرنا جائز نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

---

[۱] ان ما يجعله الواقف للمتولى ليس له حد معين وانما هو على ما تعارفه الناس من الجعل عند عقدة الواقف ليقوم بمصالحه من عمارة واستغلال وبيع غلات وصرف ما اجتمع عنده فيما شرطه الواقف ولا يكلف من العمل بنفسه الا مثل يفعله امثاله ولا ينبغى ان يقصر عنه البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۳، ۲۴۴ ج۵ كتاب الوقف.

[۲] لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه و ولايته. (در مختار مع الشامى كراچى، ص: ۲۰۰، ج: ٦، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه مكتبه اشاعت الاسلام دهلى، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان کی حفاظت کرنے والوں کے لئے وہاں کی لکڑی کا استعمال

سوال:-قبرستان کی حفاظت کرنے والے شخص کا قبرستان کی زمین سے سبزی وغیرہ بوکر آمدنی اپنے صرف میں لانا کیسا ہے، جب کہ اس کی تنخواہ مقرر نہیں ہے، اور یہی طے پایا تھا کہ قبرستان کے درختوں کی پرورش کرو اور کچھ سبزی وغیرہ بوکر اپنی گذر اوقات کرلیا کرو۔ نیز قبرستان کے درختوں کی لکڑی قبر میں میت کے اوپر رکھنا کیسا ہے؟ اور وہ لکڑی حجرہ یا مسجد کے باہر غسل خانہ وغیرہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

قبرستان کی حفاظت کرنے والے کا اس طرح سبزی وغیرہ سے منتفع ہونا درست ہے، قبرستان کے درختوں کی لکڑی حسب ضرورت قبروں میں استعمال کرنا درست ہے[1] مسجد یا مسجد کے حجرہ و غسل خانہ میں بلا قیمت لگانا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲۷/ ۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قواعد الفقهية، مطبوعه اشرفی دیوبند، واذا صح الوقف خرج عن ملک الواقف لم یجز بیعه ولا تملیکه هو باجماع الفقهاء، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] کمایستفاد: ویبدأ من غلته بعمارته (الی قوله) کذالک الی اٰخر المصالح فیقدم أولاً العمارة الضروریة ثم الاهم فالاهم من المصالح والشعائر بقدر ما یقوم به الحال. (در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۶۶ تا۴/۳۶۸، کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۳ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۳۶۸ ج۲ کتاب الوقف، الفصل الاول فیما یکون مصرفا للوقف،

قبرستان کی لکڑی کا مصرف

سوال: -قبرستان کی لکڑی فروخت کر کے مدرسہ یا مسجد میں عمارت کے کام میں لگانا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کی لکڑی بیچ کر اس کا روپیہ قبرستان کی حفاظت چہار دیواری وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ اگر وہاں صرف کرنے کی جگہ نہ ہو نہ آئندہ ضرورت کا گمان غالب ہو اور وہ روپیہ محفوظ ہونے کی کوئی صورت نہ ہو بلکہ ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو باہم مشورہ کر کے مدرسہ دینیہ یا مسجد کے مصرف میں صرف کرنا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۱۷/۸/۸۸ھ

قبرستان کی گھاس

سوال: - ہمارے یہاں قبرستان میں گھاس اگتی ہے، اس میں جانور گائے، بیل، بھینس، چرنے کیلئے چھوڑنا اور اس سے آمدنی حاصل کرنا اور مسجد پر صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو گھاس خودرو ہو اس کو بغیر کاٹے ہوئے فروخت کرنا مثلاً اس طرح کی گائے وغیرہ کو وہاں

---

[1] کما یستفاد وان غرس للمسجد لا یجوز صرفها الا الی المصالح المسجد الا هم فا لا هم کسائر الاوقاف الخ. (البحر الرائق ص:۲۰۵، ج:۲، مطبوعه ماجدیه کوئٹه. کتاب الوقف، سئل نجم الدین عن اشجار فی مقبرة هل یجوز صرفها الی عمارة المسجد قال نعم ان لم یکن علی وجه آخر، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۶ ج ۲ کتاب الوقف، المسائل التی تعود الی الاشجار.

چھوڑ دیا جائے کہ وہ خود ہی چرلیں اور اس کا معاوضہ لے لیا جائے، یہ معاملہ شرعاً درست نہیں[۱]، احتراماً قبور کے بھی خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا

سوال:- قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا کیسا ہے؟ اگر بنا لیا گیا تو مسرفین اور مبذرین میں داخل ہوگا یا نہیں؟ بنانے والا بدعتی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جانوروں سے حفاظت مقصود ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ بغیر احاطہ کے اس کی زمین دوسروں کے قبضہ میں چلی جاوے گی، تو اس کی چہار دیواری بنالینا درست بلکہ بہتر ہے[۲]، یہ اسراف اور تبذیر نہیں ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] وفسد بيع المراعى اى الكلأ واجارتها اما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث الناس شركاء فى ثلاث فى الماء والكلأ والنار وأما بطلان اجار تها فلا نها على استهلاک عين وهذا اذا نبت بنفسه الخ. (درمختار على الشامى زكريا ص:۲۵۷، ج:۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فى العقود، البحر الرائق كوئٹه ص۷۷ج۶ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۸۳ج۳، باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ارض لاهل قرية جعلوها مقبرة واقبروها فيها ثم ان واحداً من اهل القرية بنى فيها بناء لوضع اللبن وآلات القبر واجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا اهل القرية او رضا بعضهم بذلک قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلک المكان فلا بأس به، عالمگيرى كوئٹه ص۴۷۶ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات والمقابر، فتاوى قاضيخاں على الهندية كوئٹه ص۳۱۳ج۳ كتاب الوقف، فصل فى المقابر والرباطات، المحيط البرهانى ص۱۴۳ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات.

[۳] الاسراف: صرف الشئ فيما ينبغي زائداً على ما ينبغي بخلاف التبذير فانه صرف الشئ فيما لا ينبغي. (كتاب التعريفات، ص: ۲۰، باب الالف)

قبرستان کی چہار دیواری سنیما کی آمدنی سے

سوال:- یہاں پر قدیم قبرستان ہے جس کی چہار دیواری نہیں کی گئی، اب اس کی صورت یہی ہے کہ کسی طرح اس کی چہار دیواری کرائی جائے، چندہ کی تحریک کی جا چکی ہے، مگر مسلمانوں کی بدحالی کی وجہ سے چندہ اکٹھا نہیں ہو رہا ہے، اور خرچ کا تخمینہ بہت زیادہ ہے، ایسی صورت میں اگر دو چار شو سنیما کے کرا کر اس کی آمدنی سے چہار دیواری کرادی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر کوئی دوسری صورت ہو تو اس سے بھی آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً

اس مقصد کے لئے سنیما کرانے اور اس سے رقم حاصل کرنے کی اجازت نہیں، معصیت ہے[1] اگر قبرستان کے چہار طرف دوکانیں تعمیر کر کے ان کو کرایہ پر اٹھا دیا جائے اور کرایہ سے قبرستان کے مصارف پورے کئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، جب کہ ان تعمیرات سے قبرستان میں تنگی واقع نہ ہو[2] تعمیر کے لئے رقوم قرض میں لی جائیں، ایسے آدمی آج کل بسہولت مل جائیں گے جو پیشگی رقم دیدیں، اور دوکان اس کو

[1] امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا قال ان كان على شرط رده على أصحابه ان عرفهم . لانه اذا كان الأخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الأخذ معصية والسبيل في المعاصي ردها. (عالمگیری، طبوعه بلوچستان، کوئٹه، ص: ۳۴۹، ج:۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، المحيط البرهاني ص۶۳ ج۸ كتاب الكراهية، الفصل الرابع في الكسب، مطبوعه المجلس العلمي ڈابھیل.

[2] ولو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس في استئجار بيوتها ويكون غلة ذلك فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم ان يبني فيها بيوتا ويؤاجرها، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۰۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل دار مسجداً، عالمگیری کوئٹه ص۴۱۴ ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم، المحيط البرهاني ص۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل السابع في تصرف القيم، مطبوعه المجلس العلمي ڈابھیل.

دیدی جائے اور پیشگی دی ہوئی رقم کرایہ میں محسوب ہوتی رہے، ایک کمیٹی بنالی جائے اور سب کام باہمی مشورہ واتفاق سے کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۹۱ھ

جو قبریں راستہ میں ہوں ان کو وہاں سے ہٹانا

سوال:- یہاں کارپوریشن کے ذمہ دار حضرات کا کہنا ہے کہ راستے میں جتنے مزارات آتے ہیں اس کو ہم کرین سے اُٹھا کر دوسری جگہ دفن کردیں گے، پورے احترام کے ساتھ تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ بعض علماء مزارات توڑنا یا ہٹانا اپنے نزدیک مداخلت فی الدین سمجھتے ہیں، جب کہ پونا کارپوریشن کے ذمہ داروں کا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی باعزت سمجھوتہ ہوجائے تو بہتر ہے۔لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ فوراً جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ قبریں اگر وقف زمین میں ہیں تو اس زمین کو منشاءِ واقف کے خلاف دوسرے کام میں استعمال کرنا درست نہیں، لِاَنَّ شرط الواقف کنص الشارع[1] الخ اگر مملوک زمین میں ہیں اور اتنی پرانی ہیں کہ اب صرف قبور کے نشانات موجود ہیں لیکن میت مٹی بن چکی ہے، تو اب قبور کا حکم بدل چکا ہے، مالک کو اختیار ہے کہ اس زمین کو کاشت، تعمیر وغیرہ جس کام میں چاہے استعمال کرے چاہے فروخت کردے، لیکن اگر وہاں کسی بزرگ کا مزار ہے، جس کی وجہ سے اس جگہ کاشت یا راستہ بنانے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کا لحاظ ضروری ہے، وہاں سے اٹھا

[1] در مختار مع الشامی کراچی. ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کر دوسری جگہ دفن کرنا مفاسد سے خالی نہیں، اس لئے اس کی اجازت نہیں۔ **جَازَ زَرْعُهٗ (ای القبر) والبناء علیه اذا بلٰی وصار ترابًا** اھ (درمختار[۱] ص: ۲۰۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

قبرستان کی مینڈھ باندھنے کے لئے وہاں کی مٹی لینا

سوال:-قبرستان کی مینڈھ باندھنا چاہتے ہیں مگر مینڈھ میں بعض جگہ مٹی قبر پر سے اُٹھانی پڑتی ہے۔ اگر مینڈھ چاروں طرف کی نہ باندھی گئی تو مویشی پیشاب پاخانہ کرتے ہیں، جس کی وجہ سے قبرستان کی بے حُرمتی ہوتی ہے، اس حال میں مینڈھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرور مینڈھ باندھ کر حفاظت کر دیں[۲] لیکن مٹی قبروں کے آس پاس سے یا کسی دوسری جگہ سے لے لیں، قبروں کی مٹی نہ اُتاریں۔ ایسا نہ ہو کہ قبریں کھل جائیں، ہاں اگر قبروں پر مقدارِ شرع سے زائد مٹی ہو تو اس کو اتار سکتے ہیں[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۸۸ھ

---

[۱] در مختار مع الشامی کراچی. ص۲۳۸، ج۲، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷/۱، الفصل السادس فی القبر والدفن، تبیین الحقائق ص۲۴۶/۱، باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اول المیت، مطبوعه امدادیه ملتان،

[۲] وقد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولا بأس به، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۰۴، کتاب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها.

[۳] ویسنم القبر ندبا ویجعله مرتفعا عن الارض قدر شبر او اکثر بقلیل، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۰۴ کتاب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مخصوص قبرستان میں بلا اجازت دفن کرنا

سوال:-ایک زمین قبرستان کے نام سے ایک خاندان کے لئے نامزد ہے زمین مذکورہ میں خاندان موصوفہ کی میتیں مدفون ہوں عوام الناس کو عام طریقہ پر اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کرتے ہیں اگر کوئی شخص غیر متعلق اپنا مردہ بلا اجازت اشخاص خاندان موصوفہ قبرستان مذکورہ میں دفن کردے تو یہ جائز ہے یا ناجائز ہے اگر اجازت حاصل کرنی چاہئے تو جملہ خاندان کے اشخاص کی ضرورت ہے، یا صرف ایک دو شخص کی کافی ہے اگر صرف دو چار شخص اجازت دیدیں اور دیگر انکار کردیں تو اس اجازت پر عوض جائز ہے یا ناجائز ہے۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین شرعی طریق پر وقف ہے تو واقف کی شرائط کے موافق عمل کرنا چاہئے۔اگر واقف کی طرف سے اجازت ہے تو دفن کرنا درست ہے اگر غیر متعلق اشخاص کے دفن کرنے کی ممانعت ہے تو دفن کرنا ناجائز ہے: **شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان یجعل ماله حیث شاء مالم یکن معصیة وله ان یخص صنفًا من الفقراء ولو کان الوضع فی کلهم قربة اهـ (رد المحتار[1] ج: ۲، ص: ۵۸۵)**

اگر وقف نامہ موجود نہیں نہ شرائط واقف کا علم ہے اور عمل پہلے سے یہ ہے کہ غیر متعلق اشخاص

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مجمع الأنهر ص۲۷۵ ج ۱ باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، قبيل فصل فی تعزية اهل الميت، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک بالشت کی مقدار قبر کو بلند کرنا مستحب لہذا اگر قبر اس سے زیادہ بلند ہو تو اس زائد مٹی کو اتارنا صحیح ہے۔

(صفحه هذا) [1] شامی کراچی ص: ۴۴۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

کو اس میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے، تو اس میں دفن نہیں کرنا چاہئے۔ اگر وہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے دفن کرنا چاہئے بلا اجازت مالک کی دفن کرنا ناجائز ہے[1] جو جو اس کے مالک ہیں مشترک اور مقسوم ہونے کی وجہ سے سب کی اجازت ضروری ہے اگر تمام نے کسی ایک دو کو اس میں تصرفات اور اجازت وممانعت دفن کیلئے اپنا وکیل بنا دیا ہے تو اس ایک دو کی اجازت کافی ہے، بلا اجازت دفن کی صورت میں مالک کو اختیار ہوگا کہ میت کو قبر سے باہر نکال دے یا قبر کو برابر کردے: **اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا (کذا فی التجنیس فتاوی عالمگیری**[2] ص: ۱۶۴، ج: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۶/۸/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۴/۸/۵۴ھ

قبر کہنہ کا حکم

سوال[3]:- نمبر ۵ کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر قبریں اس قدر پرانی ہوں کہ میت بالکل گل چکی ہوگی، تو اس زمین میں ہل چلانا اور کاشت کرنا سب کچھ درست ہے: ”ولو

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۹ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۰۷، ۵۰۸ فصل فی حملھا ودفنھا، تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ قبیل فصل فی تعزیۃ اھل المیت، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

[3] اصل نسخہ میں سوال ۵ اس سے پہلے نہیں آیا ہے شاید اس سے مراد وہ سوال ہو جس کا عنوان ”قبرستان میں کھیتی کرنا“ ہے۔

بلی المیت و صار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعه والبناء علیه"(بحر[1]، ص:۱۹۵، ج:۲) آپ کا ارشاد ختم ہوا، مگر یہاں یہ واقع ہے کہ ہل چلانے میں ہڈیاں نکلتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے قبر میں اگر ہڈی سر وغیرہ کی نکلے تو کیا حکم ہے کیا دوسری میت دفن کردے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱-ایسی حالت میں اس زمین میں ہل چلانا اور کاشت کرنا جائز نہیں[2] البتہ اگر مملوکہ زمین میں بلا مالک کی اجازت کے کوئی میت کو دفن کردے، تو مالک کو یہ اختیار رہتا ہے، کہ اپنی زمین سے میت کو قبر کھود کر نکال دے، یا اس کو زمین سے ہموار کردے اور کھیتی وغیرہ جو دل چاہے کرے اور چاہے اس قبر کو باقی رہنے دے: **ولا یخرج منه بعدا هالة التراب الالحق اٰدمی کأن تکون الارض مغصوبة اوأخذت بشفعة ویخیر المالک بین اخراجه ومساواته بالارض ای لیرزع فوقه مثلاً لان حقه فی باطنها وظاهرها فان شاء ترک حقه فی باطنها وان شاء استوفٰی.** (فتح درمختار[3] وشامی، ص:۹۳۸، ج:۱) اگر پہلے سے علم ہے کہ اس جگہ قبر کھودنے سے ہڈیاں نکلیں گی تو وہاں نہ کھدوائے اگر پہلے سے علم نہ ہو اور قبر کھودتے وقت ایک دو ہڈی نکل آوے تو اسکو وہیں ایک طرف کو رکھ دیا جائے اور مٹی اس کے درمیان اور میت کے درمیان حائل کردی جائے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

---

[1] البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۵ ج ۲ قبیل باب الشهید.

[2] ولا یحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم فتح القدیر ص ۱۴۱ ج ۲ باب الجنائز، فصل فی الدفن، مطبوعه دار الفکر بیروت، تاتارخانیه کراچی ص ۱۷۲ ج ۲ نوع آخر فی القبر الدفن، شامی کراچی ص ۲۳۳ ج ۲ باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

[3] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۴۵ ج ۳ باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، فتح القدیر ص ۱۴۱ ج ۲ قبیل باب الشهید، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۵ ج ۲ قبیل باب الشهید. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

کنواں کھودتے ہوئے کھوپڑی نکل آئی

سوال:- ہم لوگ کنواں کھودرہے تھے کہ اس میں ایک کھوپڑی مردہ کی نکلی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قبرستان تھا، بعض کہتے ہیں کہ کبھی بھی قبرستان نہیں تھا، اس زمین پر دس سال قبل کھیتی ہوا کرتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ جگہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو یہاں کنواں کھودنا، کھیتی کرنا، باغ لگانا سب کچھ درست ہے اتنی مدتِ طویلہ گذرنے کے بعد جب میت قبر میں مٹی بن جائے تو قبر کا حکم باقی نہیں رہتا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲؍۴؍ ۹۳ھ

بڑوں کی قبریں اور چھوٹوں کی قبریں الگ الگ

سوال:- ایک قبرستان ۶۰؍۶۵؍ سال سے عمل میں آرہا ہے، عرصہ ۴؍۵؍ سال سے ایک کمیٹی بنائی گئی اور سب کے مشورہ سے ایک شخص شمشوں خاں کو اس کا سیکریٹری مقرر کیا گیا، کمیٹی اور سیکریٹری صاحب کی رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ سیانی کی قبر ایک لائن میں کھودی جائے اور بچکانی کی قبر ایک لائن میں، یہ فیصلہ ٹھیک سے چلتا رہا، ۸؍ فروری ۷۴ء کو ایک لڑکی جس کی عمر ۷؍ سال کی

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۲] ولا یحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم الا ان لا یوجد فتضم عظام الاول ویجعل بینهما حاجزاً، شامی کراچی ص۲۳۳ ج۲ باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، فتح القدیر ص ۱۴۱ ج۲ قبیل باب الشهید، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(**صفحه هذا**) [۱] جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی. (درمختار مع الشامی کراچی ۲/۲۳۸، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان آخر، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ کتاب الجنائز، قبیل فصل تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان،

تھی فوت ہوگئی، قبر کھدوانے کے لئے ناپ لیا گیا، اس وقت کمیٹی کے ایک ممبر موجود تھے، انہوں نے فرمایا کہ ناپ سے معلوم ہوتا ہے کہ قد میں بڑی ہے، اس لئے سیانی لائن میں قبر کھودی جائے، چنانچہ قبر کھودی گئی، صفائی ہورہی تھی، کہ سیکریٹری صاحب نے پہنچ کر قبر کی صفائی سے روک دیا اور کہا کہ کسی حالت میں اس میں دفن نہیں ہونے دیں گے، بچکانی لائن میں دوسری قبر کھودی جائے، اب میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا، گھر والوں کو خبر دیا وہ سیکریٹری صاحب کے پاس گئے اور عاجزی وانکساری سے کہا کہ جمعہ کا وقت ہوگیا، غسل کرا کر جنازہ کو مسجد لے جانا ہے، جو کچھ ہوا خواہ سہواً ہوا، ہم لوگ بہت پریشان ہیں، اب تو دفن ہونے دیجئے، اس پر سیکریٹری صاحب نے سخت الفاظ میں جواب دیا کہ میرا آرڈر ہے، قبر بند ہوکر رہے گی، بہرحال بعد نماز ِجمعہ جنازہ کی نماز ہوئی اور اسے قبرستان پہنچایا گیا، تو ایک شخص سیکریٹری صاحب کا حامی قبر میں جا کھڑا ہوا، اور کہا دفن نہیں ہونے دیں گے، تمام عوام اس پر ناراض ہوکر بضد ہوگئی کہ اس قبر میں دفن ہوکر رہے گا، اور اس شخص کو بدسلوکی کے ساتھ قبر سے نکالا، اس وقت سیکریٹری صاحب بھی جذبات میں آگئے اور دفن سے روکا تو چند سنجیدہ اشخاص نے سیکریٹری صاحب کو پکڑ کر قبرستان سے باہر کردیا، اب سیکریٹری صاحب سے بہت اندیشہ رہتا ہے، کہ کسی وقت کشت وخون نہ ہو، ان کا ہر وقت سوال رہتا ہے کہ میرا آرڈر رہے گا، میرا استعفیٰ قبول کیا جائے، ایسی صورت میں علمائے دین کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پابندی کہ سیانی قبریں الگ لائن میں ہوں اور بچکانی قبریں الگ لائن میں ہوں کوئی شرعی حکم نہیں، اس پر اتنا زور دینا ہی غلط ہے، اگر قبروں کی خوشنمائی کے لئے یہ لائن بندی کی تجویز کی گئی ہے، تب بھی جس کا قد طویل ہو اس کی قبر سیانی قبروں کے مناسب ہے گو عمر کم ہو، اس سب کے باوجود جب سیکریٹری صاحب سے معذرت کی گئی اور عاجزی کے ساتھ کہا گیا کہ جمعہ کا وقت ہوگیا اور یہ سہواً کیا ہے، اس وقت سب پریشان ہیں قبر تیار ہوگئی دفن ہونے دیجئے بات کو نہیں بڑھایئے،

آئندہ احتیاط کی جائے گی الخ تو سیکریٹری صاحب کو بھی بلند اخلاق سے پیش آنے اور درگذر کرنے کی ضرورت تھی موجودہ صورت میں ان کی ضد ہرگز مناسب نہیں، ان کو چاہئے کہ وہ بات ختم کردیں اور استعفیٰ نہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/ ۹۴ھ

ایرانی مردہ کو مسلم قبرستان میں دفن کرنا

سوال :- یہاں پر کچھ ایرانی لوگ رہتے ہیں، اور وہ ہمارے ساتھ عیدین کی نماز میں شرکت کرتے ہیں اور قربانی وغیرہ بھی کرتے ہیں، ایک صاحب ایرانی کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ شیعہ ہیں، شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، لہٰذا ان کے مردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے، آپ مطلع فرمائیں کہ ان کے مردوں کو ہمارے قبرستان میں دفنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ ایرانی لوگ آپ کے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، تو ان کے مردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دینا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/ ۸۸ھ

---

[1] قال رسول ﷺ من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة اللّٰه وذمة رسوله. (مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۲، کتاب الایمان، الفصل الاول، بخاری شریف ص ۵۶ ج ۱ کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۵۰۴ ج ۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۶ ج ۲ کتاب الصلاۃ، مطلب فیما یصیر الکافر به مسلما.

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے۔

قبرستان میں قربانی

سوال:- رام نگر نینی تال کے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قبرستان میں قربانی کرنا جائز نہیں ہے اس کے باوجود مسلمانوں نے کوئی توجہ نہیں دی بورڈ دوسری جگہ دینے کو تیار ہے لیکن پھر بھی اکثر مسلمانوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اگر قربانی دوسری جگہ ہوگی تو فساد ہونے کا اندیشہ ہے، تو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے؟ اور مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے ہے، وہاں قربانی نہ کی جائے[1] جب کہ بورڈ قربانی کے لئے جگہ دینے کو تیار ہے تو جگہ حاصل کر کے اس کو محفوظ کر دیا جائے، اور اس میں ہی قربانی کی جائے بورڈ کی تجویز قانونی تجویز ہوگی، اس میں فساد کا اندیشہ کیوں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/ ۹۵ھ

قبرستان میں بیڑی پینا، قبرستان میں آگ جلا کر کھانا پکانا

سوال:- (۱) قبرستان میں بیڑی پینا کیسا ہے؟

(۲) قبرستان میں آگ جلا کر کھانا پکانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- وہ عبرت کی جگہ ہے[2] بیڑی وغیرہ سے احتراز چاہئے۔

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (در مختار مع الشامی کراچی ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

قبر کے قریب پیشاب کرنا

سوال:- اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر سے گز دو گز کے فاصلے پر پیشاب واستنجاء کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عین قبر پر پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے، بزرگان دین کی قبر کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، قبر سے فاصلے پر ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹؍۱۰؍۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹؍۱۰؍۸۷ھ

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا

سوال:- قبرستان میں جوتہ پہن کر جانا کیسا ہے، اگر قبریں بہت کثیر تعداد میں ہوں تو ادھر سے گذر سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبروں پر راستہ بنانا منع ہے، خواہ جوتا پہن کر ہو یا برہنہ پا ہو[2] اور قبروں سے بچ کر جوتا پہنے ہوئے

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [2] زوروا القبور فانها تذكر الموت الحديث(مشكوٰة شريف ص:۱۵۴، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص۳۱۴ ج۱ قبيل كتاب الزكاة، مطبوعه رشيديه دهلى، مسند احمد ص ۴۴۱ ج۲ مسند ابى هريرةؓ، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ترجمہ:- قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ موت کی یاد کو تازہ کرتی ہیں۔

(**صفحہ ہٰذا**) [1] وكره تحريماً قضاء الحاجة اى البول والتغوط عليها بل و قريباً منها (مراقى مع الطحطاوى ص:۵۱۵، فصل فى زيارة القبور، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۶ ج۱ الفصل السادس فى القبر والدفن، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، (بقيه اگلے صفحه پر)

بھی چلنا درست ہے: **والمشی فی المقابر بنعلین لا یکرہ عندنا (کذا فی السراج الوهّاج فتاوی عالمگیری)**[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں برہنہ پا ہونا

سوال:- بعض ممالک کا رواج ہے کہ قبرستان پر سے گذرتے ہوئے برہنہ پا ہوجانا چاہئے، چونکہ پاپوش کے ساتھ گذرنے کے اندر مردہ کی بے حرمتی ہوتی ہے، مع حوالہ وصفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کے اوپر چلنا بے حرمتی ہے خواہ جوتہ پہن کر ہو یا برہنہ پا اور تمام قبرستان میں جوتہ پہن کر چلنا بے حرمتی نہیں ہے **کرہ وطئها بالاقدام اھـ مراقی**[۲] **ص: ۳۶۴.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۹/محرم ۵۹ھ صحیح: عبداللطیف ۹/محرم ۵۹ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان.

۲؎ وکره وطؤها بالاقدام لما فیه من عدم الاحترام، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۱۵ فصل فی زیارة القبور، حلبی کبیر ص۵۹۹ کتاب الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۲۷۶ ج۱ قبیل باب الشهید، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحه هذا) ۱؎ عالم گیری بلوچستان کوئٹه ص: ۱۶۷، ج: ۱، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الدفن، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۱۲ فصل فی زیارة القبور.

۲؎ مراقی الفلاح مع الطحطاوی مطبوعه مصر ص۵۱۵، احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، المحیط البرهانی ص۹۴ ج۳ کتاب الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی القبر والدفن، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، حلبی کبیر ص۵۹۹ کتاب الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

قبرستان میں کبڈی وغیرہ کھیلنا

سوال: - عام قبرستان جس کی کچی قبریں برابر ہوگئی ہوں ان میں کبڈی، گیند، کرکٹ وغیرہ کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مردے دفن کرنے کے لئے وقف ہو اس میں یہ سب کام منع ہیں چاہے قبریں ظاہر ہوں یا برابر ہوگئی ہوں: **لانَّ شرط الواقف کنص الشارع**.[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] **در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳، ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.**

لقطہ کے مسائل

لقطہ کی تفصیل

سوال:۔ ضلع پنچ محال کا اجتماع گودھرا میں ۴؍اپریل ۸۹ء کو مرکزی مسجد میں ہوا تھا، مسجد ابرار کی پہلی صف میں سے ۳؍اپریل کو بوقت شب ایک بھروچ ضلع بھاری گاؤں کی جماعت میں سے بھائی یوسف کو ایک قیمتی رقم سونے کی ملی، اجتماع دوروز رہا، اجتماع میں دونوں روز برابر اعلان ہوتا رہا، یوسف صاحب نے امیر جماعت یعقوب جی بھائی کو وہ رقم دیدی، انہوں نے مولانا ابراہیم صاحب سے تذکرہ کیا، راندیر کے مفتی اور مولانا عبدالرحیم لاجپوری کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے شہر کی مسجد میں تحریری اعلان کرایا، اور زبانی اعلان ہر مسجد میں ہوا، ۳؍۴؍مئی کو گودھرا میں اجتماع رہا، تین آدمیوں کی جماعت گودھرا آئی اور لقطہ کا مطالبہ کیا، مشورہ میں طے ہوا کہ فتویٰ حسب ذیل باتوں کا پوچھا جائے۔

(۱) ایک سال دو ماہ کا عرصہ ہوگیا، تو لقطہ بھاری والے جماعتی کو دیدیا جائے، کیونکہ ان کا تقاضا بہت ہے۔

(۲) یہ رقم لقطہ گودھرا سے ملی ہے اور جس کو ملی ہے وہ سومیل کے فاصلے پر رہتا ہے، یہ لقطہ گودھرا کے فقراء پر صرف کیا جائے، یا جس کو ملی ہے، اس جگہ یعنی بھاری ضلع بھروچ پر صرف کیا جائے۔

(۳) اس مسئلہ کی صفائی کے وقت یعنی لقطہ دیتے وقت مولانا ابراہیم دیولوی صاحب کا وجود ضروری ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے جس میں یہ امانت دی تھی۔

(۴) نظام الدین میں جماعتوں کی آمد ورفت بہت ہے اور وہاں خرچہ بہت ہے، وہاں

E:\F.M.Fainal\Jild-23\Luqta Ke Masael

صرف کرنا کیسا ہے؟

(۵) بھاری والے صاحب کی تمنا یہ ہے کہ اس رقم سے بھاری کی مسجد کی صفیں لائی جائیں تو شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

(۶) شریعت کے مطابق وہ لقطہ خرچ کردیا گیا، اور بعد میں صحیح مالک آ گیا تو اس مالک کو دینے کی ذمہ داری کس کی رہے گی؟

(۷) شرعی حکم کے مطابق بھاری والے کو دینا ہوا تو اس کے پاس تحریری اقرار نامہ لکھوانا ضروری ہے؟

(۸) مذکورہ مسئلہ میں اور بھی وضاحت ہو تو ضرور کرلیں، کیونکہ میں غریب بہت ہی پریشان ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کو لقطہ ملا تھا اس کو دیدیا جائے[۱]

(۲) اس کی کوئی پابندی نہیں جس کو زیادہ حاجت مند پائے اس پر صدقہ کردے[۲]۔

(۳) مولانا ابراہیم صاحب کا موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ ان کی اجازت بھی کافی ہے۔

(۴) بظاہر جماعت کے ہی کسی آدمی کی رقم ہے، پس جماعت کے ہی ضرورت مند پر صدقہ کردینا اقرب ہے، مرکز نظام الدین بھیج دینے پر بھی اغلب ہے کہ اصل مالک کا پتہ چل جائے،[۳] کیونکہ وہاں پر ہر طرف سے جماعتیں آتی رہتی ہیں، اس صورت میں وہ اصل مالک کے

[۱] أن الملتقط احق بامساکها من غیره الخ بحر کوئٹه ص۱۵۰ ج۵ کتاب اللقطة، عالمگیری ص۲۹۱ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه.

[۲] والاتصدق بها ایصالاً للحق الیٰ المستحق الخ هدایه ،ص ۶۱۵/ج۲/ مطبع یاسرندیم کمپنی دیوبند ، کتاب اللقطة، بحر ص۱۵۳ ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه النهر الفائق ص۲۷۸ ج۳ کتاب اللقطة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] وینبغی ان یعرفها فی الموضع الذی اصابها وفی الجامع فان ذٰلک اقرب الیٰ الوصول الیٰ صاحبها الخ، هدایه ص۶۱۵/ج۲/کتاب اللقطة، بحر کوئته ص۱۵۲ ج۵ کتاب اللقطة، عالمگیری ص۲۸۹ ج۲ کتاب اللقطة مطبوعه کوئٹه.

پاس پہنچ جائے تو زیادہ اچھا ہے، پھر صدقہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۵) اس کی اجازت نہیں۔[1]

(۶) جس نے وہ لقطہ اٹھایا تھا، اس کی ذمہ داری رہے گی۔[2]

(۷) امین اپنی برأت ذمہ کے لئے اگر تحریری اقرار نامہ لیلے کہ میں نے یہ رقم لقطہ فلاں شخص کو جس نے کہ وہ اٹھائی تھی اور میرے پاس امانتاً رکھی ہوئی تھی، اس کو دیدی تو زیادہ وثوق ہوجائے گا، اور بطور سند یہ تحریر اپنے پاس رہے گی، تا کہ بوقت ضرورت کام آئے،[3] اگر کوئی گواہوں کے سامنے واپس ہوجائے خاص کر جن کے سامنے دی گئی تھی تو یہ بھی کافی ہے۔

(۸) جو توضیح مطلوب ہو اس کو لکھئے تو ضیح وتشریح کردی جائیگی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۰ھ

لقطہ کا صدقہ اور بیع

سوال:۔(۱) زید کو ایک عرصہ سے چاندی، سونے کی چیز کھیت میں ملی کھیت راستہ کے قریب ہے، تو بلاتلاش مالک خیرات کردیا، اس لئے کہ وہ چیز بہت عرصہ پہلے کی معلوم ہورہی تھی،

---

[1] لایصرف الیٰ بناء نحو مسجدالخ، الدرالمختار علی الشامی ،ص ۲۹۱/ج۳/ مطبع زکریا،مطبوعہ کراچی ،ص ۳۴۴/ج۲/کتاب الزکوٰۃ،باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ج۱ کتاب الزکاۃ، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، باب المصرف، مطبوعہ مصری.

[2] فان جاء صاحبها فهوبالخیار ان شاء امضی الصدقة وله ثوابها وان شاء ضمن الملتقط. هدایه، ص ۶۱۵/ج۲/ مطبوعه یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،کتاب اللقطة، بحر ص۱۵۴ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۲۸۰ ج۳، کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] کمایستفاد ویأخذ منه کفیلاً اذاکان یدفعه الیه استیثاقا.هدایه ،ص ۶۱۷/ج۲/ کتاب اللقطة، وله اخذ کفیل الا مع البینة علی الاصح الخ، السکب الانهر ص۵۳۰ج۲ کتاب اللقطة دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۰۶ج۳ کتاب اللقطة، مطبوعه امدادیه ملتان.

تواب زید پر کوئی تلاش وغیرہ ضروری تونہیں ہے؟

(۲) زید نے ایک شخص سے ملی ہوئی چیز خریدی اوراب تک استعمال نہیں کرتا ہے تواس کا استعمال مناسب ہے یا نامناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تلاش کرنا پہلے لازم تھا[۱] اب جبکہ صدقہ کر چکا ہے، تلاش لازم نہیں، تاہم اگر مالک مل جائے اوروہ مطالبہ کرے تو ضمان لازم ہوگا۔[۲]

(۲) جس شخص کو کوئی چیز پڑی ہوئی ملی اوراس نے اٹھائی تواس کے ذمہ لازم ہے کہ مالک کو تلاش کرے جب پوری جستجو کے بعد مالک نہ ملے تو پھر صدقہ کردے، اگر وہ خود غریب ومحتاج ہوتو خود بھی استعمال کرسکتا ہے،[۳] اوراس سے دوسرا آدمی بھی خرید سکتا ہے، اس پر مواخذہ اخروی نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۵ھ

جواب درست ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۵ھ

---

[۱] وعرف ای اعلم بها وظاهره ان التعریف شرط الخ، النهر الفائق ص۲۷۸ ج۳ کتاب اللقطة، دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۳۵ ج۶ کتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص۵۲۵ ج۲، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ان جاء مالکها بعدتصدق الملتقط خیر بین امضاء الصدقة والثواب له وبین تضمین الملتقط الخ، البحرالرائق، ص ۱۵۴/ج۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب اللقطة، ملتقی الابحر ص۵۲۶ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص۶۱۵ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] وعرف الیٰ ان علم ان صاحبها لایطلبها فینتفع الرافع بها لوفقیراً والاتصدق بها علیٰ فقیر، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۴۳۷/ج۶/ مطبوعه کراچی، ص ۲۷۸/ج۴/ کتاب اللقطة، ملتقی الابحر ص۵۲۹ ج۲ کتاب اللقطة، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۲۹۱ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه.

لقطہ میں تصرف

سوال: ۔ ایک شخص نے اپنی اہلیہ کے ساتھ پاکستان کا سفر کیا، باؤڈر پر واپسی میں ایک تھیلا ملا جس میں کپڑا وغیرہ تھا، باؤڈر سے نکل کر شوہر کو معلوم ہوا، ابھی تک دوسرا باؤڈر پار نہیں ہوا تھا، اس کی تحقیق کی مگر مالک کا پتہ نہ چلا، باڈر پر کسٹم وغیرہ بھی اس پر لگا، پھر گھر آ کر اہلیہ نے کچھ کپڑے اس میں سے سلوائے، شوہر نے مسئلہ معلوم کیا تو کیا ایسی صورت میں اس لقطہ کو صدقہ کیا جائے، جبکہ سلائی وکسٹم وغیرہ خرچ ہوا یا کپڑے کی اصل قیمت صدقہ کر دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مالک کا پتہ نہ چلے اور پوری کوشش کے باوجود ناکامی ہی رہے تو وہ کپڑا بحیثیت لقطہ صدقہ کر دیا جائے، اور اس پر جو کچھ سلائی اور کسٹم میں خرچ ہوا ہے، اس کو اس میں سے وضع نہ کیا جائے، یہ خرچہ مالک کو تلاش کرنے یا کپڑے کی حفاظت کرنے میں نہیں ہوا، بلکہ اپنے مقصد کے لئے ہوا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۸ھ

دھوکہ میں کسی کا سامان اٹھالینا

سوال: ۔ تین آدمی ایک ساتھ موٹر میں اپنے گاؤں آئے، جب بستی آئی تو موٹر میں صرف یہ تین آدمی اور تین ہی تھیلے تھے، بکر اپنا سامان اتارنے اوپر چڑھ گیا، اور زید نے یوں سمجھ

---

[1] وعرف الیٰ ان علم ان صاحبها لایطلبها فینتفع الرافع بها لوفقیراً والا تصدق بها علیٰ فقیر الی قوله وهو فی الانفاق علیٰ اللقیط واللقطة متبرع، الدر المختار علیٰ الشامی زکریا، ص۴۳۷-۴۴۰/ج۶/ مطبوعه کراچی، ص۲۷۸-۲۸۱/ج۴/ کتاب اللقطة، عالمگیری ص۲۹۱ ج۲ کتاب اللقطة مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۵۲۹ ج۲، دار الکتب العلمیة بیروت.

کر کہ ہم تین ہی آدمی ہیں اور تین تھیلے ہیں، لہٰذا اس نے یہ تھیلہ اٹھالیا اور ایک تھیلہ عمر نے - زید چونکہ اپنا اور بکر کا تھیلا لیکر نیچے کھڑا تھا، بکر جب اپنے سامان سے فارغ ہوا تو زید نے یوں کہہ کر اسے تھیلا دیدیا کہ یہ تھیلا - بکر نے یوں سمجھا کہ کہیں ان پر وزن ہوگا، لاکر انہی کے گھر ان کا تھیلہ پہنچا، اور دونوں تھیلا لینے گھر پہنچے، اب زید کو پریشانی ہوئی، کہ یہ تھیلا کس کا ہے، کیا بکر یہ تمہارا نہیں، میں تو یہ تمہارا سمجھ کر یہاں تک لایا تھا، اس نے کہا کہ میں نے تمہارا سمجھ کر اُتارا تھا، لہٰذا اس معاملہ میں رہنمائی فرمائیں، اس تھیلے میں اور چیزوں کے ساتھ ایک کلو امرود بھی ہیں، ان کو کیسے محفوظ رکھیں جبکہ بچوں نے اس میں سے چند کھا بھی لئے، آیا اس سے کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:-

زید نے جب دوسرے کا تھیلہ مغالطہ میں اٹھایا تو وہ ان کا ضامن بن گیا۔

"**لانه اخذ مال غيره لغير اذنه وبغير اذن الشرع**"[1] لہٰذا اگر اس شخص کا پتہ چل جائے تو اس کو تھیلا اور جو کچھ اس میں سامان ہے واپس کرے اور جو خرچ کرلیا اس کی قیمت ادا کرے، یا اگر بازار میں موجود ہو تو خرید کر کے دے، اور اگر اتنے دن تک پتہ نہیں چلا کہ غالب گمان ہوگیا کہ اب مالک تلاش نہیں کرے گا، تو جو کچھ موجود ہے، اس کو صدقہ کردے، اور جو موجود نہیں بلکہ خرچ کرلیا، اس کی قیمت صدقہ کردے، لیکن اگر مالک نے آ کر مطالبہ کیا تو دینا پڑے گا۔ "**كان يفتى صدر الشهيد يغلب علىٰ ظنه انه لايطالبها مالكها بعد ها الىٰ ان قال ثم اذا مضى وقت التعريف ولم يظهر صاحبه يتصدق به**" (شرح الیاس[2] ص۱۷۰ ج۲) اگر خود غریب ہے تو بطور صدقہ خود بھی رکھ سکتا ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

---

[1] البحرالرائق، ص ۱۵۱/ ج۵/ مطبوعه كوئٹه كتاب اللقطة، زيلعي ص ۳۰۲ ج۳ مطبوعه امداديه ملتان، بدائع كراچی ص ۲۰۰ ج۶ كتاب اللقطة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرانے کپڑے سے سوروپیہ کا نوٹ ملا

سوال: ۔ زید نے ایک عام گذرگاہ میں تین کپڑے پرانے پڑے ہوئے پائے ، ان کپڑوں میں اسے ایک سوروپیہ کا نوٹ بھی ملا، زید نے راستہ سے گزرنے والے تمام لوگوں سے دریافت کیا،لیکن اس کے مالک کا پتہ نہیں چلا آج ہفتہ عشرہ سے زیادہ ہوگیا، فرمائیے اس رقم اور کپڑے کا کیا کیا جائے، مسجد میں لگادیا جائے، یا کسی مدرسہ میں دے دیا جائے، یا فقیروں ،حاجت مندوں میں تقسیم کردیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دل یہ گواہی دے کہ اب مالک اپنے کھوئے ہوئے کپڑوں کو اور نوٹ کو تلاش نہیں کرے گا، تو کسی غریب کو دے دیں طالب علم ہو یا کوئی [۱] اور مسجد میں خرچ کرنا یا مدرسہ کی تعمیر یا تنخواہ مدرس میں خرچ کرنا درست نہیں [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] شرح الیاس ،ج۲/ص ۱۷۲/کتاب اللقیط واللقطة والآبق،مطبوعه نول کشور، لکھنو، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۳۷-۴۴۰ ج٦ کتاب اللقطة، عالمگیری ص ۲۹۱ ج۲ مطبوعه کوئٹه.

[۳] ان کان الملتقط محتاجا فله ان یصرف اللقطة الیٰ نفسه بعد التعریف . عالمگیری ،ص ۲۹۱/ ج۲/ مطبوعه کوئٹه کتاب اللقطة، در مختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۷-۴۳۱ج٦ کتاب اللقطة، سکب الانهر ص۵۲۸ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وعرف الیٰ ان علم ان صاحبها لایطلبها فینتفع الرافع بها فقیراً والا تصدق بها علیٰ فقیر، الدرالمختار علی الشامی زکریا،ص ۴۳۸/ج٦/ مطبوعه کراچی ،ص ۲۷۸/ج۴/ کتاب اللقطة، البحر الرائق ص۱۵۲-۱۵۳ ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۳۰۲-۳۰۵ج۳ مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] لا یصرف الیٰ بناء نحومسجد الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۴۴ج۲ کتاب الزکاة باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ج۱ کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، باب المصرف، مطبوعه مصری.

لقطہ کا حکم

سوال:۔ زید نے سفر کے دوران ریل گاڑی میں سے ایک کیمرہ کافی قیمتی پایا، اس نے ریلوے حکام کو اس کی اطلاع دی کہ وہ مختلف جگہوں پر اس کی تشہیر کریں، اور جن صاحب کا کیمرہ ہو وہ مجھ سے لے لیں، ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا مگر اس کا کوئی دعویدار ظاہر نہ ہوا، اب اس کیمرہ کا کیا کیا جائے؟ اور کتنے عرصہ کے بعد اس کیمرہ پر حق مالکانہ ہو سکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ لقطہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ خود استعمال نہ کرے حفاظت سے رکھے نقصان نہ ہونے دے مالک کو تلاش کرتا رہے، مناسب ہو تو اخبارات میں اعلان دے، پوری جدوجہد کے بعد جب تلاش کر کے تھک جائے، مثلاً سال بھر گذر جائے، اور مالک کا پتہ نہ لگے، اور دل یہ کہے کہ اب مالک بھی تلاش کر کے مایوس ہو گیا، تو اس کو کسی غریب کو بطور صدقہ دیدے اس نیت سے کہ اس کا وبال سر پر نہ رہے، اگر مالک مسلمان ہے تو اس صدقہ کا ثواب اس کو ملے، اس کے بعد اگر مالک آجائے، اور وہ صدقہ کرنے پر راضی نہ ہو بلکہ قیمت کا مطالبہ کرے تو قیمت کا دینا لازم ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

لقطہ کا خود استعمال کرنا

سوال:۔ خدمت اقدس میں التماس یہ ہے کہ تعریف کر کے اصل مالکِ گھڑی کا تلاش

[1] ویعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه ان صاحبها لایطلبها بعد ذٰلک ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیر بین ان یحفظها حسبة وبین ان یتصدق بها فان جاء صاحبها فامضیٰ الصدقة یکون له ثوابها وان لم یمضها ضمن الملتقط الخ، عالمگیری، ص ۲۸۹/ ج۲/ مطبوعه کوئٹه .کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۰-۴۳۷ ج۶، کتاب اللقطة، البحر الرائق ص۵۳-۱۵۲ ج۵ مطبوعه کوئٹه.

کرنا بظاہر ناممکن ہے، کیونکہ عرصہ ۸/سال سے زائد ہو چکا ہے، اور گھڑی ریلوے لائن کے کنارہ پڑی ہوئی ملی تھی، جو کہ ایک عام راستہ ہے، نہ معلوم کس کی ہوگی، دوسرے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اب اس وقت اگر تعریف کر کے مالک کو تلاش کیا جائے تو ایسا نہ ہو کہ پولیس وغیرہ کسی قسم کا شر وفساد کریں، اور چوری وغیرہ کا الزام لگاویں، لہٰذا اب شرعی حکم تحریر فرمایا جائے، اس گھڑی کی قیمت جو کہ فروخت ہو چکی ہے (اور خریدنے والے کے پاس بھی نہیں ہے) بلکہ پتہ یہ لگا ہے وہاں سے بھی غائب ہو چکی) کیا کیا جاوے اس کی قیمت کو خیرات کر کے اس کا ثواب اصل مالک کو بخش دیا جائے یا اگر پانے والا صاحب ضرورت ہو تو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب غالب خیال یہ ہے کہ اصل مالک نے اب گھڑی تلاش کرنا ترک کر دیا تو اس کی قیمت کو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے، اگر خود فقیر ہو تو خود بھی قیمت رکھنا درست ہے، اصل مالک کو تلاش نہ کرنے کا گناہ ہوا اس کے لئے استغفار کیا جاوے، اور اصل مالک کو کچھ ثواب بھی پہنچا دیا جائے، اگرچہ وہ زندہ ہی ہو، ثواب زندہ کو بھی پہنچ جاتا ہے، اصل مالک جب بھی ملے اس کو اختیار ہوگا کہ وہ قیمت کا مطالبہ کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ربیع الثانی ٦٣ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ربیع الثانی ٦٣ھ

لقطہ سے تجارت کرنا

سوال:۔ کسی شخص نے راستہ میں ایک ہزار روپیہ پایا، اس وقت مالک کو دینے سے انکار

---

[1] ثم تصدق ای ان لم یجئی صاحبها فله ان یتصدق بها علیٰ الفقراء ایصالاً للحق الیٰ المستحق وهو واجب بقدر الامکان وذٰلک بایصال العوض وهو الثواب فان جاء ربها نفذه اوضمن الملتقط الخ، البحر الرائق ،ص ۲۵۴-۲۵۳/ج۵/ مطبوعه کوئٹه کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۹-۴۳۷ ج٦ کتاب اللقطة، عالمگیری ص ۲۸۹ ج۲، کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه.

کردیا، اوراس روپیہ سے تجارت شروع کردی، جس سے بہت نفع ہوا، نیز اب مالک کا روپیہ واپس کرنے کا خیال ہے، تو اب مع نفع کے واپس کرنا ہوگا، یا صرف ایک ہزار ہی واپس کرے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس کو ایسا کرنا جائز نہیں یہ خیانت ہے اس روپیہ سے جتنا نفع کمایا ہے، اس کو غربا پر صدقہ کردے،[۱] اور اصل روپیہ مالک کو واپس دیدے،[۲] اور اپنی اس غلطی اور خیانت کی اس سے معافی بھی مانگے، توبہ واستغفار بھی کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ درالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

لقطۂ مسجد کا حکم

سوال:۔ ایک نابالغ لڑکی کو مسجد کے صحن میں ایک نائلون کی تھیلی میں لپٹے ہوئے مبلغ لہ۳۱/روپیہ دستیاب ہوئے، اسی صحن میں ایک مولوی صاحب دینی تعلیم بچوں کو دے رہے تھے، اس لڑکی نے وہ تھیلی مولوی صاحب کے حوالہ کردی، مولوی صاحب نے مؤذن کو دیدی کہ ہرنماز کے بعد اعلان کریں، تقریباً چار پانچ ماہ سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے، ابھی تک اس تھیلی کا کوئی مالک نہیں آیا، لہٰذا اس رقم کو ازروئے شریعت کیا کیا جائے، اگر خیرات کریں تو اس کا حقدار کون ہوگا؟

---

[۱] ومن غصب الفاً فاشتریٰ بها جارية ً فباعها بالفين ثم اشتریٰ بالالفين جاريةً فباعها بثلثة الاف درهم فانه يتصدق بجميع الربح الخ هدايه ، ص۳۷۵/ج۳/ كتاب الغصب، بحر كوئٹه ص۱۱۳ ج۸ كتاب الغصب، مجمع الأنهر ص ۸۲ ج۴، كتاب الغصب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] وعلىٰ الغاصب ردالعين المغصوبة مادام قائماً وقال عليه السلام لايحل لاحد ان يأخذ متاع اخيه لاعباً ولاجاداًفان اخذه فليرده عليه الخ، هدايه ص ۳۷۳/ج۳/ كتاب الغصب، بحر كوئٹه ص۱۰۹ ج۸، كتاب الغصب، مجمع الأنهر ص۷۸ ج۴ كتاب الغصب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس قدر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اب مالک کے ملنے کی توقع نہیں رہی تو اس کو ایسے غریب کو دیدیں جو مستحق زکوٰۃ ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

بکری کا لقطہ

سوال:۔ ایک بکری کا بچہ لاوارث ملا ہے، اس کا کوئی مالک نہیں ملتا، اب اس کا کیا حکم ہے؟ اس کو کھانا یا کسی کو دینا درست ہے یا نہیں؟ کیا کوئی بکری پالنے والا یا مولوی صاحب جبراً اس سے لے سکتے ہیں؟ اس کا مسئلہ پوری طرح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بکری کا بچہ لقطہ ہے اس کا حکم یہ ہوگا کہ مالک کو تلاش کیا جائے، پوری تلاش کے بعد جب مالک کا پتہ نہ چلے تو کسی غریب کو بطور صدقہ دیدیا جائے، پھر وہ اس کو ذبح کر کے کل یا جزیا بغیر ذبح کئے ہی جس کو دیدے اس کو لینا اور کھانا درست ہے کسی کو اس غریب سے جبراً لینے کا حق نہیں، نہ بکری پرورش کرنے والے کو نہ مولوی صاحب کو اس سب کے بعد بھی اگر مالک مل جائے، اور مطالبہ کرے تو اس کی قیمت کا دینا لازم ہوگا، اور صدقہ کا ثواب اس دینے والے کو مل جائے گا، اس مسئلہ کی پوری تفصیل فتاویٰ عالمگیری کتاب اللقطہ[2] میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان لم یجئی صاحبها فله ان یتصدق بها علیٰ الفقراء الخ، البحر الرائق، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بھینس کا لقطہ

سوال:۔ تقریباً عرصہ سوا سال ہوا ایک بھینس فرار شدہ آئی جسے زید نے اپنی نگرانی میں لے کر اسے اپنے یہاں روک دیا، اور یہ خیال کیا کہ اگر اس کا مالک آ جاوے گا تو ہم اس کو واپس کر دیں گے، اور آنے جانے والے لوگوں سے برابر اس کا تذکرہ کرتا رہا، مگر ابھی تک کوئی اس کا مالک نہیں آیا، اور نہ اس کو پتہ چل سکا، تو از روئے شرع اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لقطہ کے اعلان کا جو شرعی طریقہ ہے زید کو لازم ہے کہ اس کو اختیار کرے، ابھی اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۸ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ص ۱۵۳/ج۵/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ ج۶ کتاب اللقطة، عالمگیری ص ۲۸۹ ج ۱ کتاب اللقطة، مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] ویعرف الملتقط فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علیٰ ظنه أن صاحبها لایطلبها بعد ذٰلک ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیربین ان یحفظها حسبةً وبین ان یتصدق بها فان جاء صاحبها فامضی الصدقة یکون له ثوابها وان لم یمضها ضمن الملتقط الخ . عالمگیری، ص ۲۸۹/ج۲/ مطبوعه کوئٹه ، کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۹-۴۳۴ ج۶ کتاب اللقطة، ملتقی الابحر ص ۲۶-۵۲۵ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ویعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه ان صاحبها لایطلب بعد ذٰلک هوالصحیح .عالمگیری ،ص ۲۸۹/ج۲/ مطبع کوئٹه،کتاب اللقطة، ملتقی الابحر ص۵۲۵ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۷۸ ج۳، دار الکتب العلمیة بیروت.

چیل سے مرغی کا بچہ گرا اُس کو کیا کیا جائے؟

سوال:۔ بکر نے ایک مرغی کا بچہ چیل کے پنجہ سے چھڑالیا یا چیل نے خود اس کے آنگن میں بچہ گرادیا، بکر نے اس بچہ کی پرورش کی اور پال پوس کر اس کو بڑا بنایا، اس وقت اس کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تلاش کرنے کے بعد بھی اگر مالک کا پتہ نہ لگے تو کسی غریب کو دیدے، خود غریب ہوتو خود بھی رکھ سکتا ہے، مالک معلوم ہونے پر اس کو دیدے۔ کذا فی البحر الرائق [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۸۹ھ

سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال

سوال:۔ سیلاب میں بہت سی چیزیں مویشی وغیرہ بہہ کر آتی ہے، کیا اس کو استعمال کرسکتے ہیں، جبکہ پتہ نہ ہو کہ کس کی ہے اور کہاں کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں، لقطہ کی طرح مالک کو تلاش کرکے اس کے حوالہ کیا جائے، [2] ہاں اگر خود غریب مصرف صدقہ ہے، تو خود بھی استعمال کرسکتا ہے، [3] لیکن اگر مالک

---

[1] وينتفع بها لوفقيراً والا تصدق علىٰ اجنبي ولابويه وزوجته وولده لوفقيراً الخ . البحرالرائق ،ص ۱۵۷/۵/ مطبع كوئٹه كتاب اللقطة، عالمگيری ص۱۹۲ ج۲ كتاب اللقطة، مطبوعه كوئٹه، درمختار على الشامی زكريا ص۴۳۷-۳۸ ج۶ كتاب اللقطة.

[2] والحطب فی الماء ان لم يكن له قيمة ياخذه وان له قيمة فهو لقطة، (بقيه اگلے صفحه پر)

آئے اور مطالبہ کرے تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کرنے کا حکم ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خوف دشمن سے جو مال چھوڑ کر چلا جائے اس کا حکم

سوال:۔ وہ مال کہ کوئی شخص دشمن کے مقابلہ میں گیا بوجہ خوف دشمن مال چھوڑ کر چلا آیا اتفاقاً دشمن بہت دور ہے، اور وہاں پر کوئی نہیں فقط وہاں کے باشندے ہیں، مال مذکور کو وہاں کے باشندے تصرف کر سکتے ہیں، یا نہیں، لڑنے والے دونوں فرقے کافر ہیں، مال مذکور کا کیا حکم ہے، اس کو مال فئے کہیں گے، یا مال غنیمت یا مال زائد؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں کے باشندہ کو اس مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں، اور اس مال کو مال فئے اور غنیمت نہیں کہہ سکتے ہے[۲] اگر اس کو مسلمان اٹھالیں گے، تو وہ ان کی ضمان میں آجائے گا، اور اس

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) البحرالرائق، ص۱۵۳/ج۵/ مطبع کوئٹہ، کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۴۴ ج۶ کتاب اللقطة.

[۳] ان کان الملتقط محتاجاً فله ان يصرف اللقطة الیٰ نفسه بعد التعريف. عالمگیری کوئٹہ ص۲۹۱/ج۲/ کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ ج۶ کتاب اللقطة، النهر الفائق ص۲۸۳ ج۳ دار الکتب العلمية بيروت.

(**صفحہ ہذا**) [۱] وان لم يمضها ضمن الملتقط الخ عالمگیری، ص۲۹۸/ج۲/ (مطبوعه کوئٹہ کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۹-۴۳۸ ج۶ کتاب اللقطة، النهر الفائق ص۲۸۰ ج۳، دار الکتب العلمية بيروت.

[۲] الغنيمة مانيل من الکفار عنوةً والحرب قائمة والفئی مانيل منهم بعد. الدرالمختار علی الشامی، ص۲۲۳/ج۶/ مطبع زکریا، مطبوعه کراچی، ص۱۳۷/ج۴/ کتاب الجهاد، (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

کا اصل مالک کو پہنچانا ضروری ہوگا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی غیر مسلم کا قرض ہو جولا پتہ ہو

سوال:۔ کسی غیر مسلم کا میرے ذمہ روپیہ واجب الاداء ہے اب اس کا پتہ نشان نہیں نہ اسکے خاندان کا پتہ ہے، میں روپیہ اداکرکے بارقرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں، مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی غریب کو بہ نیت گلوخلاصی صدقہ کردیں[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص پاکستان چلا گیا اسکے سامان اورمکان کا حکم

سوال:۔ احمد کا کمرہ یہاں ہے یہ پاکستان گئے تھے، وہیں مقیم ہوگئے، ان کے کمرہ میں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب الغنم وقسمته، عالمگیری ص۵-۲۰۴ ج۲ کتاب السیر الباب الرابع فی الغنائم الخ، مطبوعه کوئٹه، سکب الانهر ص ۴۲۱ ج۲ کتاب السیر والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(**صفحہ ہذا**) [۱] وفی المحیط رفع شئی ضائع للحفظ علی الغیر لاللتملیک وهٰذایعم ماعلم مالکه الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۶/۴۳۳، مطبوعه کراچی ص۴/۲۷۶، کتاب اللقطة، البحرالرائق ص ۱۴۹ ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص۲۷۶ ج۳ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] علیه دیون ومظالم جهل اربابها وأیس من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا،ص ۴۴۳/ج۶/ مطبوعه کراچی،ص ۲۸۳/ج۴/ کتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص ۵۳۱ ج۲ وسکب الانهر ص ۵۳۱ ج۲ کتاب اللقطة، دار الکتب العلمیة بیروت.

کچھ سامان ہے، احمد صاحب کے پاس سامان کے لئے خط لکھا تو کوئی خاص جواب نہیں دیا، لیکن وہ حیات ہیں، اب ان کے سامان کے لئے کیا حکم ہے، زید جو احمد کے دوست ہیں، احمد کے کمرہ کا کرایہ دے رہے ہیں، اور انہوں نے اپنے ایک عزیز کو اس کمرہ میں رکھ بھی دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

جو سامان وہاں موجود ہے اس کو محفوظ رکھا جائے، اور مالک سے دریافت کرلیا جائے، وہ اگر ہبہ، بیع، صدقہ کرنے کو لکھے تو اس پر عمل کیا جائے، اگر مالک کہے تو کمرہ مالک کو دیدیا جائے، یا اس سے معاملہ کرلیا جائے، تاکہ وہ اس مغالطہ میں نہ رہے کہ احمد نے زید کو دے رکھا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

پاکستان منتقل ہونے والے کی جائیداد پر حکومت کا قبضہ

سوال:۔ محمد عبد الخالق از قانونِ حکومت ہندوستان کے باشندے ہیں، شخص مذکور اپنے والدین بہن اور ایک بھائی حافظ محمد عبد الحق، خویش اقرباء، کو چھوڑ کر بالاختیار حکومت میں درخواست دے کر پاکستان چلا گیا، جاتے وقت اپنے بھائی حافظ محمد عبد الحق سے کہا کہ میرے مال وزمین سے والدین کی خدمت کرنا، اور کُل جائیداد کے مالک تم ہو، محلّہ کی مسجد میں بھی اس قسم کے اختیارات بھائی کو دیا ہے، اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا ہندو لوگ میری داڑھی توڑنے کو کہتے ہیں، ہر اعتبار سے ستانے کی وجہ سے مجھ کو اس دیش سے نفرت ہوگئی ہے، بالآخر سب کو ناراض کر کے اپنی اولاد وازواج کو لے کر حکومت میں درخواست دے کر پاکستان چلا گیا، اب ۹/۸ سال وہیں رہا،

---

[1] لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولاولايته.الدرالمختار على الشامى زكريا ، ص ۲۹۱/ج۹/ مطبوعه كراچى ،ص ۲۰۰/ج۶/ كتاب الغصب، قواعد الفقه ص ۱۱۰، مطبوعه اشرفى ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

E:\F.M.Fainal\Jild-23\Luqta Ke Masael

اس دراز زمانہ میں والد کا انتقال ہوا، حافظ محمد عبدالحق نے مقروض ہوکر دوبیگھہ زمین کوفروخت کیا، اب وہ شخص پاکستان سے ہندوستان آیا، اور حکومت ہند میں مقدمہ دائر کیا کہ مجھ کوظلما بھیجا گیا، میں اس دیش کا باشندہ ہوں، تیس سال بعد حکومت ہند نے مقدمہ سے بری کردیا، اب وہ شخص دعویٰ کرتا ہے، بھائی کے مشتری سے کہ میری زمین مجھ کوواپس کرو، نہیں تو میں مقدمہ چلاؤں گا، وہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ فلاں بات ایسی اگر نہ ہوتو داڑھی کتروادوں گا، فلاں بات ایسی نہ ہوتو سنت رسول اللہ ﷺ چھوڑ دونگا، اب دریافت طلب چند سوالات کے جواب تحریر فرمائیں:۔

(۱) آیا شرعاً وہ اپنی زمین لوٹا سکتا ہے یانہیں؟ بصورت جواز ثمن مشتری کا ضمان دینا پڑے گا یانہیں؟

(۲) اس قسم کے صریح جھوٹ مقدمہ لڑانے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ عندالشرع شہادت اس کی کیسی ہے؟ اس کے پیچھے اقتداء کرنا وضانت میں شریک ہونا کیسا ہے؟

(۳) فلاں بات اگر ایسی نہ ہوتو داڑھی کتروادونگا، سنت رسول اللہ ﷺ چھوڑ دوں گا، کہنا کیسا ہے؟

(۴) مع الاختیار ہندوستان کوخیرآباکر کے جانا پھرآنا شرعاً جائز ہے یانہیں، باغی حکومت کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جولوگ باقاعدہ حکومت کواطلاع کرکے پاکستان گئے، ان کی جائیداد پرحکومت نے قبضہ کرلیا ہے، اوراستیلائے حکومت کی وجہ سے وہ جائیداد حکومت کی ہوگئی، بھائی یاکسی کوبھی یہ کہنا کہ میری جائیداد کے مالک تم ہومفید نہیں،[1] اگر حکومت نے مالکانہ قبضہ نہیں کیا اور جائیداد بھائی کو

[1] واذا غلبوا علیٰ اموالنا والعیاذ باللّٰہ واحرزوھا بدارھم ملکوھا الخ ھدایہ، ص ۵۸۱/ ج۲/ (مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، عالمگیری ص۲۲۵ ج۲ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۶۷ ج۶ کتاب الجھاد، باب استیلاء الکفار.

دیدی اور بھائی نے اس پر قبضہ کرلیا تو وہ جائیداد بھائی کی ہوگئی، شرعاً اس سے واپس لینے کا حق نہیں،[۱] بھائی نے جوزمین فروخت کردی اس کی واپسی کا بھی حق نہیں، کذا فی الشامی۔[۲]

(۲) جھوٹ بولنا، اور جھوٹا مقدمہ لڑنا کبیرہ گنا ہے، جوشخص ایسا کرے وہ امامت کے لائق نہیں۔کذا فی ردالمختار۔[۳]

(۳) جہالت ہے، منع ہے، دین سے بعد ہے۔

(۴) اس کے لئے کوئی کلی حکم سب کے لئے نہیں، مختلف حالات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صاحب حق کی طرف حق پہنچانے کی صورت نہ ہوتو

سوال:۔ میں ایک محلّہ میں رہتا تھا، وہاں ایک دودھ والا آیا کرتا تھا جو کہ گاؤں سے آتا تھا، وہ پورے محلّہ کو دودھ دیا کرتا تھا، اور یہ غیرمسلم تھا میں نے جب وہ محلّہ چھوڑا تو اس کے کچھ

---

[۱] فلووهب لذی رحم محرم منه نسبا ولوذميا أومستا منا لايرجع،الدرالمختار على الشامی زکریا، ص ۵۱۲/ ج۸/ مطبوعه کراچی،ص ۷۰۴/ج۸/ کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، البحر الرائق ص۲۹۴ ج۷ کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص۵۰۳ ج۳ کتاب الهبة، باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] منع الرجوع من المواهب سبعة .وخروجها عن ملک موهوب لهٗ . شامی ،ص ۵۰۵/ج۸/ مطبع زکریا مطبوعه کراچی،ص ۶۹۹/ج۵/ باب الرجوع فی الهبة، مجمع الأنهر ص۵۰۲ ج۳ کتاب الهبة باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر کوئٹه ص۲۹۳ ج۷، کتاب الهبة

[۳] ويكره امامة عبدواعرابی وفاسق قال الشامی لعل المرادبه من يرتكب الكبائر ، الدرالمختار مع الشامی زکریا،ص۲۹۸/ج۲/ مطبوعه کراچی ، ص۵۶۰/ ج۱/ کتاب الصلوٰة،باب الامامة، حلبی کبیری ص۵۱۳، کتاب الصلاة فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴ باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالإمامة، مطبوعه مصری.

روپئے میری طرف نکلتے تھے، اس لئے میں نے ایک محلّہ کے زمین دار آدمی کو کہدیا کہ آپ اس سے ہمارا حساب کر لینا، اور جتنے روپئے بتائے مجھ سے لے لینا، جب وہ اس محلّہ میں آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ اس نے جواب دیا کہ ان کا اور ہمارا حساب ہوگیا، ان پر ہمارکوئی پیسہ نہیں ہے، لیکن جب اس سے کہا گیا کہ وہ کہہ گئے ہیں، اور بتا رہے تھے اور اس کے روپئے تھے بھی تو اس نے کہا حساب دیکھ کر بتاؤں گا پھر کئی ہفتہ دودھ دینے ہی نہیں آیا، اس کے بعد آیا تو انہوں نے پھر اس سے کہا تو وہ پھر دو تین ہفتہ دودھ دینے نہیں آیا، اس کے بعد پھر آیا تو پھر انہوں نے کہا تو پھر آج تک واپس نہیں آیا، اور اس کے گاؤں اور نام کا پتہ نہیں کیا ہے، تلاش بھی کرایا، مگر کسی محلّہ والے کو پتہ نہیں ہے، اب بتایئے میں اس میں کیا کروں، اس پیسہ کو کس کو دوں؟ اس کا قرض دار ہوں، کل آخرت میں یہ مجھ سے مانگے گا اس لئے مجھے پریشانی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے نزدیک اس دودھ والے کے جتنے پیسے آپ کہ ذمہ ہوں وہ پیسے ان صاحب کو دیدیں، جن کے پاس وہ کبھی کبھی دودھ دینے آتا ہے، کہ جب بھی آئے، اس کو وہ دیدیں اس میں جتنی مدت بھی انتظا کرنا پڑے، جب اس کی زندگی کی ہی توقع نہ رہے اور سمجھیں کہ مرگیا ہوگا، تو اتنے پیسے کسی غریب کو صدقہ کردے کہ یا اللہ اس کے وبال سے مجھے بچانا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۲ھ

---

[1] علیه دیون ومظالم جهل أربابها وأیس من علیه ذٰلک من معرفتهم فعلیه التصدق بقدر ها من مالهٖ الخ ،درمختار علی الشامی ،ص۴۴۳/ ج۶/ (مطبوعه زکریا دیوبند)کتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص ۵۳۱ ج۲ وسکب الأنهر علی هامش المجمع ص ۵۳۱ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب اللعلمیة بیروت.

کسی درخت سے گرا ہوا پھل اٹھانا

سوال:۔ زید کا ایک باغیچہ ہے اور درخت ہیں، کوّے نے بیٹھ کر پھل کو درخت سے نیچے گرادیا، وہ پھل اسی درخت کے نیچے ہے، اب اگر کوئی شخص اس پھل کو اٹھا کر کھالے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس گرانے کی وجہ سے وہ پھل زید کی ملک سے نہیں نکلا، بغیر مالک کی اجازت کے اس کا لینا اور کھانا درست نہیں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۸ھ

دوسرے کا کبوتر اپنے گھر آجائے تو کیا کرے

سوال:۔ ایک کبوتر زید کے گھر میں باہر سے آکر رہ گیا، اور مدت تک رہا، جس کو زید نے بھگایا، مگر اُڑکر پھر اس کے بالاخانہ میں رہنے لگا، یہاں تک کہ زید بھگاتا رہا، اور وہ اڑتا پھر آجاتا، اب اس کے دوچار بچے ہوچکے ہیں، اور کبوتروں کا سلسلہ بڑھنے لگا ہے، زید کی عدم موجودگی میں بچوں نے چند کبوتر ذبح کرکے کھالئے، غالبًا یہ کبوتر محلّہ کے کسی ہندو کا ہے، تو اب کیا

---

[1] اذامر الرجل بالثمار فی ایام الصیف وارادأن یتناول منها والثمار ساقطة تحت الاشجارفان کان ذالک فی المصر لایسعه التناول الا اذا علم أن صاحبها قد أباح إمانصاً أودلالة بالعادة الخ. عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۳۲، کتاب الکراهیة الباب الحادی عشرفی الکراهة فی الأکل الخ، شامی مع الدرالمختار مطبوعه دار الفکر ص ۴/۲۸۴ کتاب اللقطة، مطلب فیمن وجد حطباً، فی نهی او وجد جوزا او کمثری، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲/۵۳۱، کتاب اللقطة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کبوتر جنگلی نہیں بلکہ پلا ہوا ہے، اور معلوم ہے کہ فلاں شخص کا ہے، تو اس کو وہ واپس کردیں، پھر اگر وہ مادہ ہے تو اس کے بچے بھی اسی کے مالک کے ہونگے، جو بچے ذبح کرکے کھائے ہیں، ان کی قیمت اور جو بچے موجود ہیں وہ بھی مالک کو دیں، یا اس سے خرید لیں، اگر وہ نر ہے تو صرف وہی مالک کو واپس کریں، اور اس کی وجہ سے جو بچے ہوئے، وہ اس کے نہیں نہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ واپس کرنے کی۔ **کذافی الدرالمختار وردالمحتار**[1] **کتاب اللقطة، ج۳/ص ۳۲۳ نعمانیه**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سفر میں سامان بدل گیا تو ایک سال انتظار کرکے صدقہ کردیں

سوال:۔ چار آدمی دہلی میں سفر کررہے تھے، جب ہم نے سامان اُتارا تو ہماری اٹیچی بدل گئی، یہ جب معلوم ہوا، جب ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے، اب ہم اس کا کیا کریں، کیا اپنے سامان کے بدلے میں رکھ لیں، جو اٹیچی رہ گئی ہے، وہ ایک بے چارے غریب طالبعلم کی تھی، جو بہت ہی غریب ہے اس میں کچھ سامان زیادہ ہے؟

---

[1] محضنة ای برج حمام اختلط اهلی لغیره، المراد بالاهلی ماکان مملوکا لاینبغی ان یاخذه وان اخذه طلب صاحبه لیرده علیه لانه کاللقطة فان فرخ عنده فان کانت الام غریبة لایتعرض لفرخها لانه ملک الغیر لان ولد الحیوان یتبع امه وان الام لصاحب المحضنة والغریب ذکرفالفرخ لهٗ (درمختارمع الشامی کراچی، ج۴/ص ۲۸۴/ کتاب اللقطة، مطلب فیمن وجد فی نهر اووجد جوزااوکمثری)، النهر الفائق ص۲۸۴ ج۳ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۵۸ ج۵ کتاب اللقطة.

الجواب حامداً ومصلیاً

یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آپ کی اٹیچی اس شخص نے لی، جس کی اٹیچی آپ کے پاس آئی ، یا کسی اور نے لی اور معلوم نہیں کہ آپ کی اٹیچی میں کیا سامان تھا، اب بہتر یہ ہے کہ کچھ مدت تک اس کو تلاش کی جائے، اور جب دل گواہی دینے لگا کہ اب اس کا پتہ نہیں چلے گا، تو پھر اس اٹیچی کو صدقہ کردیں، اور اس میں جو سامان ہے اس کو بھی صدقہ کردیں، اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وبا سے محفوظ رکھے، جس شخص کی اٹیچی وہاں رہ گئی تھی اگر وہ غریب مستحق صدقہ ہے تو اس کو خود بھی رکھنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۹۹ھ

مالک نے کہا کہ باغ کا جو پھل جو لیلے وہ اسی کا

سوال:۔ زید ایک پھل کے درخت کا مالک ہے، پھل آنے پر جو پھل پک کر تیار ہوگئے ہیں، وہ زید اُتار لیتا ہے، اور جو بھی کچے ہیں ان کے متعلق کہتا ہے کہ جو چاہے استعمال کرے، یعنی اپنی ملکیت سے خارج کردیتا ہے، کیا ایسے پھل ہرکس وناکس کو استعمال کرنا جائز ہے اور کیا یہ پھل وقف کئے جاسکتے ہیں؟

[1] فان اشهدعليه بانه اخذه ليرده على ربه وعرف اى نادى عليها الىٰ ان علم ان صاحبها لايطلبها اوانها تفسدان بقيت كالاطعمة الىٰ قوله فينتفع الرافع بها لوفقيرا والا تصدق بها علىٰ فقير، الدر المختار مع الشامی كراچی مختصراً ج۴/ص۲۷۸/ اول كتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص۵۲۴ تا۵۲۶ ج۲ أول كتاب اللقطة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه، ص ۱۵۱، ۱۵۳، ج۵ كتاب اللقطة.

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک نے ان کچے پھلوں کو دوسروں کے لئے مباح کردیا، لہٰذا دوسرے لوگ بھی لے سکتے ہیں،[1] لیکن اپنی ملکیت سے خارج نہیں کیا، نہ کسی کو مالک بنایا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۲۲ ۱۴۰ھ

---

[1] ولوکان الثمر علی الشجرفالافضل أن لایؤخذ مالم یوذن له الخ .شامی زکریا ، ج۶/ص۴۴۵/ کتاب اللقطة. عالمگیری کوئٹه ص۲/۱۹۰، کتاب اللقطة القی شیئا وقال من اخذہ فهو له فلمن سمعه او بلغه ذلک القول ان یأخذہ، رد المحتار علی درالمختار ص۶/۴۴۵، کتاب اللقطة، مطلب القی شیئا وقال من اخذہ فهو له، مطبوعه زکریا دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرکت اور مضاربت کے احکام

شرکت ومضاربت

سوال:۔ زید،عمر،بکر، خالد چاروں نے مل کر ایک کپڑے کی دوکان ڈالی، ان چاروں نے ایک پانچویں شخص محمود کو چلانے کے لئے دی اور یہ محمود اس دوکان میں شریک نہیں،صرف چلانے کے عوض میں اس کو نفع کا نصف حصہ ملے گا،اور باقی نصف شرکاء میں تقسیم ہوجائے گا،اب اس کے بعد محمود کو نفع کا نصف حصہ کم پڑتا ہے،اس لئے اس نے شرکاء سے کہا کہ ہرمہینہ تنخواہ مقرر کردو نصف حصہ پر،تو شرکاء نے جواب دیا کہ یہ صورت جائز نہیں ہے،اس لئے محمود نے کہا ہر مہینہ مجھے بعنوان ہدیہ سو روپے دیا کرو تو اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ محمود کا یہ تاویل کر کے سو روپیہ لینا اور شرکاء کو بھی اس طرح دینا بھی جائز ہے کہ نہیں؟ کیا یہ صورت مضاربت کی ہے؟

(۲) اسی صورت مذکورہ میں محمود جو دوکان چلانے والا ہے،ان چاروں شرکاء کے ساتھ اگر وہ بھی شریک ہوجائے تو اب اس کو دوکان چلانے کے عوض میں نصف کا پانچواں حصہ ملتا ہے،اور رأس المال میں شریک ہونے کی وجہ سے نصف کا پانچواں حصہ بھی ملتا ہے، آیا یہ صورت جائز ہے کہ نہیں؟

(۳) اگر محمود راس المال میں بھی ان چاروں کے ساتھ شریک ہے اور دوکان چلانے کے لئے بعنوان ہدیہ، ہرمہینہ لیتا ہے، اور نفع کا ہر حصہ بھی چلانے کے عوض میں، مطلب یہ ہے کہ اس کو تین طریقہ سے آمدنی ہوتی ہے،ایک رأس المال میں شرکت کی وجہ

سے اور ایک دوکان چلانے کے عوض میں نفع کا نصف حصہ اور ہر مہینہ بعنوان ہدیہ سو روپے، تو یہ صورت عندالشرع جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) مضاربت کے لئے ضروری ہے کہ نقد مضارب کے حوالہ کیا جائے، خود مال خریدے، پس اگر ان چاروں شرکاء نے کپڑا خرید کر دوکان قائم کرلی اور پھر وہ دوکان محمود کو چلانے کے لئے دی تو یہ مضاربت صحیح نہیں ہوئی، محمود اس کے نفع میں شریک نہیں، بلکہ اجر مثل کا مستحق ہے[۱]، اگر نقد روپیہ محمود کو دیا اور کپڑے کی دوکان کے لئے اس سے کہدیا اور محمود نے کپڑا خرید کر کام شروع کیا تو مضاربت صحیح ہے، لیکن وہ نفع میں شریک رہے گا، تنخواہ کا مستحق نہیں ہے، مزید سو روپے کا نام ہدیہ رکھنے سے ہدیہ نہیں ہوگا، ہدیہ کا اس طرح جبریہ مطالبہ نہیں ہوا کرتا ہے، لہٰذا یہ تنخواہ ہی ہے جو کہ ناجائز ہے، نفع ہونے کی صورت میں مضارب خود ہی شریک بن جاتا ہے، اور مضاربت خود اس کا بھی کام ہوتا ہے، اور اپنے (کل یا جز) کام کی تنخواہ لینے کے کوئی معنی نہیں[۲]۔

---

[۱] ومنها ان یکون المال مسلما الی المضارب لایدلرب المال فیه فان شرطا ان یعمل رب المال مع المضارب تفسد المضاربة الیٰ قوله والمضارب اذا عمل فی المضاربة الفاسدة وربح یکون جمیع الربح لرب المال وللمضارب اجرمثله فیما عمل (عالمگیری، ص ۲۸۶-۲۸۸/ ج۴/ کتاب المضاربة. مجمع الانهر ص۴۴۵/۳، کتاب المضاربة، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت، البحرالرائق ص ۲۶۴/۷، کتاب المضاربة، هدایه ص۲۵۸/۳، کتاب المضاربة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] من شرطها أن یکون الربح بینهما مشاعاً لایستحق احدهما دراهم مسماة من الربح فان شرط زیادة عشرة فله اجرمثله لفساده (هدایه، ص ۲۵۸/ ج۳/ کتاب المضاربة) مطبوعه یاسرندیم کمپنی دیوبند. مجمع الانهر ص ۴۴۶/۳، کتاب المضاربة، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت. منحة الخالق علی بحرالرائق کوئٹه ۲۶۳/۷، کتاب المضاربة، هدایه ص۲۵۸/۳، کتاب المضاربة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Shirkat aor Muzaribat Ke Ahkam

(۲) اس صورت میں بھی تنخواہ لینا جائز نہیں۔

(۳) اس صورت میں بھی تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، کمامرّ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

خیانت کر کے مضارب نے مکان خریدا اب وہ مکان کس کا ہوگا؟

سوال: ۔ خالد اپنا روپیہ دے کر بکر سے بطور کمیشن کاروبار چمڑے و چربی کا کراتا ہے، حسب ضرورت کیف ما اتفق برابر روپئے دیئے جاتا ہے، پھر چالان روانگی مال خالد و بکر کا لین دین حساب بھی باہم سمجھ لیا کرتے ہیں، یہ کاروبار تقریباً تین چار سال سے جاری ہے، چار پانچ ماہ ہورہے ہیں، بکر نے جعلی خریداری کی رسید بنا کر خالد کو دکھلا کر معمول سے زائد رقم لے کر ایک مکان خرید کر والد کے نام رجسٹری کرادیا، جس کا کرایہ بھی چالیس روپیہ ماہوار مل رہا ہے، جب خالد کو بکر کی اس بات کا علم ہوا، تو خالد نے بکر کے والد کو لکھا جس پر انہوں نے بکر کو بیحد ملامت کی اور کہا کہ خالد باقاعدہ حساب کر کے لکھیں ان کا کس قدر کمیشن تھا، یا رہتا ہے، اور بکر سے بالکل کاروبار بند کردیجئے، موجودہ مال اپنے قبضہ میں لے لیجئے، یعنی رقم میں اپنی بساط کے مطابق ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا، خاطر جمع رکھیں لیکن خالد نے غالباً کسی مصالح کے پیش نظر بکر سے اپنا کاروبار جاری ہی رکھا ہے، اب خالد کا تقاضا ہورہا ہے، کہ مکان میرے نام منتقل کردیا جائے، میرے پیسہ سے خریدا گیا ہے، اور کرایہ کا بھی میں ہی حقدار ہوں، تا آنکہ جب تک میرا بقایا ہی وضع کرتے رہیں، اور والد بھی ماہ بماہ دے رہے ہیں، بتدریج انشاء اللہ جلد ہی ادا ہوجائے گا، بہرحال ادائے گی ہورہی ہے، اب کیا جانے کیوں تقاضا شدید بار بار ہورہا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:۔

(۱) اپنے نام خالد وہ مکان شرعاً منتقل کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) خالد ہی کرایہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۳) چمڑے و چربی میں بعض بعض موقعوں پر بوقت ضرورت اسامیوں کو مال حاصل کرنے کے لئے پیشگی رقم بھی دی جاتی ہے، بعض بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ گاہے گاہے رقم تو دیتے ہیں، یہ خسارہ کون برداشت کرے گا، رب المال یا کمیشن دار؟

(۴) بعض وقت نقصان ہوجاتا ہے، تو نقصان کس طرف عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

خیانت اور بددیانتی معلوم ہونے کے باوجود خالد نے کاروبار بدستور جاری رکھا اوراس کو فسخ نہیں کیا، اور بکر کے والد کی بات پر اعتماد کرکے مابقی رقم کو ماہ بماہ (بساط کے موافق) لیتے رہنے پر رضامندی دیدی، اب مکان مذکور کو اپنے نام منتقل کرنے کا حق نہیں رہا،[1] ہاں اگر ماہ بماہ ادا کرنے کا وعدہ پورا نہ ہو تو پھر پوری رقم یک لخت وصول کرنے کا حق ہوگا، خواہ نقد کی شکل میں ہو خواہ مکان وغیرہ کی شکل میں، محض اس وجہ سے کہ بکر نے خیانت کرکے اور غلط جعلی خریداری دکھلا کر رقم بچائی، اور اس سے مکان اپنے والد کے نام خرید لیا وہ مکان خالد کی ملک نہیں ہوا۔

(۲) جب وہ مکان خالد کی ملک نہیں ہوا تو اس کے کرایہ کا مستحق بھی خالد نہیں[2]، البتہ اپنی بقایا رقم کے عوض میں کرایہ کو محسوب کرنے کا معاملہ اگر ہوجائے تو یہ درست ہے۔

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولاولایته (الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۲۹۱/ج۹/) کتاب الغضب) مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ . الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفصل الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] ومنها ای شرائط الاجارة الملک والولایة (عالمگیری، ص ۴۱۰/ج۴/ کتاب الاجارة. بدائع الصنائع کراچی ص ۱۷۹/۴، کتاب الاجارة، فصل: واما شرائط الرکز فانواع.

(۳) یہ مضاربت کی شکل ہے، مضاربت میں جس قدر نفع ہوا اس میں رب المال اور مضارب (کمیشن دار) دونوں شریک ہوتے ہیں، مثلاً ایک روپیہ نفع ہو تو چار آنے کمیشن دار کو ملیں گے، اور بارہ آنے رب المال کو یا کسی اور نسبت سے یہ شرکت تجویز ہو جائے[1]، اگر نقصان ہو تو وہ سب اولاً نفع میں سے لگایا جائے گا، اگر نفع نہ ہو یا نفع سے زائد نقصان ہو جائے تو یہ زیادتی رب المال کے ذمہ ہوتی ہے، کمیشن دار پر اس کا تاوان نہیں پڑتا[2]۔

(۴) اس کا جواب بھی وہی ہے، جو نمبر۳ر کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۱ھ

مضارب نفع میں شریک ہے نقصان میں نہیں

سوال:۔ زید اور بکر کی شرکت تجارت میں اس شرط کے ساتھ ہوئی ہے کہ زید کی رقم اور بکر کی محنت، معاہدہ یہ طے ہوا ہے کہ نفع ونقصان میں نصف نصف ہوگا، اگر بکر نے اصل رقم میں یعنی رأس المال کی زکوٰۃ مالک یعنی زید کی رقم میں سے اس کے سامنے نکالی مگر یہ صاف ظاہر نہیں کیا کہ یہ رقم نفع میں کی ہے، یا صرف اصل مالک کے نفع کے حصہ کی ہے، جو کہ مالک یعنی زید کا نفع بھی اس میں شامل ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

---

[1] لا تصح المضاربة حتى يكون الربح مشاعا بينهما، بان يكون اثلاثا او منصفا ونحوهما الخ، مجمع الانهر ص ۳/۴۴۶، كتاب المضاربة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۷/۲۶۴، كتاب المضاربة، هدايه ص ۳/۲۵۸، كتاب المضاربة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] وما هلك من مال المضاربة صرف الى الربح اولا دون رأس المال ...... فان زاد الهالك على الربح لا يضمن المضارب لكونه امينا سواء كان من عمله اولا، مجمع الانهر ص ۳/۴۵۸، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۳/۲۶۶، باب المضارب يضارب، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۴/۲۶۸، باب المضارب يضارب.

اور اگر ادا نہیں ہوئی تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ معاملہ فاسد ہے مضاربت میں کام کرنے والا (مضارب) صرف نفع میں شریک رہتا ہے، نقصان میں شریک نہیں رہتا[1] اب جو کچھ زکوٰۃ کے نام سے پیسے دیئے ہیں اس سے اصل مالک (رب المال) زید کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، البتہ اگر زید نے اجازت دی ہو تو درست ہے[2]، بکر نفع میں شریک نہیں بلکہ اجر مثل کا مستحق ہے، نفع سب زید کا ہے[3]، اور جو پیسے بلا اجازت خرچ کئے ہیں، اس کا ضمان لازم ہے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۶/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۶/۸/۹۰ھ

---

[1] انما كانت الوضيعة على رب المال (بدائع زكريا، ص ۱۱۶/ج۵/ كتاب المضاربة) مايرجع الى العاقدين. هدايه ص ۳/۲۶۲، باب المضارب يضارب، مطبوعه ياسر نديم، ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص ۳/۴۵۸، باب المضارب يضارب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] ليس لاحد الشريكين ان يؤدى زكاة مال الآخر الا باذنه، عالمگيری كوئٹه ص ۲/۳۳۶، كتاب الشركة، الباب السادس فی المتفرقات، مجمع الانهر ص ۲/۵۶۵، كتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] المضارب اذا عمل فی المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب احد مثله الخ، عالمگيری كوئٹه ص ۴/۲۸۸، كتاب المضاربة، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۳/۴۴۴، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق ص ۷/۲۶۴، كتاب المضاربة، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[4] لا يجوز لاحد ان يتصرف فی ملک غيره بلا اذنه ...... وان فعل ضامناً، شرح المجلة ص ۱/۶۱، رقم المادة (۹۶) مطبوعه كوئٹه، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۴/۷۸، كتاب الغصب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

شرکت کی ایک صورت

سوال: ۔عمر اور بکر دو سگے بھائی ہیں، عمر بڑا اور بکر چھوٹا ہے، کچھ عرصہ پہلے عمر اور بکر میں زبانی یہ طے پایا کہ شرکت میں ایک دوکان کھولی جائے دریں اثناء عمر کی وساطت سے عمر کے برادر طریقت سے ایک دوکان ملی جو کہ مذکورہ برادر طریقت زید نے یہ کہہ کر آٹھ ہزار روپئے پگڑی پر دی کہ یہ صرف عمر کی وجہ سے دے رہا ہوں، دوکان کی رسید وغیرہ بدلوانے میں دو ہزار روپئے خرچ ہوئے، زید نے عمر اور بکر سے صرف دو ہزار روپئے نقد لیا، جو کہ بکر نے اپنی جیب خاص سے ادا کیا، زید نے باقی چھ ہزار روپئے بیرون ملک لینا چاہا عمر نے اپنے کسی دوست سے چھ ہزار روپئے اپنی شخصی ضمانت پر زید کی خواہش کے مطابق دلوایا اور بعد ازاں عمر نے ایک ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے ادا کرایا اور اب زید کے صرف ایک ہزار باقی تھے، دوکان چلانے کے لئے بھی روپیہ درکار تھا، عمر نے اپنے ایک اور برادر طریقت شعیب سے ایک ہزار روپیہ اپنی ضمانت پر لے کر دوکان میں لگا دیا، مذکورہ شعیب برادر ہونے کے علاوہ عمر اور بکر کی والدہ کے مکان میں کرایہ دار بھی ہے، جنہوں نے دو یا تین سال کے بعد یہ روپیہ مذکورہ لیا اپنے کرایہ میں منہا کرایا اور مکان کی آمدنی میں سے یہ روپیہ عمر اور بکر کی والدہ کو ادا کر دیا گیا، ایک ہزار روپیہ زید کا رہ گیا تھا، وہ زید نے دہلی آکر دوکان کی آمدنی سے وصول کر لیا جو کہ بخوشی دوکان کی آمدنی سے ہی دیا گیا، دو ہزار روپیہ جو کہ رسید کے بدلوانے پر صرف ہوا وہ بھی دوکان کی آمدنی سے دیا گیا مذکورہ بالا چھ ہزار روپئے تین سال کی مدت میں مذکورہ دوست کو آہستہ آہستہ دوکان کی ہی آمدنی سے دیا گیا، اب دوکان کسی کی قرضدار نہیں رہی، یہ بھی قابل ذکر ہے کہ دوکان کی رسید بدلوانے کے دوران بکر نے دونوں دوکان اپنے ہی نام رکھیں جب کہ عمر نے ایک دوکان اپنے اور دوسری بکر کے نام رکھنے کی ہدایت کی تھی مگر بکر نے ایسا نہیں کیا، جب باز پرس کی گئی تو یہ کہہ دیا گیا کہ بزرگوں

کا حکم ایسا ہی ہے عمر نے بات کو خراب نہ کرنے اور دنیا کی جگ ہنسائی سے بچنے کی خاطر کام کو اس امید پر جاری رکھا کہ کبھی تو بکر کو خیال ہوگا اور ہماری شرکت جاری رہیگی، اسی طرح سات سال بیت گئے، بکر نے بعد ازاں ایسا رویہ اختیار کرلیا جس کی وجہ سے عمر کو دوکان جوں کی توں چھوڑنی پڑی، اس سات سال کے دوران تمام تر آمدنی بکر کے پاس رہی اور بکر اپنی مرضی سے کچھ بھی کرتا رہا، اور عمر کے پاس کوئی پیسہ اس سلسلہ میں نہیں آیا، جو ایک ہزار روپیہ وہ مکان کی آمدنی سے کچھ وصول کرلیا تھا، دوکان میں مرمت اور ضروریات ضرور عمر کے مشورہ سے ہوتی رہی، دوکان مذکور کا کاروبار آٹھ سال تک دونوں مل کر چلاتے رہے، اور پھر علیحدہ ہوجانے کے بعد بکر نے وہی دوکان وغیرہ ۴۵؍ ہزار روپئے میں ایک دوکان کی آمدنی سے خرید کرلیں، اور اب اس جائیداد کی قیمت قریب ایک لاکھ روپئے ہوگئی، از روئے شرع فرمائیں کہ عمر کی شرکت شرعی یا قانون اس میں ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ دوئم کہ اب چوں کہ جائیداد اسی مکان کی شرکت شدہ آمدنی سے نہیں ہے، کیا اس میں آدھا حصہ عمر کا ہوسکتا ہے، اگر عمر بالکل منحرف ہوجائے تو ایسے شخص کا شرع کی رو سے کیا مقام ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

شرکت میں تو دوکان شروع ہی کی گئی ہے، اس میں کیا شبہ ہے جب تک معاملہ شرکت کو ختم نہیں کیا گیا، برابر شرکت باقی رہی اور حسب قرار داد عمر بھی آمدنی کا مستحق رہا، شرکت کا معاملہ کرکے کام شروع کرنے کے بعد (جب آمدنی زیادہ ہوجائے) شرکت سے منحرف ہوجانا اور حسب قرار داد آمدنی سے حصہ نہ دینا سخت گناہ اور غصب ہے، جس کا وبال بھی سخت ہے[1]، پھر بھائی کے ساتھ یہ روش تو اور بھی خطرناک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹؍۴؍۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۳۰؍۴؍۹۲ھ

[1] عن عبداللّٰہ بن السائب بن یزید عن ابیہ ...... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)**

تجارت، شرکت، معاہدہ

سوال:۔ سائل کا بیان ہے کہ زید، عمر، بکر تین بھائی تھے، ان تینوں کے کاروبار مشترک تھے، ۱۹۵۰ء کے درمیان تنخواہ کی کمی وزیادتی اور دیگر شرائط کے سلسلہ میں ایک معاہدہ ہوا پھر ۱۹۵۲ء میں ایک بھائی یعنی زید کا انتقال ہوا بقیہ دو بھائیوں کے درمیان مختلف امور میں اختلاف تنازع ہوتا رہا، یہاں تک کہ ۱۹۵۸ء میں ان کے والد صاحب نے دونوں بھائیوں کو اور مرحوم زید کے وارثوں کو جمع کر کے ایک حکم نامہ حصص کی تقسیم اور تنخواہ کی کمی وزیادتی کے اور کاروبار کے سلسلہ میں لکھوادیا جو کہ کئی دفعات پر مشتمل تھا، اس کی دفعہ نمبر ۵/ نمبر ۴/ رہے کہ موجودہ کاروبار تم تینوں مل کر تین سال تک نبھانا اور اس تین سال کے اندر جو بھی نئے کاروبار ہونگے، وہ تینوں کے مشترکہ ہوں گے، اور دفعہ ۲/ میں لکھا ہے کہ اس حکم نامہ سے ۱۹۵۰ء والا معاہدہ منسوخ قرار دینا، پھر آخر میں سب نے دستخط کئے اور منظور بھی کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اب پھر کچھ عرصہ سے دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف ہوگیا، شدید اختلاف کی وجہ سے عمر نے چھوٹے بھائی بکر کو اور زید کے ورثاء کو مطلع کردیا کہ اختلاف کی وجہ سے کاروبار بڑھانا مناسب نہیں ہے، اس لئے میں لکھتا ہوں کہ والد صاحب مرحوم نے جو حکم نامہ میں جن کا کاروبار کو سنبھالنے کے لئے حکم دیا تھا، اس کو ویسے ہی تین سال تک نبھاؤنگا، اور آج کے بعد سے جو بھی نیا کاروبار کروں گا، وہ میرا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ...... عن جده انه سمع النبی ﷺ یقول لایاخذن احدکم متاع اخیه لاعباً جاداً. (ابوداؤد شریف، ج ۲/ ص ۶۸۳/) کتاب الادب ،باب ماجاء فی المزاح.

ترجمہ:۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال نہ مذاق میں لے اور نہ واقعۃً لے۔

وعن عمران بن حصین عن النبی ﷺ انه قال لا جلب ولا جنب ولا شغار فی الاسلام ومن انتهب نهبة فلیس منا، رواه الترمذی مشکوۃ شریف ص ۲۵۵/ ۱، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ذاتی ہوگا، اس میں کوئی شریک نہیں ہوگا، پھر عمر نے اپنی ذاتی رقم سے کچھ نئے کاروبار شروع کئے، اختلاف شدید بڑھ جانے کی بناء پر ایک ثالث کے سامنے معاملہ پیش ہوا اب تو ثالث نے بھائیوں کے درمیان معاہدات اور ان کے والد صاحب کے حکم نامہ کی بنیاد پر فیصلہ دیا کہ عمر کے نئے کاروبار تینوں بھائی کے مشترک ہیں مطلع فرمادیں، کہ ثالث نے جس بناء پر عمر کے ذاتی کاروبار کو مشترکہ کاروبار قرار دیا کیا یہ بنیاد صحیح ہے؟

(۲) معاہدہ کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ والد صاحب کے حکم نامہ کی شرعاً کیا حقیقت ہے، اور کیا اتنا بڑا کاروبار والد صاحب کے حکم پر ہی منحصر رہے گا، اور اسی پر عمل ضروری ہوگا، اس کے بغیر کاروبار درست نہ ہوگا، جب کہ بھائیوں کے درمیان حالات خراب ہو چکے تھے، شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) والد صاحب کے انتقال کے بعد جب عمر نے اپنا کاروبار اپنے ذاتی روپیہ سے شروع کیا جس میں مشترکہ روپیہ نہیں لگایا، اور بکر کو نیز زید مرحوم کے ورثہ کو مطلع کردیا، کہ یہ کاروبار تنہا میرا ہے، اس میں کوئی شریک نہیں، اپنے ذاتی روپیہ سے اس کو شروع کرتا ہوں اور انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا تو وہ تنہا کاروبار عمر کا ہے، اس میں کوئی شریک نہیں، ثالث کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ مشترکہ اختلاف معاہدے کا فیصلہ کردے، ذاتی انفرادی کاروبار میں نہ شرکت نہ اختلاف ہے، ثالث کا اس کے متعلق کوئی حکم لگانا اسکے حدود واختیار سے خارج ہے ہاں اگر شرکاء خود ہی اس پر راضی ہوجائیں تو دوسری بات ہے، "وھذا ظاھر لایخفی"

(۲) معاہدہ کرنا اور اس کے اندر مدت متعین کرنا شرعاً درست ہے[1]، مدت ختم ہونے

---

[1] الشركة بالاموال فهوان يشترك اثنان فى راس المال فيقولان اشتركنا فيه على ان تشترى اونبيح معاً الى قوله اوبيان الوقت اوقدر الثمن اوجنس المشترك فى الوكالة العامة...... فهو جائز (بدائع الصنائع ،ج۵/ص۷۳/ كتاب الشركة،مطبوعه زكريا ديوبند.

پر وہ معاہدہ خود بخود ختم ہو جائے گا، اگر ضرورت اور حالات کا تقاضہ ہو تو مدت متعینہ سے پہلے بھی شرکاء باہم اپنے معاہدہ کو ختم کر سکتے ہیں، والد صاحب نے جو حکم نامہ لکھا ہے، اسکا احترام کرنا اولاد کیلئے عین سعادت ہے، ان کا حکم نامہ اولاد کی خیر خواہی پر مبنی ہے، بلا وجہ اس کو ختم نہ کیا جائے، لیکن اگر اس کی پابندی میں مضرت ہو تو اس سے بچنے کیلئے اور آپس کے شدید تنازع کو ختم کرنے کیلئے پابندی نہ کرنے پر بھی امید ہے کہ گرفت نہ ہوگی، کیوں کہ والد صاحب مرحوم اگر زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ان کے حکم پر عمل کرنے سے اولاد کو مضرت ہے جس کا تحمل دشوار ہے، اور یہ حکم شدید نزاع کا باعث بنا ہوا ہے، تو وہ خود ہی اپنا حکم واپس لے لیتے، پس یہ محض صورتاً حکم کی خلاف ورزی ہے حقیقۃً خلاف ورزی نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ

ہوٹل کے ایک شریک کا اپنے دوستوں کو مشترکہ کھانا کھلانا

سوال:۔ ایک ہوٹل میں زید، عمر بکر تینوں آدمی شریک تھے، زید کے ملنے والے آدمی ہوٹل آتے ہیں، اور چائے، کھانا وغیرہ بعض مرتبہ یا اکثر اوقات کھلانا پڑتا ہے، اور زید کے دل میں خیال آتا ہے کہ چونکہ ہوٹل میں کئی آدمی شریک ہیں ایسا نہ ہو کہ عمر وبکر اس بات کا خیال کریں کہ زید کے آدمی چائے وغیرہ پیتے ہیں، لہٰذا زید نے عمر وبکر سے یہ بات کہدی کہ اگرچہ آپ کو کھلانا پلانا برا نہ لگتا ہو مگر میرے دل میں یہ بات گوارا نہیں، لہٰذا ہم یہ فیصلہ آپس میں کرلیں کہ تین چار سال کا تخمینہ آمدنی دیکھیں کہ ہوٹل کی آمدنی ماہواری کیا ہے، چنانچہ حساب لگایا تو تین ہزار روپیہ کی ماہوار آمدنی ہوئی، لہٰذا زید چاہتا ہے، کہ عمر وبکر کو یعنی دونوں کو ایک ایک ہزار روپیہ ماہوار ادا کردے، خواہ ہوٹل میں آئندہ چل کر اتنی ہی آمدنی ہو یا کم ہو، یا زیادہ ہو یا نہ ہو، دونوں کو ایک ایک ہزار روپیہ دیدیا کرے، آیا ایسا

کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زید کے ملنے والے آدمی چائے کھانا تینوں کا مشترک کھا پی لیتے ہیں، اور زید ان سے قیمت نہیں لیتا، عمرو بکر بھی زید کے تعلق کی بناء پر اس کو برداشت کر لیتے ہیں، یہ ان کا زید پر احسان ہے، زید اگر اس احسان کے عوض بے ضابطہ ان کو کچھ رقم دیدیا کرے (ایک ہزار یا کم وبیش حسب صوابدید تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۰ھ

مضارب کے لئے تنخواہ

سوال:۔ زید نے عمر سے مضاربت کا معاملہ کیا یعنی رقم زید کی ہے، جس سے عمر تجارت کرتا ہے، گویا زید کا مال ہے، اور محنت عمر کی ہے، اور نفع میں دونوں نصف نصف ہیں، اب عمر کہتا ہے کہ نفع کے علاوہ بھی بطور تنخواہ کے دوکان سے کچھ رقم ملنی چاہئے، چنانچہ زید نے دوکان سے سو روپیہ ماہوار بطور تنخواہ بھی طے کر دیا، تو دریافت طلب یہ ہے کہ مضارب کو نفع کے حصہ کے علاوہ اس تجارت سے ماہانہ تنخواہ بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مضارب کے لئے تنخواہ تجویز ہونا درست نہیں [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۸ھ

---

[1] أحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین. سورہ بقرہ آیت ۱۹۵ / وقال تعالیٰ هل جزآء الا حسان الا الا حسان، سورة الرحمن آیت: ۶۰. (حاشیه نمبر: ۲/۱ اگلے صفحه پر)

شرکت وانعام

سوال:۔ خالد اور بکر نے ایک ایک ہزار روپیہ ڈالکر دونوں نے دو ہزار سے تجارت شروع کی اور معاملہ طے ہوا کہ خالد تجارت میں کوئی کام نہیں کرے گا، بلکہ تمام کام صرف بکری ہی کرے گا، اس لئے بکر کہتا ہے کہ نفع کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ خالد اور دو حصے میرے، ایک نصف مال کی وجہ سے اور دوسرا میری محنت کی وجہ سے، جبکہ خالد کوئی کام نہیں کرتا، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ درست ہے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۸ھ

کارخانہ میں بیس فیصد نقصان کی شرط

سوال:۔ ایک کارخانہ دار نے اپنے کارخانہ کیلئے ایک شخص سے روپیہ لیا ہے، جس نے آمدنی میں تقسیم کے حساب کے ساتھ ہی یہ بھی طے کرلیا کہ اگر نقصان ہو تو اپنے لگائے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ومن شروطها كون نصيب المضارب من الربح حتى لوشرط له من رأس المال اومنه ومن الربح فسدت (الدرالمختار على الشامي زكريا، ج۸/ص ۴۳۳/ كتاب المضاربة. البحرالرائق كوئٹه ص ۲۶۴/۷، كتاب المضاربة.

(حاشیہ صفحہ هذا) [۱] لوكان المال منهافي شركة العنان والعمل على احدهما ان شرطا الربح على قدررؤس اموالها جاز ويكون ربحه له ووضيعته عليه وان شرطا الربح للعامل اكثر من راس مالـه جاز على الشرط (عالمگيرى، ج۲/ص ۳۲۰/) كتاب الشركة،الفصل الثانى فى شرط الربح والوضيعة. مجمع الانهر ص ۳/۵۵۳، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. تبيين الحقائق ص ۳/۳۱۸، كتاب الشركة، مطبوعه امداديه ملتان.

ہوئے روپیہ میں بیس فیصد سے زیادہ کو برداشت نہیں کرونگا، حالانکہ نقصان اصل مال کا مشترکہ قیمت کے حساب سے برداشت کرنا ضروری ہے، سوال یہ ہے کہ کارخانہ مذکور کی آمدنی اس غلط معاملہ کی وجہ سے حلال ہے یا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نقصان کی اس تحدید کی بناء پر کارخانہ کی کل آمدنی کو حرام نہیں کہا جائیگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مکان مشترک کے پرانے کواڑوں کو اپنے کام میں لانا

سوال:۔ مشترکہ مکان کا کوئی حصہ دار مکان کے پرانے اور شکستہ کواڑوں کو نکلوا کر اپنے پاس سے نئے کواڑ لگوادے، تو ان کواڑوں کو جو قیمت میں نئے سے کم ہیں، وہ دیگر حصہ دار سے کہے بغیر اپنے خرچ میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نئے کواڑ اپنے پاس سے لگا کر پرانے اور شکستہ کواڑوں کو اپنے کام میں لاتا ہے، تو درست ہے، جبکہ دیگر شرکاء کو اس پر اعتراض نہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالربح علی ماشرطاوان خسرافالخسران علی قدر رأس مالهما (الهندية ج۲/ص ۳۲۰/ الباب الثالث عشر فی شركة العنان ،الفصل الثانی فی شرط الربح والوضيعة الخ. المحيط البرهانی ص۸/۳۸۷، كتاب الشركة، الفصل الرابع فی العنان، نوع منه فی شرط الربح والوضيعة الخ. مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل گجرات. تاتارخانيه ص ۵/۶۵۵، كتاب الشركة، الفصل الرابع فی العنان، مطبوعه اداراة القرآن کراچی. (**حاشیہ۲/اگلے صفحہ پر**)

مشترک زمین پر کسی حصہ دار کا مکان تعمیر کرنا

سوال:۔ایک بنگلہ میں کچھ حصہ داران تھے ان میں سے ایک زید کے اوپر گورنمنٹ کا کچھ قرضہ باقی تھا، قرض ادا کرنے پر زید کا حصہ گورنمنٹ کی طرف سے نیلام کر دیا گیا، اس حصہ کو بکر نے خرید لیا، دوسرے حصہ داران کا حصہ بدستور قائم رہا، بکر نے کچھ حصہ داران کا حصہ بھی خرید لیا، دو حصہ داران نے اپنا حصہ فروخت کرنے سے انکار کر دیا، بنگلہ کا جب نیلام خریدا گیا، تو بلڈنگ بالکل منہدم تھی، بکر نے خود اس کو تعمیر کی، اس کے بعد اس کو گورنمنٹ نے کرایہ پر لے لیا، کچھ عرصہ کے بعد گورنمنٹ نے ۱۸/ ہزار روپے کی رقم دے کر بنگلہ خریدنا چاہا مگر بکر نے انکار کر دیا، بکر نے اپنی زوجہ کے مہر میں بنگلہ کو لکھ دیا، کچھ عرصہ کے بعد بکر کا انتقال ہو گیا، زوجۂ بکر نے بھی ۱۸/ ہزار کی قیمت لینے سے انکار کر دیا، اور مقدمہ گورنمنٹ پر دائر کر دیا، ۲۰/ برس تک مقدمہ چلتا رہا، اس دوران میں خرچ مقدمہ سب بکر کی زوجہ نے ادا کیا اب ایک حصہ دار نے خفیہ عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ ہمارا بھی حصہ ہے، مگر عدالت نے یہ کہہ کر باطل کر دیا کہ دعویٰ معینہ مدت کے بعد کیا گیا ہے، دوسرے حصہ دار حقیقی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا، کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا، ان کے اہل وعیال حیات ہیں، اب زوجۂ بکر مقدمہ جیت گئی اور گورنمنٹ نے ۱۸/ ہزار سے بڑھ کر ۵۳/ ہزار کی رقم بطور قیمت ادا کر دی، ایک تیسرے حصہ دار کو ان کا معاوضہ الگ ان کے ہاتھ میں دے دیا، اور کچھ کاشتکاروں کا حصہ ان کے ہاتھ میں دیا، پھر زوجۂ بکر کو ان کا حصہ دیا، سوال یہ ہے:۔

(۱) عدالت سے جن دو حصہ داروں کا حق باطل ہو گیا تھا، اپنے حصہ کی رقم میں سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ولایجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الآخر الابامره وکل واحد منهما کالاجنبی فی نصیب صاحبه الخ، عالمگیری کوئٹہ، ج۲/ص ۳۰۱/ کتاب الشرکة الباب الاول فی بیان انواع الشرکة. شرح المجلة ص ۱/۶۰۱، رقم المادة (۱۰۷۵) مطبوعه اتحاد بکڈپو، مجمع الانهر ص ۲/۵۴۳، کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

معاوضہ دے۔ (۲) اگران کا حصہ دینا فرض ہے تو ۱۸/ ہزار میں سے دے یا جو مقدمہ لڑ کر ۵۳/ ہزار رقم لی ہے، اسی میں سے دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بکر نے جب از سرے نو بلڈنگ تعمیر کی اور وہاں دو حصہ داروں کا بھی حصہ تھا جنہوں نے فروخت نہیں کیا تھا، تو کیا بکر نے ان دونوں سے کہا تھا کہ میں تعمیر کر رہا ہوں، تم لوگ اس جگہ کو تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ کرلو، تاکہ اس میں میری تعمیر ہو، اور تم کو اختیار ہے کہ تم اپنی تعمیر جداگانہ کردو یا بلاتعمیر رہنے دو یا فروخت کردو یا ہبہ کردو، یا وقف کردو، اگر تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ نہیں کیا، تو میرے ہاتھ فروخت کردو تاکہ پوری زمین پر میری تعمیر رہے، اگر فروخت نہیں کرتے تو تعمیر میں جتنی رقم خرچ ہوگئی اپنے حصہ کی نسبت سے اس میں شریک رہو، یعنی اتنی رقم تمہارے ذمہ ہوگی تاکہ تم تعمیر میں بھی حصہ دار رہو، اگر رقم میں بھی شرکت نہیں کرتے، تو اپنے حصہ کی زمین مجھے کرایہ پر دیدو تاکہ تعمیر کل میری رہے، اور تمہارے حصہ کے بقدر زمین کا کرایہ میں تم کو ادا کرتا رہوں، اگر کرایہ پر بھی نہیں دیتے تو اپنے حصہ پر تعمیر کرنے کی مجھے اجازت دیدو، جب تم چاہو گے میں اپنی تعمیر ہٹا کر تمہارے حصہ کی زمین خالی کردوں گا، ان پانچ صورتوں میں سے اگر کوئی صورت پیش آئی ہو تو اس کے موافق معاملہ رہے گا، اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں بلکہ بکر نے خود ہی اس پر اپنی تعمیر کرلی تو اتنی مدت کا کرایہ انکے حصہ کی زمین کا لازم ہوگا[1]، مدت طویل ہونے کیوجہ سے انکا حصہ باطل اور ختم

---

[1] دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر مشترکہ زمین پر مکان بنایا تو وہ مکان بکر کا ہوگیا، لیکن یہ غصب ہوگیا، اور غصب میں منافع مضمون نہیں۔ لہذا دوسرے شرکاء گذشتہ مدت کی اجرت کے مستحق نہیں ہونگے، ہاں شرکاء کو مکان گراکر زمین تقسیم کرنے کا حق حاصل ہے، اور اگر دوسرے شرکاء کی اجازت سے مکان بنایا ہے تو شرکاء گذشتہ مدت کے اجرت کے مستحق ہیں اور بکر تعمیر کے خرچہ کا۔

ولا یضمن منافع ما غصبه سواء سکنه او عطله الا فی الوقف ومال الیتیم والمعد للاستغلال، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴/۹۳، کتاب الغصب، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں ہوگا[1]، پھر جب گورنمنٹ نے اس کی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت محض زمین کی نہیں بلکہ بلڈنگ کی ہے، جس میں کسی دوسرے کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی، لہٰذا بلڈنگ تعمیر ہونے کے وقت سے لے کر اسکے فروخت ہونے کے وقت تک جتنا کرایہ ان دونوں کے حصہ کی زمین کا دو تجربہ کار متدین آدمی تجویز کریں وہ ادا کرنا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

شرکت میں نقصان ایک شریک پر ڈالنا

سوال:۔ زید نے عمر کو روپیہ دیا اور کہا کہ ہم دونوں شرکت کے ساتھ تجارت کریں گے، اور جو نفع ہوگا وہ دونوں کا آدھا آدھا ہوگا، کچھ دن گذرنے کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ میں نفع کا ایک حصہ لونگا، اور تم نفع کے تین حصہ لینا مگر شرط یہ ہے کہ تجارت میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ نقصان تمہارے ذمہ ہوگا، تو اس طرح معاملہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر روپیہ دونوں نے دیا ہے، تو یہ شرکت ہے، اس میں نقصان کو صرف ایک شریک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۲۰۶، کتاب الغصب، عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع، وفی الشامی: كل من بنى فى دار غيره بأمره فالبناء لآمره ولو لنفسه بلا امره فهو له وله رفعه، درمختار مع الشامی کراچی ص ۶/۷۴۶، مسائل شتی،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] الحق لايسقط بتقادم الزمان (قواعد الفقه ص۷۷) مطبوعه دارالكتاب ديوبند. شرح المجلة ص ۹۹۶/۱، رقم المادة (۱۶۷۴) مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،

پر ڈالنا درست نہیں ہے[1]، اگر روپیہ زید کا ہے اور محنت عمر کرے گا تو یہ مضاربت ہے، نقصان مضارب پر ڈالنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصہ کو فروخت کرنا

سوال:۔ ایک ملکیت جس میں دو آدمیوں کا حق ہے، ایک کا حق ۱۲/آنے کا اور دوسرے کا حق چار آنے ہے اگر یہ ملکیت فروخت کی جائے، اور پہلا شخص ۱۲/آنے کا حصہ دار دوسرے شخص چار آنے کے حقدار کو بتلائے کہ ملکیت دس ہزار روپئے میں فروخت کی گئی، مگر وہ بیچی گئی ہو، ۸۰/ہزار روپئے میں اگر لینے والا شہادت دے پہلے شخص سے مل کر یہ سودا دس ہزار روپئے میں طے ہوا ہے، اس وقت دوسرے شخص کا جو حق مارا جاتا ہے، اس کے لئے پہلے شخص پر کتنی ذمہ داری ہے، نیز خریدنے والا جھوٹی شہادت دے اس پر کتنی ذمہ داری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پہلا شخص (جس کا حق بارہ آنے کا حصہ ہے) کو صرف اپنا حصہ فروخت کرنے کا حق

---

[1] وتصح شركة العنان فی نوع من التجارات او فی عمومها وببعض مال كل منهما ومع التفاضل فی رأس المال وابربح ...... والوضيعة ای الخسران علی قدر المال وان شرطا غير ذلک لقوله الربح علی شرطا والوضيعة علی قدر المالين من غير فصل بين التساوی والتفاضل، سكب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۲/۵۵۳، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. النهر الفائق ص ۳۰۱، ۳/۳۰۰، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. هدايه ص ۲/۶۲۹، كتاب الشركة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] انما كانت الوضيعة علی رب المال ،بدائع الصنائع زكريا ،ج۵/ص۱۱۶/ كتاب المضاربة، مايرجع الی العاقدين. سكب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۳/۴۴۷، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ہے، اگر اس نے اپنے دوسرے شریک کا حصہ بھی فروخت کر دیا تو یہ شریک کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دے گا تو یہ بیع نافذ ہوگی، ورنہ نہیں[1]، اگر صورت مذکورہ میں اس نے اجازت دے دی ہے اور اس کے بعد اس سے اصل قیمت کو چھپایا گیا ہے تو اس میں جتنی مقدار کو چھپایا گیا ہے، اس کے ایک چوتھائی کا وہ حقدار ہے، لازم ہے کہ اس کو ادا کر دے، ورنہ غاصب اور سخت گنہگار ہوگا[2]، اور یہ مال اس کے لئے حرام ہے، اور جو شخص جھوٹی گواہی دے کر اس کی مدد کرتا ہے، وہ بھی سخت گنہگار ہے[3]، اس کیلئے ضروری ہے کہ حقیقت حال کا اظہار کرے اور اپنی جھوٹی گواہی سے رجوع کرلے توبہ واستغفار کرے[4]، البتہ دوسرے شریک کے بقیہ حصہ دار کا ذمہ دار پہلا شریک ہی ہوگا، خریدار نہیں[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۲۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۲۹ھ

---

[1] ولایجوز لاحدهما ان یتصوف فی نصیب الآخر الابامره وکل واحد منهما کالاجنبی فی نصیب صاحبه الخ، عالمگیری کوئٹه ، ج۲/ص ۳۰۱/ کتاب الشرکة ،الباب الاول فی بیان انواع الشرکة الخ. هدایه ص۶۲۴ /۲، کتاب الشرکة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. مجمع الانهر ص۵۴۳ /۲، کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وحکمه (ای الغصب) الاثم ای استحقاق النار ووجوب رد عنه والضمان لو هلک الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۷۸/۴، کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. هدایه ص۳۷۲/۳، کتاب الغصب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۱۰۸/۸، کتاب الغصب.

[3] عن عبدالله بن عمر وقال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وحقوق الوالدین الحدیث وفی روایة انس وشهادة الزور بدل یمین الغموس الحدیث، مشکوٰة شریف ص۱۷/ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[4] والتوبة علی حسب الجنایة فالسر بالسر والاعلان بالاعلان، هدایه ص۱۷۴/۳، کتاب الرجوع عن الشهادات، مطبوعه تھانوی دیوبند.

[5] لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیره بلا اذنه او وکالة منه او ولایة علیه وان فعل کان ضامنا، شرح المجلة ص۶۱/۱، رقم المادة (۹۶) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی کراچی ص۲۰۰/۶، کتاب الغصب.

باہمی معاہدہ کے مطابق مدات کی تقسیم نہ کرنا

سوال:۔(۱) زید، بکر نے شرکت میں وثیقہ نویسی کا کام شروع کیا جس میں حسب ذیل قسم کا کام اور آمدنی کی مدات ہیں تعمیرات کے فارم ونقشے داخل کرنے کا کام؟

(۲) عام قسم کی درخواستیں لکھنے کا کام؟

(۳) بیع ناموں کی نقول وغیرہ کا کام؟

(۴) پروجکشن کی تعمیر کے نقشے داخل کرنے کا کام؟

(۵) پیور خود فارم بھرنے کا کام؟

(۶) اقرار نامے لکھنے کا کام، یہ چھ طرح کے کام تھے، جو زید بکر چھ سال سے کرتے رہے ہیں، اور دن بھر کی آمدنی زید کے پاس جمع ہوتی رہتی ہے، جو روز کی روز آپس میں تقسیم ہوجایا کرتی ہیں، ابتدائی تین سال تک تو اوپر لکھی ہوئی چھوؤں مدوں میں زید نے بکر کو پیسے دن سے مقرر کیا ہوا حصہ اور خود بھی لیا، مگر آخری تین سالوں میں بکر ایک دو تین کو چھوڑ کر باقی چار و پانچ و چھ مدوں کی آمدنی ایک ایک کر کے بغیر وجہ بتلائے ہوئے، اپنے حق میں کرلی، زید کی کارروائی کیسی ہے، اس طرح زید کے پاس جو رقم پہنچے گی وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً:۔

باہمی معاہدوں کے خلاف کرنا اور مذکورہ مدات کی رقوم کو تقسیم نہ کرنا درست نہیں[1]، زید کیلئے ان تینوں مدوں کی رقوم تنہا خود رکھ لینا جائز نہیں، اپنے حصہ سے زائد رقم اس کیلئے بھی ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴؍۳؍۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵؍۳؍۹۱ھ

[1] المسلمون علیٰ شروطهم الحدیث ترمذی شریف، ج ۱/ ص ۱۶۱/...... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

پریس میں شرکت اور اس کے علیحدگی اور نفع کی تقسیم

سوال:۔ دوآدمیوں نے مشترک ہوکرایک پریس کھولا چھ ماہ تک پریس چلتا رہا، اور دونوں نصف نصف منافع لیتے رہے،اس کے بعد پریس مبلغ آٹھ ہزارروپیہ میں فروخت کردیا گیا،فریق اول چھ ہزار روپئے لے رہا ہے، اورفریق ثانی کومبلغ دوہزار روپیہ دے رہا ہے،اورکہتا ہے کہ دوہزارمنافع لے چکا ہے،حالانکہ فریق اول بھی دوہزارمنافع لے چکا ہے،تواس صورت میں فریق ثانی دوہزار کا حق دار ہوتا ہے، یاچارہزار کا یہاں ایک عالم صاحب سے پوچھا گیاتوانہوں نے فرمایاجب دونوں فریق نفع نقصان میں برابر کےشریک تھےتوپریس فروخت ہونے کے بعدبھی نصف نصف رقم کے مالک ہیں،ازروئے شرع جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

جب روپیہ بھی دونوں کا تھااورنفع نقصان میں شرکت بھی نصفا نصف کی تھی،توجونفع برابرلیا گیا وہ درست ہوااور پریس فروخت ہونے پربھی نفع ہوتو برابر ہوگا،البتہ اگرشرکت کرتے وقت اصلی روپیہ دونوں کابرابر نہ تھا بلکہ اس میں فرق تھا،توپریس فروخت ہونے پر اصلی روپیہ دونوں کا جتنا جتنا تھاوہ دونوں کودے دیا جائے گا، پھرجس قدر نفع ہو، دونوں میں برابرتقسیم ہوگا،مثلاً اگرشرکت کرتے وقت ایک کاروپیہ ایک ہزارتھااوردوسرے کادوہزارتھا، مجموعی تین ہزار سے کام شروع کیا تھا،تواب پریس آٹھ ہزارمیں فروخت ہوا،تواسکی قیمت

(حواشی صفحہ گذشتہ) (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الاحکام، باب ماذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس)

[۲] اکتسب مالاً بغیر حق الیٰ ماقال اوبغیر عقد کالسرقة والغصب والخیانة ففی جمیع الاحوال المال الحاصل لهٗ حرام علیه الخ بذل المجهود، ج ۱/ص۳۷/(مطبوعه رشیدیه سهارنپور باب فرض الوضوء)

سے ایک ہزار تو ایک ہزار والے کا ہوگا اور دو ہزار دو ہزار والے کا ہوگا، باقی پانچ ہزار دونوں کا نصفا نصف ہوگا، اگر شرکت کرتے وقت روپیہ دونوں کا برابر تھا تو اب پریس کی قیمت بھی دونوں کو برابر ملے گی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶؍۴؍۹۱ھ

مشترکہ زمین میں تعمیر شدہ مکان کے مصارف دونوں فریق نے اٹھائے ہیں تو وہ بھی مشترک ہے

سوال:۔ دو فریق نے مل کر ایک قطعہ زمین خریدی، جو ہر حیثیت سے مشترک چلتی رہی، یعنی اس میں جو کچھ پیداوار ہوتی نصف نصف تقسیم ہو جاتی رہی، کچھ دن کے بعد فریق اول نے مشترک زمین کے ایک جزو پر بلا اجازت فریق ثانی کے ایک مکان تعمیر کر لیا اور اس میں اپنے ذاتی پاورلوم لگا کر آمدنی شروع کر دی، اور تعمیر مکان کا کل خرچہ لکھ کر فریق ثانی کو دیا کہ نصف دو، چنانچہ کچھ دن کے بعد فریق ثانی نے فریق اول کو نصف خرچہ دیدیا اور گاہے گاہے فریق اول سے کہتے رہے کہ جب آپ نے نصف خرچہ لے لیا تو ہمارے فائدہ کا خیال رکھئے، مگر فریق اول برابر حیلہ سے کام لیتے رہے، مگر ایک دن ان کو جبراً بلایا گیا کہ مکان کا کوئی حل نکالیں اس پر برجستہ فریق اول نے کہا کہ مکان میں تمہارا کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ تمہارا روپیہ تعمیر میں نہیں لگا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ مکان میں فریق ثانی کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

---

[1] فما كان من ربح فهو بينهما علىٰ قدر رؤس اموالهما وما كان من وضيعة اوتبعة فكذالك الىٰ ماقال واشتراط الربح متفاوتاً صحيح عندنا الخ، شامی کراچی، ج۴؍ص۳۰۵؍ كتاب الشركة، مطلب اشتراط الربح، عالمگیری ص۳۱۹، الباب الثالث فی شركة العنان، مطبوعہ دارالكتاب دیوبند.

(۲) اگر نہیں ہے تو فریق ثانی نے جو روپیہ دیا تھا اس کو فریق اول نے اپنے کاروبار میں لگا کر جو کمائی کی وہ کس کا حق ہے، فریق اول کا یا ثانی کا؟

(۳) اس معاملہ میں فریق اول نے فریق ثانی کو دھوکہ میں رکھا، یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب تعمیر میں خرچ شدہ رقم کا نصف حصہ فریق اول نے فریق ثانی سے وصول کرلیا تو جس طرح زمین میں دونوں برابر کے شریک ہیں اسی طرح مکان میں بھی دونوں شریک ہونگے[1]، اب انکار کا حق نہیں دھوکہ دینا سخت گناہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/ ۱۴۰۱ھ

بینک کی ایک اسکیم برائے پینشن

سوال:۔ ہمارے اسٹیٹ بینک نے ایک اسکیم نکالی ہے، کہ ماہانہ سو روپئے دس سال تک بینک میں جمع کرانے پر، دس سال بعد پنشن ماہانہ ۱۶۹/روپئے پچاس پیسے ملا کریں گے، اور آپ کی اصل رقم اور اس کا منافع جوں کا توں رہے گا، بینک اس رقم کو تجارت وغیرہ میں خرچ کرتا ہے، کیا ایسی اسکیم میں شرعاً شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر یہ روپیہ بطور شرکت جمع کیا جائے تب بھی دس سال بعد بطور پنشن ۵۰-۱۶۹/

---

[1] لودفع الفاً وقبل الاخر وأخذها وفعل انعقدت الشركة الخ، شامی کراچی ص۳۰۵/۴، كتاب الشركة قبيل مطلب شركة العقد. البحر الرائق كوئٹه ص۱۶۸/۵، كتاب الشركة.

[2] لان الغش حرام، درمختار على الشامی زكريا، ج۷/ص ۲۳۰/باب خيار العيب، مطلب فی جملة مايسقط به الخيار. قال رسول الله ﷺ من غشنا فليس منا رواه البخاری، كتاب الكبائر ص۵۶، الكبيرة لسادسة عشرة الخ، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز.

ماہانہ ہمیشہ کے لئے مقرر کردینا غلط ہے، جب کہ اصل رقم اور اس کا منافع جوں کا توں باقی رہے گا، ایسی شرکت شرعاً درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۱۴۰۱ھ

شرکت عنان کی ایک صورت

سوال:۔ چند آدمی ملکر اگر کوئی تجارت کریں، شرکت عنان کے طور پر، اور یہ بھی باہم رضامندی سے طے کرلیں کہ ہر شریک کے ذاتی اخراجات مثلاً کھانا کپڑا اعلاج وغیرہ اس مشترکہ تجارت کے نفع سے پورے کئے جائیں گے چاہے کسی کے ذاتی اخراجات زیادہ ہوں یا کم ہوں، اور ذاتی اخراجات کے بعد جو نفع بچے گا، وہ حسب حصص مقررہ شرکاء پر تقسیم ہوگا، تو کیا یہ صورت شرکت کی جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ طریقہ غلط ہے، اس میں جہالت ہے جو مفضی الی النزاع ہوگی، اس لئے درست نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۸۶ھ

---

[1] وشرطها ای شركة العقد كون المعقود عليه قابلاً للوكالة وعدم مايقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لأحد هما الخ، درمختار علی الشامی کراچی، ج۴/ص۳۰۵/ کتاب الشركة، قبيل مطلب شركة العقد. سكب الانهر على هامش مجمع النهر ص ۲/۵۴۶، كتاب الشركة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] كل شرط لايقتضيه العقد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين أو للمعقود عليه يفسده (الى قوله) أو لانه يقع بسببه المنازعة (هدايه، ج۳/ص ۵۹/ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه تهانوی ديوبند) مجمع الانهر ص ۳/۹۰، باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. عالمگيری دار الكتاب ص ۳/۱۳۴، كتاب البيوع، الباب العاشر فی الشروط التی تفسد البيع.

مضاربت میں نقصان کس پر ہے

سوال:۔ ہم دوشخصوں نے شرکت میں کام شروع کیا، ایک نے پیسے لگائے دوسرے نے اس مال کوفروخت کیا، اور چار ماہ بعد معلوم ہوا کہ اصل رقم میں ۵۰۰/روپیہ کی کمی رہ گئی تھی، مال فروخت کرنے والے نے ۵۰۰/روپیہ اپنے گھر میں بھی خرچ کئے، آپس میں طے تھا کہ نفع آدھا آدھا ہوگا، اور کچھ پیسہ اُدھار میں اٹک گیا اور کچھ سامان خراب ہو گیا، مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ:۔

(۱) اصل رقم کا پورا کرنا ایک کے ذمہ ہے یا دونوں کے؟

(۲) جوخرچہ آمدنی میں سے دوسرے ساجھی نے کیا ہے اس نفع کا کیا ہوگا، دوسرے کو سارا ادا کرنا ہوگا یا آدھا؟

(۳) جواُدھار میں دب گیا اس کا کیا مسئلہ ہے؟

(۴) جوسامان دوسرے ساجھی کے گھر پڑا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

(۱) یہ مضاربت ہے[۱] اگر اصل رقم جس سے تجارت کرنا طے پایا تھا، اس میں سے پانچ سوروپیہ کم رہے مثلاً تین ہزار دینے کیلئے کہا تھا مگر ڈھائی ہزار دیئے اوراب معاملہ ختم کردیا گیا تو ان پانچ سو کا دینا لازم نہیں، اگر سوال کا مطلب کچھ اور ہے تو اسکو واضح کر کے لکھئے!

(۲) جوخرچہ دوسرے نے اپنے گھر کیا ہے، وہ اس کے ذمہ ہے اس کوحق نہیں

[۱] هی عقد شركة فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب الخ، الدرالمختار علی الشامی زكريا، ج۸/ص ۴۳۰/ كتاب المضاربة. مجمع الانهر ص۴۴۳/۳، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.، البحر الرائق كوئٹه ص۲۶۳/۷، كتاب المضاربة.

تھا[1]، پس اگر نفع ایک ہزار یا اس سے زائد ہوا تو یہ خرچ شدہ پانچ سو روپیہ اس حصہ والے کا قرار دیا جائیگا، یعنی اس نے اپنا حصہ نفع میں سے وصول کرلیا، اور روپیہ والے کا حصہ باقی رہ گیا، وہ اس کو دیدیا جاوے، اگر نفع کچھ نہیں ہوا تو خرچ شدہ روپیہ اس کے ذمہ واجب الاداء ہے وہ مالک کو ادا کردے۔

(۳) جو روپیہ ادھار میں رہ گیا اس کو وصول کرنا مال فروخت کرنے والے کے ذمہ ہے، وہ وصول کرکے مالک کو دے[2]، کوشش کے باوجود اگر وصول نہ ہوسکے تو تاوان اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔

(۴) جو سامان باقی ہے اس کو فروخت کردے، اگر مالک لینا چاہے تو مالک کو دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۱ھ

بغیر پیسے دیئے کمپنی میں شرکت

سوال: ۔ایک شخص دودھ کی کمپنی میں سوا گیارہ روپئے دیکر شریک ہوتا ہے، اور جب

---

[1] ولایجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الاخوالابامره وکل واحد منهما کالاجنبی فی نصیب صاحبه الخ، عالمگیری کوئٹه ، ج۲/ص ۳۰۱/ کتاب الشرکة،الباب الاول فی بیان انواع الشرکة. مجمع الانهر ص۲/۵۴۳ ، کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. هدایه ص۲/۶۲۴ ، کتاب الشرکة، مطبوعه یاسر ندیم.

[2] وحقوق عقد تولاه احدهما ترجع علی العاقد، عالمگیری دارالکتاب ص۲/۳۲۵ ، الفصل الثالث فی تصرف شریک العنان فی مال الشرکة الخ، شامی کراچی ص۴/۳۱۸، کتاب الشرکة، مطلب اشترکا علی ان ما اشتریا من تجارة فهو بیننا، المحیط البرهانی ص۸/۳۵۲، کتاب الشرکة، الفصل الاول فی بیان انواع الشرکات الخ، مطبوعه ڈابھیل.

تک اس کی شرکت ہے اس روپئے پر اس کو سو روپئے دیا جاتا ہے، اگر یہی شریک اپنے دودھ کو اس کمپنی کو بیچتا ہے تو کمپنی سال پورا ہونے پر جتنی رقم کا دودھ اس نے کمپنی کو فروخت کیا اس کے حساب سے نفع کے نام پر کچھ پیسے دیئے جاتے ہیں کمپنی کی طرف سے، حالانکہ شریک نے اپنے دودھ کی قیمت پہلے ہی سے کمپنی سے وصول کرلی تھی، لیکن یہ شخص کمپنی کا شریک ہے اور دودھ دیتا ہے، اس کے بالمقابل دوسرا شخص شریک کمپنی تو ہے لیکن دودھ نہیں دیتا، تو کمپنی کچھ نہیں دیتی، تو یہ نفع کے نام کی رقم بغیر پیسے کی شرکت کے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نفع کے نام کی یہ رقم بغیر پیسے کی شرکت کے لینا درست نہیں پیسے دے کر شرکت کی ہو تو حسب قرارداد حصہ اور نفع لینا درست ہے[۱]، اگر کمپنی کا کام کرنے کی وجہ سے یہ پیسہ بطور انعام ملے وہ درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

قرض یا شرکت میں معاملہ کی پابندی

سوال:۔ میرے دیور کا ایک موٹروں کا کارخانہ ہے، جس میں چار لوگوں کا حصہ تھا، انہوں نے تین کو کچھ سالوں کے بعد برخواست کردیا، اب مزید ان کو کام کرنے کیلئے پیسوں

---

[۱] اماالشركة بالمال فهي ان يشترك اثنان في رأس المال فيقولا اشتركنا فيه على ان نشترى ونبيع معاً اوشتى اواطلقا على ان مارزق الله عزوجل من ربح فهو بيننا على شرط كذا اويقول احدهما ذٰلک ويقول الآخر نعم الخ، عالمگيری كوئٹه ج ۲/ ص ۳۰۲/ كتاب الشركة، الباب الاول في بيان انواع الشركة الخ. البحرالرائق كوئٹه ص ۱۶۸/ ۵، كتاب الشركة،

کی ضرورت تھی، انہوں نے آکر ہم لوگوں سے کہا کہ کچھ پیسہ ہو تو لگاؤ میں ماہانہ آپ کو تین سو روپیہ دونگا، ہمارے یہاں نقد پیسہ تو نہیں تھا ہم نے ایک مکان جو سولہ سترہ ہزار کا تھا چھ ہزار میں بیچ کر انہیں چھ ہزار روپیہ دئے تھے، اسلئے رسید وغیرہ نہ لی گئی، اور نہ ہی پیسہ کسی کے سامنے دیا گیا، اس کارخانہ کے پیچھے میرے دیور نے خوب محنت کی اور کارخانہ کی مالیت بڑھ کر پچاس ہزار تک ہوگئی، کارخانہ میں پیسہ لگانے کے بعد میرے شوہر بھی حصہ دار کی حیثیت سے کام کرتے تھے، طے یہ پایا تھا کہ آفس کا کام میرے شوہر کریں گے، اور ٹیکنیکل کام میرے دیور کریں گے، جس وقت آکر انہوں نے پیسہ لگانے کی پیش کش کی تھی تو مجھ سے بڑے وعدے وعید کئے تھے، جب کارخانہ خوب ترقی کر گیا، تو میرے شوہر اور میرے دیور کی نہ بننے لگی، بات بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی تک پہنچ گئی، اور میرے دیور کے سر میں چوٹ بھی آئی تھی، اس کے بعد میرے شوہر علاحدہ ہوگئے، مگر چونکہ بات اس قدر بڑھ چکی تھی، کہ میرے دیور نے ایک پیسہ بھی دینے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ بھائی نے کارخانہ میں پیسہ مار کے کھایا ہے، اسلئے اب میں ایک پیسہ بھی نہیں دونگا، اور سر کی چوٹ پر کہا کہ دراصل یہ میرے قتل کی سازش تھی، اب ہمارے لئے بڑی پریشانی کی بات تھی کیونکہ ذریعۂ آمدنی کچھ نہ تھا، اور افرادِ خانہ تیرہ ہیں، آخر میں نے جا کر ان کے ہاتھ پاؤں پکڑے اسکے بعد میں نے نوکری کر لی، جب وہ ہر طرح سے انکار کر دیئے تو میں نے بہت عاجزی کر کے کہا کہ آپ میرے پڑھائی ختم ہونے تک قرض سمجھ کر ہی دید یجئے، میں بعد میں ادا کر دونگی، انہوں نے کہا خیر اب میں خود آپ لوگوں کا پیسہ رکھنا نہیں چاہتا، تھوڑا تھوڑا کر کے ایک ایک ماہ کے وقفہ سے ادا کر دونگا، اس طرح انہوں نے ہمیں دو تین سال تک تین سو روپیہ برابر دئے، اس کے بعد کچھ خاندانی جھگڑے ہوئے، تو پیسے بند کر دیئے، میں پھر گئی تو بولنے لگے کہ اب میں اتنے نہیں دے سکتا، میری بچی کی شادی ہوگی، صرف دو سو دونگا، ہم اس پر بھی راضی ہوگئے، مگر دو سال دینے کے بعد بولے کہ اب میں ایک سو دونگا، ہم نے اس پر بھی صبر کر لیا، چار ماہ

سورو پیہ دیکر کہہ رہے ہیں، کہ اب میں کچھ نہیں دونگا، میرے سے کچھ نہیں ہوسکتا، اصل رقم جو کارخانہ میں لگائی تھی، تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ سب اسی میں ادا ہوگئی، یہ میری مہربانی تھی جواب تک دیا، اسلامی نقطۂ نظر سے بتایئے کہ ان کا یہ فیصلہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس تفصیل کے ساتھ معاملہ ہوا تھا اسی تفصیل کے ساتھ روپیہ دینا لازم ہے، جس قدر دے دیا ہے، اس کو حساب میں لگایا جاسکتا ہے، لیکن اس کو دیدینے کے بعد سب معاملہ ختم نہیں کیا جاسکتا، جب کہ معاملہ شرکت کا تھا یا قرض کا، اگر شرکت کا تھا تو اس کی پابندی لازم ہے، اگر قرض کا تھا تو اس کی بھی پابندی لازم ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

مچھلی کے شکار میں شرکت

سوال:۔ چند کشتی والے مشترک ہوکر مچھلی کا شکار کرتے ہیں، اور ہر ایک کشتی میں دو آدمی ہوتے ہیں، اور کوئی کشتی والا مچھلی پاتا ہے، اور کوئی نہیں پاتا ہے، اور تقسیم کرتے وقت تمام کشتی چلانے والے مچھلی شکار کرنے والے اپنے وعدہ کے مطابق حصہ کرکے برابر لیتے ہیں، اس طرح سے شکار کرکے مچھلی تمام شرکاء کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس پر سب کا راضی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ شرکت درست نہیں، جس کشتی والے نے جو مچھلی شکار کی ہے، وہ اس کی ہے،

---

[۱] المسلمون علی شروطهم الحديث، ترمذی شریف، ج ۱/ص ۱۶۱/ ابواب الاحكام، باب ماذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلح بين الناس، مطبوعه رشيديه دهلی. قواعد الفقه ص ۱۲۱، رقم القاعدة (۳۱۹) الرسالة الثالثه القوعد الفقهية، مطبوعه اشرفی دیوبند.

دوسرے کشتی والے اس میں حصہ دار نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

جانوروں کی مضاربت میں شرکت

سوال:۔(۱) مضاربت کے عقد میں رقم دینے والا اس شرط پر رقم دے کہ جانوروں کی تجارت کرو، خریدنا چرانا تمہارے ذمہ ہے، تو جانوروں کا چرانا اس پر صحیح ہے یا نہیں؟ مدلل حوالہ سے جواب مطلوب ہے؟

(۲) مضاربت میں رقم دہندہ دو شخصوں سے کہے کہ ایک تم میں سے مال خریدے اور دوسرا مال چراوے بالتعیین یعنی خریدنے والے کی اور چرانے والے کی تعیین کر کے دوسری شرائط مضارب کی تصحیح کر کے کہے تو یہ اختیار مضارب کو ہے یا نہیں؟

(۳) جانور مثلاً ۱۰۰/ ہیں ایک شخص ان سب کی قیمت لگاوے، فی جانور ۵/ روپے کل قیمت پانچسو روپے ہوئی، اب دوسرے شخص کو بیچے کہ آدھے ڈھائی سو روپیہ کے معاوضہ میں آدھے جانور تمہارے اور آدھے میرے جاؤ تم چراؤ اس منافعہ کو جب حصہ تقسیم کرینگے مشترک ہے، تقسیم کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اپنے حصہ کے جانوروں کی چروائی دے تو اس وقت جائز ہے یا نہیں، اور عقد کے وقت جانورں کی تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟

---

[1] لاتصح الشركة فى الاحتطاب والاصطياد والاستقاء الى قوله وما اصطادو كل واحد منهما او احتطبه او اصابه من التكدى فهو له دون صاحبه. (عالمگیری ص ۲/۳۳۳، الباب الخامس فى الشركة الفاسدة. هدايه ص ۲/۶۳۴، فصل فى الشركة الفاسدة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص ۲/۵۶۳، فصل فى الشركة الفاسدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جانور خرید کر ان کی تجارت کرو، اور ان کے فروخت ہونے تک جب انکو چرانے کی ضرورت پیش آئے تو خود چرا کر لاؤ تو یہ شرط مقتضائے عقد کے موافق ہے، اور صحیح ہے، اگر یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں کیلئے گھاس اپنی قیمت سے خریدو میں قیمت نہیں دونگا، اور وہ قیمت مال مضاربت میں محسوب نہ کرے، تو یہ شرط ناجائز ہے [1]

(۲) اس طرح عمل کی تقسیم جائز ہے، لیکن خرچ جو کچھ ہوگا وہ رب المال کا ہی ہوگا، اس کو عامل کے ذمہ لگانا شرعاً جائز نہیں [2]

(۳) بلاتقسیم بلاتعیین کے آدھے جانور فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں، کہ اس صورت میں بیع مجہول ہے، بعد تقسیم وتعیین درست ہے، [3] پھر شرکت کس شئی میں کی اور منافع سے کیا

---

[1] كل شرط يقتضيه العقد كشرط الملك للمشترى لايفسد العقد وكل شرط لايقتضيه القعد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين اوللمعقودعليه هومن اهل الاستحقاق يفسده .(هدايه ص ۵۹/ ج۳/) كتاب البيوع،باب بيع الفاسد. ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص ۳/۹۰، باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. عالمگيرى دارالكتاب ص ۱۳۴، ۳/۱۳۳، الباب العاشر فى الشروط التى تفسد البيع.

[2] واشار بالطعام وما بعده الى انه ينفق على نفسه ...... فدخل فيه قبل ثيابه واحدة من يخدمه من الخبز والطبخ وعلف دابة الركوب والحمل ونفقة غلمانه الذين يعملون معه والدهن فى موضع يحتاج اليه ...... وما اسرف فيه ضمنه لانتفاء الاذن الخ، البحرالرائق كوئٹه ص ۴/۲۶۹، فصل ولا تفسد المضاربة الخ، المحيط البرهانى ص ۱۸/۲۰۱، الفصل الخامس عشر فى نفقة المضارب، مطبوعه ڈابھيل، عالمگيرى كوئٹه ص ۴/۳۱۲، الباب الثانى عشر فى نفقة المضارب.

[3] ومنها ان يكون المبيع معلوماً والثمن معلوماً علما يمنع من المنازعة فبيع المجهول جهالة تفضى اليها غير صحيح (عالمگيرى ص۳/ ج۳/) كتاب البيوع. الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳/۲۲، كتاب البيوع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، درمختار على الشامى كراچى ص ۵/۶۶، باب البيع الفاسد.

مراد ہے، جانوروں کے دودھ اور بچے مراد ہیں، یا فروخت کر کے قیمت مراد ہے، اور تمام جانوروں کا چرانا ایک کے ذمہ کیوں ہے، اور اس کو کوئی اجرت ملے گی یا نہیں، اگر نہیں ملیگی تو کیوں! کیوں کہ یہ شرکت کی صورت نہیں، بلکہ ایک کا مال علیحدہ ہے اور عاقدین نے اس کو عقد مضاربت قرار دیا ہے، اگر ایسا ہے تو جائز ہے، عقد مضاربت میں نقد کا مضارب کے حوالہ کرنا ضروری ہوتا ہے[1] نیز مضارب کی طرف سے صرف عمل ہوتا ہے، مال نہیں ہوتا، مال دوسری جانب سے ہوتا ہے[2]، اگر اپنے جانوروں کی چروائی خود دے تو اس طرح چروانا شرعاً درست ہے، اسلئے کہ اجارہ کی صورت ہے اور منافع میں شرکت نہیں، اگر اسکو شرکت عنان قرار دیا جائے، کہ نصف قیمت ایک دیدے اور نصف دوسرا، ہر جانور مشترک ہو جائے، اور پھر چرانا صرف ایک کے ذمہ ہو اور فروخت کر کے قیمت میں اور بچہ پیدا ہونے پر نفس مال میں بھی شرکت برقرار رہے، اور نفع بھی نصفا نصف ہو تو یہ شرکت کی صورت جائز ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۴/۶۴ھ

---

[1] ومنها ان يكون المال مسلما الى المضارب لايد لرب المال فيه (عالمگيرى، كوئٹه، ص ۲۸۷/ج۴/) كتاب المضاربة. ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص ۴۴۶/۳، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. البحرالرائق كوئٹه ص ۲۶۴/۷، كتاب المضاربة.

[2] فهى اى المضاربة عبارة عن عقد على الشركة فى الربح بمال من احد الجانبين والعمل من الجانب الآخر (عالمگيرى ص۲۸۵/ج۴/)كتاب المضاربة. مجمع الانهر ص۴۴۳/۳، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۲۶۳/۷، كتاب المضاربة

[3] ذكر محمد رحمه الله كيفية كتابتها اى العنان فقال هذا مااشترك عليه فلان وفلان اشتركا علىٰ تقوى الله واداء الامانة ثم يبين قدر ...... **(باقى حاشيه اگلے صفحه پر)**

ٹیکسی کے پرمٹ کی بیع اور اس کی شرکت

سوال:۔ مسمیٰ (الف) بمبئی میں ایک ٹیکسی کا پرمٹ رکھتا ہے، اس پرمٹ پر جو گاڑی پرانی ہو چکی تھی، اس کے عوض حکومت کی طرف سے نئی گاڑی حاصل کرنے کے لئے اجازت نامہ ملا ہے، یہ اجازت نامہ چونکہ محدود ہوتا ہے، اس لئے اس کی مدت ختم ہو جانے کی صورت میں دوبارہ ملنے کا امکان نہیں ہے، اس اجازت نامہ کی بدولت ایک نئی کار کمپنی سے خریدی جائے تو مبلغ اٹھارہ ہزار پانچ سو روپیہ ہوتی ہے، اس کار کو خریدنے کے لئے میں استطاعت نہیں رکھتا، اس لئے مسمّٰی (ب) سے میں حصہ داری کرنا چاہتا ہوں، جو کہ اس موٹر پر اپنی رقم مکمل خرچ کریگا، اور یہ رقم وصول ہو جانے کے بعد ہی حصہ داری شروع ہوگی، اور یہ حصہ داری ابھی طے نہیں ہوتی ہے، نصف، نصف یا کم وبیش ہوگی، حکومت پرمٹ اس صورت میں دیتی ہے کہ (الف) ہی ٹیکسی کا کاروبار کرے کسی حصہ داری کی اجازت نہیں ویسے بمبئی میں زیادہ تر ٹیکسی کا کاروبار حصہ داروں کی صورت میں ہوتا ہے، اور حکومت اس سے واقف بھی ہوتی ہے، آپ براہِ کرم مطلع فرمائیں کہ (الف) کو حصہ داری کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) حکومت کی طرف سے جو ٹیکسی کا پرمٹ ملتا ہے، اب سے پہلے اس کو لوگ ماہانہ کچھ رقم پر تین چار سال کیلئے لیتے تھے، مگر چونکہ اب پرمٹ عام طور سے دستیاب ہوتا ہے، اسکی مانگ نہیں رہی، مگر چونکہ مجھے نئی گاڑی کا اجازت نامہ ملا ہے، اور میں خود گاڑی رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، کچھ لوگ میرے پرمٹ کو ماہانہ ۴۵؍روپے اور دو ہزار روپے سے الگ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)...... رأس مال کل منهما ویقول وذٰلک کله فی ایدیهما یشتریان به ویبیعان جمیعاً وشتی ویعمل کل واحد مهنما برایه ویبیع بالنقد والنسیئة ثم یقول فما کان من ربح فهو بینهما علی قدر رؤس اموالهما وما کان من وضیعة اوتبعة فکذا لک (عالمگیری، ص ۳۱۹/ج ۲) الباب الثالث فی شرکة العنان. شامی کراچی ص ۳۰۵/۴، کتاب الشرکة، مطلب اشتراط الربح متفاوتا صحیح الخ، الحبرالرائق کوئٹه ص ۱۶۸/۵، کتاب الشرکة.

دیگر نئی گاڑی کی زندگی تک جو کہ ۶/۷/سال تک رہتی ہے، اس مدت کی رقم یکمشت دینا چاہتے ہیں، اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ بغیر ماہانہ کے صرف یکمشت ہی رقم دینا چاہتے ہیں، جو کہ مبلغ چار ہزار روپے سے زائد نہیں ہوتی تو کیا رقم لینا بھی (الف) کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) (ب) مجھ سے گاڑی میں حصہ داری کرنا چاہتے ہیں، اور وہ ایک شرط بھی رکھتے ہیں، کہ چونکہ ٹیکسی کے ڈرائیور عموماً کم دستیاب ہوتے ہیں، اس لئے یہ گاڑی تمام دن یا اس کے کچھ حصہ میں (الف) کو چلانی پڑے گی، بمبئی میں ٹیکسی ڈرائیور خواہ وہ ٹیکسی کا مالک ہو یا نہ ہو، ٹیکسی چلانے کے اُجرت بطور کمیشن ۲۰/فیصد طعام کے خرچ کے بعد لیتا ہے، تو اس طرح کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شرط یوں بھی ہوتی ہے کہ اجرت کے بجائے کچھ رقم طے کر لی جائے، جو کہ گذارہ کے لئے کام آسکے، تو یہ رقم لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ حصہ داری گاڑی کی قیمت وصول ہونے کے بعد ہی شروع ہوگی؟

(۵) ایک شرط یوں بھی ہوتی ہے، کہ دو چار گھنٹہ چلا کر اور اس وقت کی تمام آمدنی ''الف'' اپنے استعمال میں لے لے تو یہ رقم لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر (الف) حصہ داری نہ کرے تو لامحالہ دوسروں کی گاڑی چلانی پڑے گی، جو کمیشن کی صورت میں ہوگی، اور (الف) چونکہ بنسبت دوسرے ڈرائیوروں کے روزگار میں کمتر رہتا ہے، اس لئے عموماً دوسرے کی گاڑی کم ملتی ہے، اور ملتی بھی ہے تو اس صورت میں کہ ڈرائیور نہ ہونے کے باعث گاڑی پڑی ہو تو بادل نخواستہ اس کو دیں گے تو یہ کمیشن پر چلانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) ''الف'' اگر ''ب'' سے ۱۸۵۰۰/روپیہ قرض لیکر کمپنی سے گاڑی خرید لے پھر اسکی

آمدنی سے ادا کردے تو قرض ختم ہوجائیگا، پھر حصہ داری کرے، اسطرح کہ مثلاً نصف قیمت ''ب'' سے لے لے اور گاڑی دونوں کی مشترک ہوکر آمدنی بھی نصف نصف ''ب'' کی رہے[1]، اوراس سے حصہ داری ہوجائے، اورآمدنی نصف نصف ہوکر الف اپنے حصہ آمدنی میں سے ''ب'' کا قرض بھی ادا کرتا رہے، چونکہ کل قیمت ''ب'' نے دی ہے، جس میں سے نصف ''الف'' کے ذمہ بطور قرض ہے، تو یہ بھی درست ہے، قانون بھی غالباً اس طرح نہیں ہوگا۔

(۲) پرمٹ ایک حق ہے جس کے ذریعہ گاڑی خریدنے کا اختیار ہے اس کے عوض روپیہ لینا درست نہیں[2]۔

(۳-۴) جب تک اس گاڑی میں شریک کی حصہ داری نہیں اس وقت گاڑی چلانے کی اجرت مقررہ (۸ یا ۱۰) روزانہ یا ماہانہ لینا شرعاً درست ہے[3]۔

(۵) یہ صورت درست نہیں[4]۔

(۶) کمیشن پر اجرت لینا درست نہیں، روزانہ یا ماہانہ یا گھنٹوں کے اعتبار سے مقرر کی جائے[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۹ھ

---

[1] فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤس اموالهما (شامی کراچی ص ۳۰۵/ ج ۴/) كتاب الشركه) مطلب اشتراط الربح متفاوتا الخ، البحرالرائق کوئٹه ۱۶۸ /۵، كتاب الشركة، عالمگيری دارالكتاب ص ۳۱۹/ ۲، الباب الثالث فی شركة العنان.

[2] الحقوق المجردة لايجوز الاعتياض عنها (قواعدالفقه ص۷۷) الناشر اشرفی بكڈپو ديوبند. درمختار على الشامی كراچی ص۵۱۸/ ۴، كتاب البيوع، مطلب لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة.

[3] هكذا يستفاد من هذه العبارة: من استاجر بعيراً الى مكة فللجمال ان يطالبه باجرة كل مرحلة (هدايه ص۲۹۵ /ج۳/) باب الاجرمتیٰ يستحق) كتاب الاجارة.

[4] فمايقطع هذه الشركة كان مفسداً للعقد (هدايه ،ص ۴۲۵ /ج ۴/) كتاب المزارعة.

[5] وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضی الى المنازعة (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ،زكريا ،ص ۷/ج۹/)اول كتاب الاجاره (هدايه ، ص۲۹۳ /ج۳/) كتاب الاجارة. مجمع الانهر ص ۵۱۱/ ۳، اول كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

زمین کے بٹوارہ میں کمی وزیادتی

سوال:۔ایک باپ کے پانچ بیٹے ہیں، جب علیحدہ ہوئے تو زمین بھی آپس میں بحصہ برابر تقسیم کرلی گئی، پٹواری کا غذاتی کاروائی کے اعتبار سے تقسیم نہیں ہوئی، اور سرکاری کھاتہ سب کا ایک ہی رہا، جب چکبندی شروع ہوئی تو ان پانچوں اولاد نے درخواست لکھ کر پٹواری کو دی کہ سب کا کھاتہ علیحدہ کردیا جائے، ان پانچوں بھائیوں کی زمین کا ایک کھیت جو پانچ بیسوا ہے، گاؤں کے قریب ہے، ان میں سے بیسوا پلاٹوں میں دوسرے کے پاس چلے گئے، پٹواری نے تین بیسوا کی تقسیم اس طرح کی کہ ایک حصہ کو پانچ مرلہ دیا اور ایک حصہ کو چار مرلہ دیا، اور تین حصہ داروں کو تین مرلہ دیا، اب وہ تین حصہ دار یہ کہتے ہیں کہ ہم برابر کا حصہ لینگے، تو گاؤں کی پنچایت جمع ہوئی، اور یہ فیصلہ کیا کہ تم تینوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور یہ بھی کہا کہ تم آپس میں بھائی ہو اگر یہ دیدیں تو فیصلہ کرلو، مطلب یہ کہ حکومت نے سب کو برابر نہیں دیا، اب وہ تین بھائی پانچ مرلہ والے کو تنگ کرتے ہیں، کہ تقسیم دوبارہ کرو، اور چار مرلہ والے سے کچھ نہیں کہتے تو ان کا یہ سوال شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سب بھائی برابر کے حقدار ہیں لہٰذا ہر ایک کو برابر ملنا چاہئے "لان مطلق الشرکة یقتضی التسویة"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

---

[1] شامی کراچی، ج۴/ص ۳۲۹/ کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، قبیل مطلب اذا قال الشریک استقرضت الفاً الخ. البحرالرائق کوئٹہ ص۱۶۸/ ۵، کتاب الشرکة، عالمگیری دارالکتاب ص۳۰۴/ ۲، کتاب الشرکة، الفصل الثانی الالفاظ التی تصح بها الشرکة الخ.

مضاربت وشرکت

سوال:۔زید وبکر وعمر نے مشورہ کیا کہ ٹیلرنگ کا کاروبار کرلیا جائے، اور زبانی گفتگو سے طے پایا کہ بکر کا پورا سرمایہ ہوگا، اور زید، عمر وبکر تین آدمی شرکت دار ہونگے، زید چار آنے کا عمر چھ آنے کا، اور بکر چھ آنے کا نفع کے حصہ دار ہوں گے، زید، عمر دوکان کی دیکھ بھال کرینگے، اور دوکان کے سلسلہ میں جو کچھ بھی کام ہوگا سب کرینگے، اور بکر نے نو ہزار روپۓ عمر کے حوالہ کئے پھر تین ہزار روپۓ مزید دیئے، کل ۱۲/ ہزار روپے عمر کو دیئے گئے، زید نے ایک دوکان لی اور اسمیں نام عمر کا ڈالدیا جو کہ زید کا حقیقی بھائی ہے، تو بکر نے اس بات پر اعتراض کیا کیونکہ سارا روپیہ بکر ہی کا تھا، زید نے بکر کو زبانی طور پر مطمئن کردیا اور دوکان کی پوری پوری آمدنی عمر اور زید لیتے رہے، اسطرح بکر کو اپنی رقم ڈوب جانے کا خدشہ ہوا تو بکر نے ایک مسودہ بنایا جسکو زید وعمر نے تسلیم نہیں کیا، بلکہ ان دونوں نے ایک ایک مسودہ تیار کیا جو بکر کیلئے قابل تسلیم نہیں تھا، چونکہ اس میں بکر کے روپیہ کا تذکرہ بھی نہیں تھا، بکر کے اصرار پر بادل نخواستہ اس لئے مانا کہ بکر کا روپیہ تحریر میں آجائے، تب بکر نے قطعی طور پر محسوس کرلیا کہ زید وعمر دونوں مل کر دھوکہ دے رہے ہیں، کیونکہ روپۓ ملنے کی کوئی صورت نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب سارا سرمایہ بکر کا تھا اور زید عمر محنت کے ذمہ دار تھے، ان کا سرمایہ بالکل نہ تھا، بکر کے اصرار کے باوجود کاروبار ختم کرنے اور دوکان بند کرنے کو تیار نہیں ہیں، اور نہ ہی دوکان چھوڑنے کو تیار ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) بکر جسکا سرمایہ پورا کا پورا ہے، وہ زید وعمر کو دوکان سے الگ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اختلافی صورت میں جب رفع نزاع کیلئے مسئلہ دریافت کیا جائے، تو سوال پر فریقین

کے دستخط ہونا ضروری ہے، تب ہی رفع نزاع ہوسکتا ہے، ورنہ دوسرا فریق یہ کہدے گا کہ شرعی حکم سرآنکھوں پر مگر سوال صحیح نہیں کیا گیا، بلکہ واقعہ بدل کر کیا گیا ہے، تاہم جوصورت اس سوال میں درج ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معاملہ مضاربت سمجھ کر کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک کا سرمایہ اور دوسرے کی محنت، تجارت ونفع میں شرکت[1] مگر یہاں تجارت نہیں ہے، اس لئے اس کو مضاربت قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اس کی تشکیل یہ ہوگی کہ کل روپیہ کا مالک بکر ہے، اس نے زید وعمر کو روپیہ دیا جس سے انہوں نے جوسامان بھی خریدا وہ سب بکر کا ہے، مشین بھی، فرنیچر وغیرہ بھی، دوکان کا کرایہ دار بھی بکر ہے، اگرچہ رسید کرایہ داری عمر کے نام ہے، بعد میں مزید سامان جوکہ ہزار میں لیا گیا ہے، وہ بھی بکر کا ہے، زید عمر کی اس میں کوئی شرکت نہیں، وہ موجودہ سامان میں سے کسی چیز کے حقدار نہیں، اتنی مدت میں مشینوں کے ذریعہ جتنے بھی روپیہ کی کمائی ہوئی ہے، اس کے کسی جزء کے بھی معاملہ کی رو سے حقدار نہیں، وہ سب روپیہ بکر کا ہے وہ سب روپیہ بکر کو ادا کریں، اور اہل بصیرت مشورہ سے طے کریں کہ اتنی مدت میں جو زید وعمر نے کام کیا ہے، اگر ان کو اُجرت میں رکھا جاتا تو وہ کتنی اُجرت کے مستحق ہوتے جتنی اجرت ان کی ہوتی اتنی اجرت کے وہ حقدار ہیں، بشرطیکہ معاملہ مذکورہ میں مقرر کردہ شرح ۶/۴ ر سے زیادہ نہ ہو[2]، اگر اس سے زیادہ ہوتو وہ اسی چار چھ کی مقدار کے حقدار ہوں گے، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ زید وعمر دونوں نے کام کیا ہو، ورنہ اگر

---

[1] فهی عبارة عن عقد علی الشرکة فی الربح بمال من احد الجانبین والعمل من الجانب الاخر (عالمگیری ،ص ۲۸۵ /ج ۴/) کتاب المضاربة.

[2] والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اهله، شامی کراچی ص ۱۸۸/۵، باب الحقوق فی البیع، مطلب الاحکام تبتنی علی العرف (قوله فلو استاجر ارضا) ...... کان هذا فی عرفهم انه من ضیع التجارة، وفی عرفنا لیس هو من صنیعهم، فینبغی ان لا یملکه، تکملة ردالمحتار ص ۸/۲۸۹، کتاب المضاربة، مطلب حیلة جواز المضاربة فی العروض.

ایک کا نام معاہدہ میں فرضی ہو اور کام صرف ایک نے کیا ہے تو صرف کام کرنے والا حسب تشریح بالا اجرت کا مستحق ہوگا[1]، جس وقت سے بکر نے دوکان ختم کرنے کو کہہ دیا ہے، اس کے بعد دوکان چالو رکھنے اور کام کرنے کا حق زید کو نہیں ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند یکم صفر ۸۹ھ

فیکٹری سے کام لینے میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ایک فرم (کمپنی) جس کا نام "حاجی علی محمد اینڈ سنس" ہے، اس میں دس شرکت دار ہیں، جو سب ایک ہی گھر کے ہیں، دو بھائی کے دو خاندان ہیں:۔

(۱) لال محمد، محمد شفیق، محمد حنیف، محمد اصغر، محمد سعید، محمد شفیق سب میں بڑے ہیں۔

(۲) حسین محمد، محمد رفیق، محمد خلیق، محمد عزیز، محمد جلیل، محمد رفیق سب سے بڑے ہیں کئی سال سے لال محمد و محمد حسین کاروبار کرتے چلے آتے ہیں، دونوں پر قرض کا بوجھ بہت ہو گیا ہے، شفیق صاحب کا کافی بڑے لوگوں میں میل جول ہے، ایک بڑی فیکٹری سے بات

---

[1] المضارب اذاعمل فی المضاربة وربح یکون جمیع الربح لرب المال وللمضارب اجر مثلہ فیما عمل لایزادعلی السمی فی قول ابی یوسفؒ. عالمگیری کوئٹہ، ج۴/ص۲۸۸/ کتاب المضاربة، الباب الاول فی تفسیرھاالخ. شرح المجلة ص۲/۷۵۶، رقم المادة (۱۴۲۶) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص۲۶۴/۷، کتاب المضاربة.

[2] ولایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، زکریا، ص۲۹۱/ج۹/) کتاب الاالغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح. الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

کی تھی کہ ہمارے کاروبار کا حال ٹھیک نہیں تو اس نے کہا کہ ہمارے یہاں ٹرک چلانے کا کام ہے، ہمارا ڈھویئے، شفیق نے رفیق سے کہا، تم بھی پریشان ہو، ہم لوگ بھی، اللہ نے کام دیا ہے، تم مشینری کا کام جانتے ہو ہمارا ٹرک دیکھ لیا کرو، اس پر رفیق احمد راضی ہوگئے، اور اپنے والد سے بھی کہا کہ اللہ نے ہماری مشکلات دور کرنے کا انتظام کردیا ہے، ہمارا قرض دور ہوجائے گا، رفیق کو مالک فیکٹری کے پاس لے گئے، ہمارا بہت بڑا خاندان ہے سب کے سب کام کریں گے اور کام اچھا کریں گے، رفیق نے کہا ہم سب سنبھال لیں گے، اب شفیق اور رفیق نے یہ طے کیا کہ رفیق انجن وغیرہ کا کام جانتے ہیں، اور حساب کتاب تو یہ کریں، اور شفیق اوپر کی نگرانی وغیرہ دیکھ بھال، نقصان آدھا آدھا ہوگا، کام اللہ کے فضل سے شروع ہوگیا، رفیق قرض میں اُلجھے ہوئے تھے، انہوں نے اپنے بھائی عزیز کو اپنی طرف سے ٹرک کی دیکھ بھال اور حساب کردیا، خرچ رفیق نے اپنے پاس سے دیا، عزیز نے اچھا کام کیا تو شفیق نے رفیق سے کہا تم نے عزیز کو اپنی طرف سے کردیا تو کام بےفکری سے ہونے لگا، خوشی ظاہر کی، اور جب لڑکوں میں بڑا کام ہوا تو رفیق نے اپنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے خود کرایا، کام ایک ماہ نہ چلنے پایا کہ جب شفیق نے دیکھا کہ کام اچھا ہے اور آمدنی اچھی ہے، مگر رفیق رہے گا تو سارا حال آمدنی کا معلوم ہوگا، تو من مانی آمدنی خرچ نہ کرسکونگا، نیت میں فرق آ گیا، تو ہر وقت رفیق سے کہتا، تم کچھ نہیں کرتے، رفیق نے کہا اپنی جگہ عزیز کو بھی لگادیا، اور خود بھی دیکھ رہے ہیں، لیکن آپ پھر بھی ہمیشہ کہہ رہے ہیں، اس سے پہلے بھی اپنے باپ کے سامنے رفیق کو بہت ڈانٹا، اس پر غصہ میں رفیق نے کہہ دیا کہ میں آپ کے ساتھ کام نہیں کرتا، جب آپ اتنی تیزی کرتے ہیں، شفیق وہاں سے چلا گیا، شفیق کے والد نے کہا کہ رفیق تم کام کرو، یہ تو ایسے ہی غصہ ہوتے ہیں، رفیق نے کہا مجھے اپنی فکر نہیں ہے، سب گذر کسی طرح کرلوں گا، اور جو بھائی چاہیں جا کر دیکھ لیں، لیکن ان کے حکم کو سوچ کر دوسرے نہ کرسکیں گے، رفیق خود جا کر کام دیکھتا رہا، رمضان المبارک میں ایک ہفتہ کے

بعد شفیق نے کہا کہ کام کرو تم کچھ کام نہیں کرتے، دن رات روزہ کھولنے کے بعد بھی رفیق کام خود ہی کرتا رہا، اسے غصہ آ گیا، اور کہا کہ کیا بات ہے آپ ہر دم یہی کہتے ہیں تو اس پر شفیق نے کہا تمہاری شرکت ختم ہے، کوئی حصہ نہیں ہے، ہم چاہیں دیں گے یا نہ دینگے، چند گھنٹے کے بعد رفیق نے پوچھا ہمارا حصہ ہے یا نہیں؟ تو شفیق نے جواب دیا کہ کوئی حصہ نہیں آپ جا سکتے ہیں۔

(۱) کیا اس میں سارے شرکت داروں کا برابر حق ہے یا صرف رفیق شفیق کا یا صرف شفیق کا؟

(۲) شفیق ناحق پر ہے یا حق پر؟

(۳) رفیق اپنے حصہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۴) شفیق والد صاحب کی نافرمانی کرر ہے ہیں یا ان کو خوش کرر ہے ہیں؟

(۵) اگر رفیق اپنا حق مانگتے ہیں یعنی آدھا حصہ اور شفیق نہیں دے رہے ہیں تو کیا قانون کی رو سے مدد درکار ہو تو غلطی پر تو نہ ہوں گے؟

(۶) ایسا آدمی اسلام کی نظر میں کیسا ہے، کہ اپنے سارے کنبہ کا خیال نہ کرتے ہوئے، اور اپنے والد کا جو قرضہ سے بے حد پریشان حال ہیں، کوئی بات بھی نہ مانے اور اپنے پندرہ سو روپے خرچ کرے، لیکن مدد کرنے کو تیار نہ ہو اور اس کے والد کی یہ حالت ہو کہ سو روپے کے لئے پریشان ہو، اللہ ان سے خوش ہوں گے یا ناراض؟

(۷) والد اپنے لڑکے سے کہتے ہیں کہ تم جو کمائی کرتے ہو اپنے کھانے پینے کو لیلو باقی روپیہ ہمیں دو تو کیا لڑکا نہ لے تو نافرمان اور گنہگار رہوگا؟

(۸) جو شخص جماعت اور اپنے والدین کی بات نہ مانے اس کیلئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) ابتداء معاملہ کی گفتگو شفیق نے کی پھر رفیق کو شریک ٹھہرایا، اس کی پختگی کے لئے

فیکٹری کے مالک کے پاس بھی رفیق کو لے جا کر سامنے کرادیا اور اس نے بھی اس شرکت کو منظور کرلیا، لہٰذا رفیق باقاعدہ شرکت دار ہوگیا، اور سب خاندان کے کام میں لگنے کو بھی مالک پر ظاہر کرکے ریٹ میں اضافہ کرنے کو کہا، اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ خاندان کے لوگ اس کام میں ہم دونوں کی اعانت کریں گے، جس کی وجہ سے ان کو بھی کچھ دینا ہوگا، پس شرکت دار دو ہیں، شفیق اور رفیق باقی ان کے معاون ہیں۔

(۲) شفیق کا انکار غلط ہے۔

(۳) رفیق کو قرارداد کے موافق حصہ لینے کا حق ہے[1]

(۴) یہ تو بغیر مسئلہ دریافت کئے بھی ہر شخص جان سکتا ہے، خود شفیق بھی اور والد صاحب بھی جانتے ہیں کہ کہنا نہ ماننا نافرمانی ہے۔

(۵) جب دو ٹرک اپنے اپنے الگ نہیں تھے، کہ نفع ونقصان اپنا اپنا الگ الگ ہوتا بلکہ فیکٹری کی طرف سے دو ٹرک کا انتظام ہوا تو نفع ونقصان برابر رہے گا، رفیق کو آدھے کا مطالبہ کا حق ہے، اور شفیق کو اس کا دینا ضروری ہے[2] رفیق کو قانونی مدد لینے کا بھی حق ہے، مگر بہتر اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں آپس ہی میں ملکر معاملہ صاف کرلیں تاکہ خاندانی محبت اور تعلق میں بھی فرق نہ آئے[3]

---

[1] ولو كان شريكين في العمل يجب الاجر كله ويكون بين الشريكين (عالمگیری ص ۳۶۳/ ج ۴/) الباب الثامن عشر في الاجارة التي تجرى بين الشريكين.

[2] اشترط الصانعا ن على ان يتقبلا جميعاً الا عمال وان يضمنا الاعمال جميعاً على التساوى وان يتساويا في الربح والوضيعة الى قوله فهي مفاوضة (عالمگیری ،ص ۳۲۸/ج ۲/) الباب الرابع في شركة الوجوه والاعمال، مطبوعه کوئٹہ) انما سمى هذا العقد بها اى بالمفاوضة لاشتراط المساواة فيه من جميع الوجوه (مجمع الانهر ص ۵۴۶/ج ۲/ كتاب الشركة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

[3] عن ابى هريرة قال قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم ...... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۶) والد کا بہت بڑا حق ہے، اپنے اوپر تنگی برداشت کر کے والد کی خدمت کرنا اور ان کو راحت پہنچانا عین سعادت ہے، اس کے برخلاف خود عیش وراحت میں رہنا اور والد کو تنگی میں پڑا رہنے دینا بڑی نالائقی کی بات ہے، نہ خدا کو پسند ہے، نہ رسول کو پسند، نہ عرفاً، نہ عقلاً، نہ اخلاقاً، غرض کسی طرح بھی پسند نہیں بلکہ بہت مذموم اور قبیح ہے[1]

(۷) حدیث شریف میں ہے "انت ومالک لابیک[2] یعنی تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہے، پس نفقہ واجبہ سے جو کچھ اپنے پاس ہو اس سے والد کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

(۸) اس کو دلی ہمدردی اور خیر خواہی سے سمجھانا چاہئے، اور اس کے لئے دعا کیجئے، کہ حق تعالیٰ اس کے دل کو نرم فرماوے، اور کسی صاحب نسبت بزرگ سے اس کا تعلق کرایا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)...... ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولاتحسسوا ولاتجسسوا ولاتناجشوا ولاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللّٰہ اخواناً. (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۷/باب ماینھی عنه من التھاجر والتقاطع، الفصل الاول.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے اور کسی کا حال یا کوئی خبر معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو جاسوسی نہ کرو اور کسی کے سودے کو نہ بگاڑو آپس میں حسد نہ کرو آپس میں بغض نہ رکھو، آپس میں غیبت نہ کرو، خدا کے سارے بندے بھائی بنکر رہو۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ رضی الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد (مشکوٰۃ شریف ص: ۴۱۹/ج: ۲) باب البر والصلة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔

[2] (مسند احمد بن حنبل ص ۲۰۴/ج ۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، ابن ماجه شریف ص ۱۶۵/۲، ابواب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کیلئے ہے۔

جائے، ان کی برکت سے انشاء اللہ نفع ہوگا[1] قرض کے ادا ہونے کے لئے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ بار اوّل آخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھنا بہت مفید اور مجرب ہے، حق تعالیٰ برکت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۹۰ھ

بلا اجازت شرکاء ایک شریک کا مشترکہ زمین میں کاشت کرنا

سوال:۔(۱) زید، عمر، بکر، خالد کا مشترکہ باغ ہے، جس کی تقسیم ان چاروں کے درمیان نہ قانونی ہوئی اور نہ باہمی رضامندی سے، اب اگر ایک شریک اس میں کاشت کرے اور دوسرے شرکاء کو کچھ نہ دے تو ایسی صورت میں دوسرے شرکاء کو منافع طلب کرنا یا حساب مانگنے کا حق پہنچتا ہے، یا نہیں؟ ایسے شخص کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ میں نے جو کچھ کاشت کی ہے وہ اپنے حصہ رسد کے اندر ہی کی ہے، اس لئے دوسرے شرکاء کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔

(۲) اس باغ کیلئے ایک انجن شرکاء نے خریدا تھا جو باغ میں لگا ہوا تھا، ایک شریک نے اس کو وہاں سے ہٹا کر اپنی زمین میں لگایا جس سے باغ کو نقصان پہنچا، کیا بقیہ شرکاء کو نقصان طلب کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بغیر دیگر شرکاء کی رضامندی کے اسکو کاشت نہیں کرنا چاہئے[2] تقسیم کرالے پھر اپنے

---

[1] خالطوهم لتكونوا امثلهم فكل قرين بالمقارن يقتدى (روح المعانى ص۵۶/ج۱۱/ تحت قوله تعالىٰ وكونوا مع الصادقين) سورة توبه الاية، ۱۱۹/ مطبوعه مصطفائيه ديوبند.

[2] ليس للحاضر ان يزرع بقدر حصته (عالمگيرى، ص ۳۷۰/ج۵/)الباب التاسع والعشرون فى الانتفاع بالاشياء المشتركة) كتاب الالحظر والاباحة.

حصہ میں کاشت کرلے، لیکن موجودہ صورت میں جب اس نے اپنے حصہ ہی میں کاشت کی ہے اور دیگر شرکاء نے اجازت نہیں دی تو انکو پیداوار میں حصہ طلب کرنے کا بھی حق نہیں[1]۔

(۲) اس شریک کیلئے اس انجن کو باغ مشترک سے منتقل کر کے اپنی ذاتی انفرادی زمین میں لگانے کا حق نہیں تھا، اس نے غلطی کی، اس کی وجہ سے باغ کو جو نقصان پہنچا ہے، اس سے دیگر شرکاء کو وصول کرنا درست نہیں، جتنے روز اس نے اپنی زمین میں انجن استعمال کیا ہے، اس کا معاوضہ بھی اس سے وصول کرنے کا حق نہیں، اگرچہ اس کا استعمال کرنا غلط، حق تلفی اور ایک قسم کا غصب ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

مشترکہ آمدنی سے بچا کر روپیہ الگ رکھنا اور اس سے مکان خریدنا (ضعیف والدین کا نفقہ)

سوال: ۔عرض ہے کہ فدوی پانچ بھائی تھے، اور ہمارے ماں باپ بھی حیات ہیں، میں سب سے بڑا بھائی ہوں، اور سب میرے سے چھوٹے تھے، اور ہم سب اکٹھا رہا کرتے

---

[1] الارض والکرم اذاکانا بین رجلین احدهما غائب او کانت الارض بین بالغ ویتیم یرفع الامر الی القاضی فان لم یرفع الحاضر وزرع الارض بحصته طاب له، (عالمگیری ص ۳۴۲/ ج ۲/ کتاب الشرکة، الباب السادس فی المتفرقات. مطبوعه کوئٹه، اذازرع احد الشرکا والاراضی المشترکة فلیس للآخر ان یطلب حصته من الحاصلات الخ، شرح المجلة ص ۶۰۳/ ۱، رقم المادة (۱۰۷۶) مطبوعه مکتبه اتحاد بکڈپو دیوبند،

[2] قلنا جمیعاً المنافع لاتضمن بالا تلاف (نورالانوار ص ۴۷/ مبحث الامر. مطبوعه رحیمیه دیوبند، درمختار علی الشامی کراچی ص ۲۰۶/ ۶، کتاب الغصب، مطلب فی ضمان منافع الغصب.

تھے، اور سب بھائیوں میں میں ہی کمانے کے قابل تھا کیونکہ اور بھائی چھوٹی عمر کے تھے، اوران سب کو کام سکھائے گئے، اب ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، اس وقت چار بھائی موجود ہیں، اور تین بہنیں موجود ہیں، ایک بھائی جو کہ میرے سے چھوٹا اور دوسے بڑا ہے، اس کو درزی کا کام سکھایا گیا ہے، پہلے وہ اس قابل نہیں تھا، کہ کچھ کما سکے سب اکھٹے اپنی گذر اوقات کرتے رہے، اوران کو کام سکھاتے رہے، جب وہ بھائی کمانے کے قابل ہوگیا، اس وقت سے وہ اپنی کمائی علیحدہ جمع کرتا رہا، حتی کہ اپنا خرچہ خوراک بھی ہم کو نہیں دیتا تھا، اور وہاں باپ اس کو ہر چیز سمجھاتے رہا کرتے تھے، کہ تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم اپنی کمائی الگ جمع کرتے رہو، کم از کم اپنا خرچ ان کو دیتے رہا کرو، مگر وہ کچھ خیال نہیں کرتا تھا، اس کی شادی بھی شاملات میں رہتے ہوئے کردی گئی، شادی ہونے پر اس نے کوئی خرچہ اپنا اور اپنی بیوی کا ہمیں نہیں دیا، عرصہ تک دونوں میاں بیوی بلاخرچہ دیئے ہمارے ہی میں شاملات کھاتے رہے، جب اس کو بہت کہا گیا تو کبھی کبھی پانچ چار روپیہ دیا کرتا اس کے بعد اپنا مکان علیحدہ خرید لیا، جس وقت وہ علیحدہ ہونے لگا اس وقت اس کو کہا گیا کہ جب تک اور بھائی بہنوں کی شادی نہ ہوجائے اور یہ بھائی کمانے کے قابل نہ ہوجائیں، اس وقت تک تم کو علیحدہ ہونا ٹھیک نہیں، مگر وہ نہ مانا اور مکان خرید کر علیحدہ ہوگیا، اور اسی رقم سے اس نے مکان خریدا جو اس نے کما کر اکھٹی کی تھی، ہمارے ذمہ کچھ قرض بھی ہوگیا، اس میں بھی اس نے کچھ نہیں دیا، اس نے جو مکان خریدا وہ قابل مرمت تھا، میں چونکہ معماری کا کام جانتا ہوں، بہت دن تک اپنی مزدوری اس میں خرچ کی اور خیال یہ تھا کہ اگر بھائی اس کے اندر رہے گا تو کچھ مزدوری نہیں لونگا، اور اگر فروخت کریگا تو مزدوری لونگا، جب سے یہ بدامنی ہوئی ہے، اس وقت سے وہ از حد کوشش کررہا ہے کہ مکان فروخت کرکے پاکستان چلا جائے، اس کو ہر چند کہا گیا کہ مکان فروخت نہ کرو مگر وہ نہیں مانتا مکان فروخت کرنے کی غرض سے ایک سال سے اپنے آپ کو پاگلوں اور دیوانوں کی حالت میں تبدیل کررکھا ہے، ہر چند یہ کوشش کررہا

ہے، کہ مکان فروخت کردے، حالانکہ اس وقت بھی اس کے پاس چھ سوروپیہ نقد اور اتنے کے زیورات موجود ہیں، اس کو کہا جاتا ہے کہ اس رقم اور زیورات میں سب کا حصہ ہے، ان کو بھی دینا چاہئے، مگر وہ نہیں مانتا حالانکہ ماں باپ بہت ضعیف ہیں، نماز بھی مشکل سے ادا کرتے ہیں، اور بھائی بھی ابھی اس قابل نہیں کہ اپنا گذارہ بخوبی کرسکیں، یہاں تک کہ ماں باپ کا بھی اعتبار نہیں کرتا اپنی جمع کردہ رقم دوسروں کے پاس رکھتا ہے کیا دوسروں کو وہ رقم رکھنی جائز ہے؟ جبکہ ان کو معلوم ہے کہ رقم مشترکہ سب کی ہے، اور شاملات میں رہتے ہوئے اکھٹی کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ رقم اس نے کسی سے چوری نہیں کی بلکہ خود کمائی ہے، تو یہ چوری کا مال نہیں، لہٰذا جس کے پاس یہ رقم رکھی ہے، اس کو رکھنا درست ہے، اگر ماں باپ اور بھائیوں کے مال کو چوری کرکے رقم جمع کی ہے، تو یہ چوری کا مال ہے، ایسی حالت میں اس شخص کو رقم کا رکھنا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

استفتاء متعلق سوال بالا

(۱) اس رقم کے اندر ماں، باپ، بھائی بہنوں کا حق ہے یا نہیں؟

(۲) جو مکان اس نے خریدا ہے اس کے اندر بھائیوں کا حق ہے یا نہیں؟

---

[1] قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونو علی الاثم والعدوان الآیۃ، سورۃ المائدۃ آیت ۲، یأمرہ تعالیٰ عبادہ المومنین بالمعاونۃ علی فعل الخیرات وھو البر والتقویٰ وترک المنکرات وینھاھم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم، تفسیر ابن کثیر ص ۲/۹، سورۃ المائدۃ، مطبوعہ مکتبۃ التجابریۃ مصطفی احمد الباز،

(۳) اس کو اس طرح علیحدہ ہونا جائز تھا جبکہ اور بھائیوں کی شادیاں نہیں ہوئیں، اور برسر روزگار بھی نہیں؟

(۴) اس کو قرضہ دینا جائز تھا یا نہیں، جو کہ شاملات رہتے ہوئے ہوا؟

(۵) اگر وہ مکان فروخت کرے تو جو مزدوری میری خرچ ہوئی ہے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر وہ ہمیں رقم دے تو اس کو ماں باپ بھائی بہنوں میں کس طرح تقسیم کریں؟

(۷) اس شخص کے لئے کچھ سزا ہے یا نہیں، جو کہ سب بات کو جانتے ہوئے اس کی رقم کو رکھتا ہے، اور اگر ہے تو حشر کے روز اس کی کیا سزا ہے؟

(۸) اور میرے بھائی کی کیا سزا ہے، جس نے کہ اتنی پریشانیاں پیدا کیں اور اگر ہے تو حشر کے روز کیا سزا ہے، تا کہ اس کو سمجھا دیا جائے، اور وہ راہ راست پر آ سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) اگر ماں باپ بھائی بہنوں سے چوری کی ہے تب تو سب انہیں کی ہے[1]، اگر خود کمائی ہے تو خود اس کمانے والے کی ہے، ماں باپ وغیرہ کا اسمیں حق نہیں، ہاں جو کچھ انہوں نے اس پر خرچ کیا ہے، اگر قرض کہہ کر خرچ کیا ہے وہ لے سکتے ہیں[2]، اور بوقت حاجت والدین

---

[1] صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق واما أن يكون كسبه بعقد فاسد......أو بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففي جميع الاحوال المال الحاصل لهٗ حرام عليه (الى قولهٗ) ولم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه (بذل المجهود ج ۱/ ص۳۷/ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

[2] فلو كان للولد مال لكنه غائب فنفقته على الاب الى ان يحضر ماله (قول ان اشهد) اى على انه ينفق عليه ليرجع، شامی کراچی ص۶۱۲/۳، باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لا على ابيه، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۱/۴، باب النفقة.

E:\f.m.Fainal\Jild-23\Shirkat aor Muzaribat Ke Ahkam

کا نفقہ اولاد کے ذمہ ہوتا ہے، جس میں دوسری اولاد کے ساتھ یہ بھی شریک ہے[۱]۔

(۲) اس میں بھائیوں کا حق نہیں۔

(۳) علیحدہ ہونا اس کو جائز ہے[۲]، لیکن ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ رہ کر کھانا، پہننا اور اپنی کمائی علیحدہ جمع کرنا بہت بڑی بے مروتی، اور انتہائی احسان فراموشی ہے جس کا نتیجہ بہت خراب ہے[۳]۔

(۴) جس طرح وہ کھانے پینے میں سب کے شریک رہا تو اس کو چاہئے کہ اس سلسلہ میں جو قرض ہوا اس کے ادا کرنے میں بھی سب کے ساتھ شریک رہے۔

(۵) اگر کوئی معاملہ طے کیا ہے تو اس معاملہ کے موافق مزدوری لینا درست ہے محض دل میں رکھنا اور نیت کر لینا کافی نہیں[۴]۔

---

[۱] ویجبر الولد علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین قدرا علی الکسب او لم یقدر الخ، عالمگیری دارالکتاب ص ۵۶۴/ ۱، الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، هدایه ص ۴۴۵/ ۲، باب النفقة فصل فی من یجب النفقة و من لا یجب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص ۶۲۳/ ۳، باب النفقة، مطلب فی نفقة الاصول.

[۲] تجب السکنی لها علیه فی بیت خال عن اهله و اهلها، عالمگیری دارالکتاب ص ۵۵۶/ ۱، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة، هدایه ص ۴۴۱/ ۲، باب النفقة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] عن ابی بکرة قال قال رسول الله ﷺ کل الذنوب یغفر الله منها ما شاء الا عقوق الوالدین فانه یعجل لصاحبه فی الحیاة قبل الممات وفی روایة عنه ما من ذنب احری ان یعجل الله لصاحبه العقوبة فی الدنیا مع ما یدخرله فی الآخرة من البغی وقطیعة الرحم، مشکوة شریف ص ۴۲۰/ ۲، باب البر والصلة.

[۴] والاصل ان الضمانات فی الذمة لا تجب الامرین اما باخذ او بشرط فاذا عدما لم تجب والشرط قبول العقد کالشراء والاستیجار والکفالة ونحوها، قواعد الفقه ص ۱۵، اصول الکرخی، رقم القاعدة (۱۶) مطبوعه اشرفی دیوبند.

(۶) اس کی سعادت یہ ہے کہ والدین کی خدمت میں وہ رقم پیش کردے، پھر والدین سب کو برابر دیدیں۔

(۷) اس کا جواب سب پہلے نمبر میں آگیا۔

(۸) اس کو نصیحت کی جائے والدین کے حقوق بتائے جائیں، اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعاء خیر کی جائے، اور معاف کردیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ ان سب پریشانیوں پر بہت بڑا اجر ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ /شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ /شوال ۶۷ھ

نیلام در نیلام

سوال:۔ ایک جنگل کے نیلام کا اعلان ہوا، ایک جماعت اس کی خریداری کیلئے تیار ہوئی اور آپس میں معاہدہ کرلیا کہ اس کو متفقہ طور پر خرید لیا جاوے، کسی ایک کے نام، اور سب شریک رہیں، اس کے بعد آپس میں اس کی بولی بولی جاوے، جو شخص جتنے نفع پر اس کا خریدار ہو اس کا منافع وہیں ختم ہوجائے گا، اسی طرح سے اور باقی شرکاء کریں گے، مثلاً نیلام کو زید نے سو روپیہ میں لیا جس میں دس شریک ہیں، اب عمر نے اس جنگل کی قیمت ۱۵۰/ روپیئے تجویز کی کہ اتنے میں میں خریدار ہوں اس سے زیادہ میں نہیں، تیسرے شریک نے اس کی قیمت دوسو روپیہ تجویز کی کہ میں اتنے کا خریدار ہوں زیادہ کا نہیں، اسی طریقہ سے سلسلہ وار ہر شخص بولی بولیگا، یا انکار کرے گا، اس معاہدہ کے موافق کہ جو شخص جتنی قیمت تک خریدار ہوگا، وہ اسی نفع کا شریک ہوگا، جو اس وقت ہے اگر دوسرے شرکاء اس کے منافع میں اضافہ کریں تو یہ شخص اس زیادہ منافع میں شریک نہیں یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کے بعد ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ دس میں سے دو شخص شریک ہوکر پھر

متفقہ طور سے خریدار ہوتے ہیں، اور وہ بھی آپس میں یہی طے کرتے ہیں، کہ ہم پھر آپس میں معاملہ طے کریں گے، اب دونوں میں جو نفع ہوگا، اس میں تو ان آٹھ میں سے کوئی شریک اس میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب خریدنے میں برابر کے شریک ہیں تو نفع میں بھی برابر ہی کے شریک رہیں گے[1]، محض قیمت تجویز کرنے سے نفع کی زیادتی ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی شریک دوسرے شرکاء کے حصے بھی خرید لے تو ان کے حصوں کا نفع بھی یہی لیگا، جو حکم مجموعہ دس شرکاء کا ہے وہی دو شریکوں کا ہے، اور جس شریک کا حصہ جتنے میں خریدے گا اسی حساب سے نفع دے گا، اور خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ بیع قطعی ہو کر معاملہ طے ہو جائے صرف بولی بولنا کافی نہیں، اور مجموعہ میں تمام شریک ہیں، اس لئے جو خریدیگا وہ اپنے حصہ کے علاوہ دوسروں کے حصہ کو خریدے مجموعہ کو خریدنا جس میں اپنا حصہ بھی داخل ہے ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ
صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤس اموالهما، شامی کراچی، ص۳۰۵/ ج۴/ كتاب الشركة، مطلب اشتراط الربح متفاوتاً. عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۳۰۱، کتاب الشركة، الباب الاول، البحرالرائق کوئٹہ ص۱٦۸/ ۵، کتاب الشركة.

[2] هو (ای البیع) مبادلة شئ مرغوب فيه بمثله على وجه مفيد مخصوص ...... وخرج بمفيد مالايفيد فلا يصح بيع درهم بدرهم استويا وزنا وصفة ولا مقايضة احد الشريكين حصة داره بحصة الآخر، والمتبادر من التعبير بالشريكين ان الدار مشاعة بينهما، درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۰۱، ۴/۵۰۴، کتاب البیوع، النهرالفائق ص ۳/۳۳۴، کتاب البیوع، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

مشترکہ روپیہ سے تجارت اور نفع سے حج

سوال:۔ چند احباب کا ارادہ ہے کہ گیارہ آدمی فی نفر دوسو روپے ڈال کر مشترکہ تجارت کریں، اور جو کچھ نفع ملے اس کے ذریعہ دوسال کے بعد گیارہ آدمی مل کر حج کے لئے جائیں، کیا یہ معاملہ صحیح ہے، اور اس طرح حج کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح اور اس نیت سے تجارت تو درست ہے مگر حج کی شرط نہ لگائی جائے، ہر ایک کا نفع اسکو دیدیا جائے اسکا جو دل چاہے کرے حج پر مجبور نہ کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

کاشت میں ایک بھائی کا نام درج ہے کام سب کا مشترک ہے

سوال:۔ (۱) ایک کھیت جو باپ دادا کے زمانہ سے چلا آتا ہے، اور لگان پر تھا، کاشت نہیں تھی، اور ہم لوگ مشترک تھے، تین بھائی تھے، اور اس زمانہ میں ایک بھائی کے نام سے کاشت لگ گئی، اور ہم لوگ برابر (کاشت) زراعت کرتے چلے آئے، اور علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی کھیتی مشترک رہی، اب آپس میں ایک نام کی بناء پر اختلاف پڑا ہوا ہے تو شرعاً تینوں بھائیوں کا حق ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) ہم لوگ تینوں بھائی جب ایک میں تھے تو زمیندار سے کھیت لگان پر لیا گیا، اور کھیتی کرنے لگے، تو ایک بھائی کے نام سے کاشت لگ گئی، مگر علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی ہم

---

[1] **كما يستفاد من هذا الحديث نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن بيع وشرط. نصب الرايه ج۴/ص۱۷/ باب بيع الفاسد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.**

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا۔

لوگ مشترک طور پر برابر کھیتی کرتے رہے، نام کی بناء پر اختلاف ہے، تو شرعاً تینوں بھائیوں کا حق ہوتا ہے، یا نہیں جواب مدلل مع حوالہ کتب عنایت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جب زبانی معاملہ مشترک ہے، اوراس پر عمل درآمد ہے اور کاغذ میں صرف ایک بھائی کا نام درج ہونے کے باوجود تینوں بھائی مشترک کاشت کرتے چلے آئے، تواب اختلاف اور تردد کی کوئی وجہ نہیں بلاتردد تینوں شریک ہیں، اوروہ کاغذی اندارج محض کاغذی ہے، کچھ مؤثر نہیں، جیسا کہ ہزل کی صورت میں طے شدہ معاملہ کا اعتبار ہوتا ہے، ایسا ہی یہاں پر بھی ہوگا، یہ اندراج ہزل سے زیادہ نہیں [۱]

(۲) تینوں بھائیوں کا حق ہے، صرف ایک کا نہیں ہزل کی بحث کتب اصول میں مفصل موجود ہے [۲] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ذیقعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ذیقعدہ ۶۹ھ

زمین دوکان وگھوڑی میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔زید، عمر، بکر خالد حقیقی بھائی ہیں، سرکار نے دومربع زمین عمر کو عطا کی جس کیلئے، ایک راس گھوڑی عمدہ رکھنی شرط ہے، برائے قانون انگریزی عمر کا خلف اکبر زمین کا

---

[۱] الهزل هو ان لايراد باللفظ دلالته لاالمعنى الحقيقي ولا المجازى الخ ،الوصول الى قواعد الاصول ،ص۳۰۸/باب الامور المعترضة على الاهلية ،مسئالة الهزل، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. نورالانوار ص۳۰۶/ مبحث الاهلية، مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

[۲] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہونورالانوار،ص۳۰۶/ مبحث الاهلية ،مطبوعه ياسرنديم ديوبند "الوصول الى قواعد الاصول،ص۳۰۸/ باب الامور المعترضة على الاهلية .مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

مالک ہوگیا، تقدیر سے عمر فوت ہوگیا، عمر کے لڑکے کے نام زمین منتقل ہوگئی، کچھ مدت بعد عمر کا لڑکا بھی فوت ہوگیا، عمر لاولد ہوگیا، اب بروئے قانون انگریزی اسی خاندان میں جو عمر میں سب سے بڑا ہوگا، اس کے نام زمین داخل خارج ہوگی، قانوناً زید جو سب سے بڑا ہے، وارث تصور ہوا، لیکن زید و خالد نے منتظم صاحب کی عدالت میں درخواست دی کہ ہم (زید وخالد) راضی ہیں کہ ہر دو مربع مع گھوڑی بکر کے نام ہو، درخواست منظور ہوگئی، ہر دو مربع بکر کے نام داخل وخارج ہوگئی، بکر نے کئی جگہ تبادلہ بسبب ناقص ہونے زمین کے کرایا اور کئی جگہ بنجر شگافی کی، اب تیسری جگہ بکر آباد ہے، کہ عرصہ بعد خالد بھی فوت ہوگیا، بکر نے بڑی نیک نیتی سے کام کرکے بائیس ہزار کی زمین مربعات اس جگہ آمدنی سے خریدی جو زید اور بکر کے نام بحصہ نصف نصف کرائی گئی، اب زید بکر کو کہتا ہے کہ ایک مربع مجھ کو دو، کیا زید بکر سے ازروئے قانون اسلامی ایک مربع لے سکتا ہے یا نہیں، دیگر زید بکر نے دوکان پارچہ کھولی، جس میں ابتدائی میں دوکان کا سرمایہ دوسو روپیہ بکر نے دیا، اور تین سو روپیہ زید نے دیا، جس کو عرصۂ چار سال کا ہوگیا ہے، دوکان بفضلہ بڑی نفع میں ہے، دوکان کا کام زید کا لڑکا کرتا ہے، بکر نے روپیہ بنیت اشتراک دیا تھا، اب دوکان سے تو زید جواب دیتا ہے، یعنی کچھ نہیں دیتا، اور دو مربعات سے حصہ مانگتا ہے م بینوا وتو جروا، بالسنۃ والکتاب تو جروا یوم الحساب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آپ کے سوال میں چند امور دریافت طلب ہیں ان کا جواب تفصیل سے تحریر کیجئے، اس کے بعد جواب مکمل ہوگا۔

(۱) سرکار نے دو مربع زمین جو عمر کو عطا کی ہے، وہ بطور تملیک ہے، یا بطور عاریت ،یعنی کیا عمر اس کو فروخت کرسکتا ہے یا دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے ،وغیرہ وغیرہ جو تصرفات مالک اپنی زمین میں کرسکتا ہے عمر کو ان تصرفات کی اجازت ہے یا نہیں؟

(۲) گھوڑی بھی سرکار نے دی ہے، یا عمر نے خود خریدی ہے، اگر سرکار نے دی ہے، تو بطور تملیک یا بطور عاریت؟

(۳) عمر نے انتقال کے بعد کون کون وارث چھوڑے صلبی وغیر صلبی مذکر و مؤنث مفصل تحریر کیجئے؟

(۴) عمر کے لڑکے نے اپنے انتقال کے بعد کون کون وارث چھوڑے تفصیل سے تحریر کریں؟

(۵) زید و خالد نے جو بکر کے نام زمین کرائی تو ہبہ کی ہے یا محض اپنا کارکن بنایا ہے، یا دونوں نے بکر کو مالک بنایا ہے، اگر وہ اس زمین کو فروخت کردے، تو بھی ان دونوں کو کچھ سروکار نہیں، یا مالک نہیں بنایا بلکہ مختار کام بنایا ہے؟

(۶) بکر نے کئی جگہ تبادلہ بسبب ناقص ہونے زمین کے کرایا اسکا کیا مطلب ہے؟

(۷) خالد نے کون کون وارث چھوڑے؟

(۸) بائیس ہزار کی زمین جو خریدی گئی ہے اور وہ زید و بکر کے نام نصفا نصف ہوئی تو کیا بکر نے وہ نصف زمین زید کو ہبہ کی اور اس پر زید کا قبضہ کرادیا، یا ہبہ نہیں کی، بلکہ محض کاغذ میں نام درج کرایا ہے؟

(۹) ان تمام باتوں کا تفصیل سے جواب تحریر کیجئے، تب جواب مکمل ہوگا، دیگر اگر زید اور بکر میں معاملہ شرکت بھی ٹھہرا ہے تو شرط کے موافق دونوں نفع نقصان میں شریک ہوں گے۔

فقط والسلام

حررہ العبد محمود عفی عنہ گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/۵۲ھ

جوابات تنقیح

''اللّٰھم ارنا الحق حقا و الباطل باطلاً''

(۱) عمر کو جو زمین سرکار نے عطا کی ہے، عمر اس کو بلا مخالفت شخصے فروخت کرسکتا ہے،

لیکن کوئی حصہ اس کا فروخت نہیں کرسکتا، بلکہ کل رقبہ مع گھوڑی ومکان مسکونہ بغیر مخالفت احدے فروخت کرسکتا ہے۔

(۲) گھوڑی عمر نے خود خریدی تھی، اب بکر اس کا قانوناً وارث ہے۔

(۳) عمر کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ زمین تقسیم نہیں کرسکتے، کیونکہ حکام وقت کے قانون میں فقط خلف اکبر ہی وارث ہوتا ہے۔

(۴) جواب نمبر ۳ ر میں ہے۔

(۵) زید خالد نے بکر کو کارکن نہیں بنایا، بلکہ بکر کو موافق قانون حکام وقت مالک تسلیم کرلیا گیا ہے۔

(۶) بکر نے کئی جگہ تبادلہ جو کیا اس سے کسی کی حق تلفی مطلوب نہ تھی، بلکہ پہلی زمین ناقص تھی، اس کے عوض عمدہ زمین جو قانوناً جائز ہے لی۔

(۷) کا جواب نمبر ۳ ر میں ہے۔

(۸) جو زمین خریدی گئی ہے، اس میں زید نصف حصہ کا قابض ومالک ہے، اور بکر نصف حصہ کا روپیہ بکر نے دیا، مگر زید چونکہ بکر کا بڑا بھائی ہے، اس لئے بکر زید کو نصف حصہ کا مالک تسلیم کرتا ہے، جواب (دیگر) زید کی بکر میں شرکت ہے، چونکہ زید کا لڑکا دوکان کا کام کرتا ہے، وہ اپنے کام کا معاوضہ لے سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعد بیانات مذکورہ بالا شرعاً مربع کا مالک بکر ہوا یا زید یا مشترک۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عمر کے انتقال کے بعد اگر اس کا وارث صرف اس کا بیٹا تھا اور کوئی دوسرا وارث شرعی مستحق نہیں تھا، تو عمر کے کل ترکہ کا مالک اسکا بیٹا ہوگیا، اور اگر کوئی اور بھی وارث شرعی مستحق

تھا، تو موافق شرع اپنے حصہ کا مالک ہوا تھا[1]، پھر اگر اس کے انتقال کے بعد اس کا کوئی وارث شرعی نہ تھا، صلبی نہ غیر صلبی نہ دختری نہ پسری نہ مذکر نہ مونث، غرض بجز زید، بکر خالد کے کوئی وارث نہ تھا، تو یہ تینوں اس کے کل ترکہ کے برابر وارث ہوں گے[2]، قانون سرکاری کا اس میں کوئی اعتبار نہ ہوگا، پھر زید وخالد نے چونکہ بکر کو اپنا حصہ ہبہ کر دیا ہے، یعنی بکر کو اپنے حصہ کا مالک بنا دیا ہے، کہ وہ بیع وغیرہ جو تصرفات چاہے کرے، زید وخالد کو کوئی سروکار نہیں، اور بکر کا اس پر پورا پورا قبضہ بھی کرا دیا، تو بکر کل زمین وگھوڑی کا مالک ہوگیا[3]، اور زید وخالد کا اس میں کوئی حصہ نہ رہا، اسکے بعد جب بکر نے ۲۲/ ہزار کی زمین خریدی تو اس میں چونکہ زید کو نصف کا شریک بنایا ہے، یعنی نصف حصہ زید کو ہبہ کر دیا، اور تقسیم کر کے اس پر زید کا قبضہ کرا دیا، تو زید اس نصف کا مالک ہوگیا[4] لہٰذا زید اس بائیس ہزار کا نصف طلب کرسکتا ہے، اور کچھ نہیں طلب کرسکتا، اگر زید کو بکر اس نصف کا مالک نہ بناتا تو زید کو اس کے مطالبہ کا کوئی حق نہ تھا۔

---

[1] بیٹا عصبہ میں سے ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ کا مستحق ہوتا ہے۔ العصبات، وهم كل من ليس له سهم مقدر ويأخذ ما بقي من سهام ذوى الفروض واذ انفرد اخذ جميع المال، عالمگیری دارالکتاب ص ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات، المحيط البرهانى ص ۲۳/۲۸۵، كتاب الفرائض، الفصل السابع فى بيان اصناف الورثة، مطبوعه ڈابھیل.

[2] واذا اجتمع جماعة من العصبة فى درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبار ابدانهم لا باعتبار اصولهم، عالمگیری دارالکتاب دیوبند، ص ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات، الاختيار لتعليل المختار ص ۲/۵۶۲، كتاب الفرائض، فصل فى العصبات، مطبوعه مكتبه حقانيه پشاور.

[3] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدرالمختار على هامش ردالمحتارزكريا ص ۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، عالمگيرى كوئٹه ج۴/ص ۳۷۴/ كتاب الهبة، الباب الاول فى تفسيره. شرح المجلة ص ۱/۴۷۳، كتاب العصبة، الباب الثالث فى احكام الهبة، رقم المادة(۸۶۱) مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،

[4] حوالہ بالا۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ شرعی قانون کے ذریعہ سے اگر بکر کل زمین کا مالک ہو گیا تھا تو زید ۲۲/ ہزار والی زمین میں نصف کا شریک ہے، کیونکہ بکر نے وہ نصف زید کو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا ہے، لیکن اگر بکر کل زمین کا شرعاً مالک نہیں ہوا تو جتنی کا مالک ہوا ہے، اس میں نصف کا شریک ہے، بکر کے مالک ہونے نہ ہونے کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی۔

دیگر جس قدر دیانت دار اور ہوشیار زید کا لڑکا ہے، اگر ایسا ہی کوئی دوسرا شخص دوکان پر ملازم رکھا جاتا اور وہ بھی اتنا ہی کام کرتا جتنا کہ زید کے لڑکے نے کیا ہے، تو اس کو جس قدر اجرت دیجاتی ہے اسی قدر اجرت زید کے لڑکے کو دیجائیگی، اور دوکان میں موافق شرط زید اور خالد دونوں شریک ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح ہے، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۴/ ۵۲ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/ ۵۲ھ

قبضہ کی جائداد میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔ زید نے ایک کھیت پر ایسے وقت میں قبضہ کیا کہ عام طریقہ سے لوگ زمینوں پر قبضہ کر رہے تھے، اس دور میں زید نے اس کھیت پر قبضہ کیا، مگر اس وقت زید کے تین بھائی تھے، لیکن ایک بھائی اس پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی الگ ہو گئے تھے، اور زید و بکر

[1] فان وقعت على عمل معلوم فلا تجب الاجرة الا بتمام العمل، اذا كان العمل مما لا يصلح اوله الا بآخره، وان كان يصلح اوله دون آخره، فتجب الاجرة بمقدار ما عمل، النتف في الفتاوى ص ۳۳۸، كتاب الاجارة، مطبوعه ايچ. ايم. سعيد كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص ۸/۲۷، باب ضمان الاجير، درمختار على الشامی كراچی ص ۶/۶۹، كتاب الاجارة، مطلب ضمان الاجير المشترك الخ.

دونوں ایک ساتھ رہتے تھے، مگر زید نے قبضہ کرنے کے بعد جب نام لکھوانے کا وقت آیا تو صرف اپنا نام لکھوایا، اور بکر کا نام نہیں لکھوایا، حالانکہ دونوں کا نام مشترک ہوا کرتا تھا، پھر زید کا انتقال ہوگیا، اس وقت زید کے دو بیٹے تھے، اور بکر کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں، اور بکر کا انتقال زید سے قبل ہی ہوگیا تھا، زید نے ان لڑکوں اور لڑکیوں وغیرہ کی شادی خود کی، بکر کے لڑکوں نے کچھ خرچ وغیرہ کے بارسے پھر معاملات کو دیکھ کر علیحدگی حاصل کرلی، علیحدہ ہوتے وقت زید کے لڑکوں کے اوپر یکجائی خرچ کا قرض رکھ دیا گیا، اور چالبازی سے ہر ایک جائیداد نصف نصف بانٹ لی گئی، زید کے مقبوضہ کھیت میں سے بھی آدھا لے لیا گیا، زید کے لڑکے قانونی کاروائی کرکے رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کسی دوسرے کے کھیت پر بلا وجہ شرعی قبضہ کرنا جائز نہیں، اور ایسا قبضہ کرنے سے قابض کی ملک بھی ثابت نہیں[1] ہوئی، پس اگر زید نے اس کھیت پر قبضہ کرکے ایسی صورت کرلی تھی، جس سے وہ شرعی مالک ہوگیا تھا، تو اسمیں بکر کا حق نہیں تھا، بکر نے اسمیں روپیہ خرچ بھی نہیں کیا تھا، زید نے ہی اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تھا[2]، پھر زید وبکر کے انتقال کے بعد

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق واما ان يكون كسبه بعقد فاسد ...... او بغير عقد كالسرقة والغصب ...... ففي جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ...... ولم يملكه الخ، بذل المجهود ص۳۷/۱، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، قواعد الفقة ص۹۴، رقم القاعدة (۱۹۲) مطبوعه اشرفي ديوبند.

[2] ولايجوز التصرف في مال غيره بلااذنه ولاولايته الخ، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا، ج۹/ص۲۹۱/ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير الخ. الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثاني كتاب العصبة، مطبوعه مكتبه اشاعت الاسلام دهلي، ثم من احياه باذن الامام ملكه الخ، هدايه ج۴/ص۴۷۸/ كتاب احياء الموات مطبوعه تهانوي ديوبند. مجمع الانهر ص۴/۲۲۹، كتاب احياء الموات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامي كراچي ص۶/۲۳۴، كتاب احياء الموات.

اس کھیت کو مشترک مان کر دونوں کے ورثاء کے درمیان مشترک قرار دینا بھی صحیح نہیں، وہ صرف زید کے ورثا کا ہے[۱]، مشترکہ خرچ کا قرضہ اگر زید کی اولاد پر معاہدہ کے ماتحت ڈالدیا گیا اور اس نے اسکو تسلیم کرلیا تو اس کے ذمہ ہی اسکا ادا کرنا ہے[۲]، اگر زید نے اپنی زندگی میں بکر کو شریک مان لیا تھا تو وہ کھیت اب دونوں کے ورثاء کا ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۲۱/۱۰/۸۹ھ

دوکان میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ احمد ایک دوکاندار ہے، جس کی دوکان میں صرف ایک ہزار کا مال ہے، اس نے رفیق اور عمر سے یہ طے کیا کہ رفیق دس ہزار روپے، عمر پانچ ہزار روپے دینگے، اور احمد کی دوکان کا ایک ہزار کا مال بھی اس میں شامل ہوگا، کل ۱۶۰۰۰/ روپئے ہوئے ان ۱۶۰۰۰/ ہزار روپے سے کاروبار کی ذمہ داری احمد پر ہوگی، احمد اس رقم سے مال خریدے گا، مشترکہ رقم سے مال خرید کر اپنی دوکان کیلئے مال کی قیمت پر دو فی صد منافعہ دیکر بطور قرض خرید لیگا، اور قسطوار قرض ادا کرتا رہے گا، مال کے

[۱] ویستحق الارث باحد ثلاثة بالاستقراء بنسب ای قرابة رحم ونکاح صحیح ...... وولا بنوعیه، ولا مستحقون للترکة عشرة اصناف الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴/۴۹۵، کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیت بیروت، عالمگیری دار الکتاب ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الاول.

[۲] المسلمون علی شروطهم ،ترمذی شریف ،ج ۱/ص ۲۵۱/ کتاب الاحکام ،باب ماذکر عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند .

[۳] راجع رقم الهامش: ۱/

لانے میں جو نقصان ہوگا، اور جو خرچ لگے گا، اس کو نفع میں سے اپنی اپنی لگائے ہوئے رقم کے تناسب سے رفیق دس حصے، عمر پانچ حصہ اور احمد کو ایک حصہ برداشت کرنے کے بعد جو نفع بچے گا ہر شخص اپنے حصہ کے تناسب سے نفع تقسیم کرلیں گے، یعنی رفیق نفع کا دس حصہ، عمر پانچ حصہ اور احمد ایک حصہ کے حقدار ہوں گے، کیا یہ صورت معاملہ کاروبار کیلئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

احمد کی دوکان میں جس قدر مال اب موجود ہے اس کے سولہ حصہ بنا کر دس حصے رفیق خرید لے، پانچ حصے عمر خرید لے، ایک حصہ احمد کا رہ جائے گا، اب تینوں اس میں اسی نسبت سے شریک رہیں گے، احمد اس روپے سے مال خرید کر دوکان کو ترقی دے اور آپ کے لکھے ہوئے طریقے پر تینوں کی شرکت میں کام ہوتا رہے، شرعاً درست ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

باپ اور بیٹے نے یکجا محنت سے کمایا تو وہ باپ کی ملک ہے

سوال:۔ایک شخص کے دو لڑکے ہیں، بڑا لڑکا برسرِ روزگار ہے، چھوٹا لڑکا جائیداد کی دیکھ بھال کرتا ہے، کبھی کبھی بڑے لڑکے نے بھی محنت کی ہے، اب یہ دونوں الگ الگ ہو رہے ہیں، تو جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

---

[1] وان قل رأس مال احدهما وكثر راس مال الآخر واشترطا الربح بينهما على السواء اوعلى التفاضل فان الربح بينهما على الشرط والوضيعة على قدررؤس اموالهما (عالمگیری، ج ۲/ص ۳۲۰/)الفصل الثانی فی شرط الربح والوضيعة. شامی کراچی ص ۳۱۳/۴، کتاب الشركة، مطلب فی تحقيق حكم التفاضل فی الربح.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

والد کی جس جائیداد پر ان دونوں بھائیوں نے محنت کی ہے وہ ان کی ملک نہیں ہوگی بلکہ ان کے والد ہی کی ہے، ان کو از خود تقسیم کر لینے کا حق نہیں ہے، "الاب و ابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهماشئی فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله لکونهٖ معیناً لهٗ الاتریٰ لو غرس شجرة تکون للاب ،انتهیٰ کلام الشامی،قلت فما کان المال للاب کان کلهٗ بالاولیٰ.شامی ، ج۳/ص ۴۸۳/ [1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چچا نے بھتیجہ کی پرورش کی کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجہ کا حصہ ہے

سوال:۔ زید نے اپنے بھتیجہ کی (جسکا باپ اس کو دوڈھائی سال کا چھوڑ کر مر گیا) پرورش کی وہ جوان ہوکر تھوڑا بہت کام کرنے لگا، اور ابھی اپنے چچا ہی کے پاس تھا کہ اس کے چچا زید نے ایک مکان خریدا، آیا زید خرید کردہ مکان میں زید کا پرورش یافتہ بھتیجہ بھی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر زید کا بھتیجہ کوئی مستقل علیحدہ کام کرتا ہے، تو اس کی کمائی خود اسی کی ہے، زید کی

---

[1] ردالمحتار (زکریا) ص ۶/۵۰۲، کتاب الشرکة ،فصل فی الشرکة الفاسدة، مطلب اجتمعا فی دارواحدة واکتسباالخ. عالمگیری دارالکتاب ص ۲/۳۲۹، کتاب الشرکة، الباب الرابع فی شرکة الوجوہ الخ، مطلب اب وابن اکتسبا اموالا الخ.

نہیں، اوراگر وہ علیحدہ کام نہیں کرتا بلکہ زید کی معیت اورشرکت میں کام کرتا ہے، تواس کی کمائی اس کی ملک نہیں، بلکہ زید کی ملک ہے، اور یہ کہا جائے گا کہ اصل کاروبار کرنے والا زید ہی ہےاور بھتیجہ اس کا معین۔

جومکان زید نے خریدا ہے،اس میں بھتیجہ کا حصہ نہیں،اگر روپیہ کچھ بھتیجہ کی ملک سےادا کیا ہے،تواس روپیہ کی بطورقرض واپسی ضروری ہے،"اب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء فالکسب کله للاب اذاکان لابن فی عیال الاب لکونه معینا له الا تری انه لوغرس شجرة تکون للاب وکذاالحکم فی الزوجین اذالم یکن لهما شئی ثم اجتمع بسعیهما اموال کثیرة فهی للزوج وتکون المرأة معینة له الااذاکان لهاکسب علیحدة فهولها کذافی القنیة وماتغزله من قطن الزوج وینسجه هوکرابیس فهوللزوج عندهم جیمعاً کذافی الفتاویٰ الحمادیة اھ هندیه، ج۲/ص۳۰۸/"[1]

"زوج امرأة وابنهما اجتمعا فی دار واحدة واخذکل منهما یکتسب علیحدة ویجمعان کسبهما ولایعلم التفاوت ولاالتساوی ولاالتمیز فاجاب بانه بینهما سویة وکذلک لواجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرأی اھ ردالمحتار، ج۳/ص۳۴۰/"[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هندیه کوئٹه، ص۳۲۹/ کتاب الشرکة، مطلب اب وابن اکتسبااموالاً فهی للاب الخ.

[2] شامی زکریا، ج۶/ص۵۰۲/مطبوعه نعمانیه، ج۲/ص۳۴۹/ کتاب الشرکة، مطلب اجتمعافی دار واحدة واکتسبا الخ.

شرکت اور پھر علیحدگی

سوال:۔ زید، خالد وعمرو یہ تینوں بکر کے حقیقی بیٹے ہیں، انمیں سے ہر ایک کی باری باری شادی کردیتے ہیں، اور بکر نے تینوں بیٹوں کو الگ الگ کردیا، اور جائیداد کا کل حصہ برابر برابر تقسیم کردیا، کچھ دنوں کے بعد بکر نے چھوٹے بیٹے سے کہا کہ تم بڑے بھائی زید کے ساتھ جاؤ، اس لئے کہ تمہارے افراد کی کمی کی وجہ سے زید کی امداد ہوسکے گی، اور جب تم ضرورت سمجھنا اسی تقسیم پر الگ ہوجانا، عمرو چونکہ زیادہ تر بمبئی ہی میں رہنے والا اور مستقل ملازمت پیشہ ہے، اس لئے اس نے بمبئی میں ایک کمرہ رہنے کے لئے خریدلیا، اور قانونی اعتبار سے جو فنڈ کارخانہ میں تنخواہ سے کٹ جاتا ہے، وہ عورت کے نام ہوتا ہے، آج دس سال سے زائد عرصہ ہوگیا عمرو اپنی کمائی کا روپیہ اور کپڑا وغیرہ اخراجات برابر دیتا رہا، آج کسی بناء پر الگ ہوجانے کی صورت پیش آئی، تو زید نے کہا کہ فنڈ کے روپے میں اور کمرہ میں میرا آدھا حصہ ہوتا ہے، اس لئے مجھے ملنا چاہئے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعی اعتبار سے زید کو ان اشیاء میں جو صرف عمرو کی کوشش کا نتیجہ ہے حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زید کا یہ مطالبہ صحیح نہیں فنڈ کے روپیہ اور اس کمرہ میں زید کا کوئی حصہ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷؍۱؍۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰؍۱؍۸۶ھ

---

[1] وکذاالحکم فی الزوجین اذالم یکن لهما شئی ثم اجتمع بسعیهما اموال کثیرة فهی للزوج وتکون المرأة معینة لـه الااذاکان لهاکسب علیٰ حدة فهو لها الخ. عالمگیری، ج۲/ص ۳۲۹/کتاب الشرکة الباب الرابع الخ (مطبوعه کویٹه) شامی زکریا ص ۶/۵۰۲، فصل فی الشرکة الفاسدة، مطلب اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا الخ.

خرچہ، مقدمہ شریک سے وصول کرنا

سوال:۔ایک مقدمہ ۱۹/ مارچ ۱۹۵۰ء کو جوڈیشل افسر ''اعظم گڈھ'' کے اجلاس میں شروع ہوا، ۱۶/ جولائی ۱۹۵۳ء کو ختم ہوا، زید رشتہ میں بکر کا بھتیجہ ہے، زید ابتدائی مقدمہ دوتین بار علی الحساب خرچ دیا، مگر آئندہ روئداد مقدمہ سے اندازہ ہزیمت تصور کر کے اخراجات کا جب زید سے مطالبہ کیا تو زید خاموش رہا، اور کسی طرح کی دل چسپی نہیں لی، بکر مجبور ہوا، اور مکمل پیروی واخراجات کرتا رہا، بالآخر ۱۶/ جولائی ۱۹۵۳ء کو مقدمہ نامکمل فیصل ہوا، بکر کو اس فیصلہ سے تسلی نہیں ہوئی، ۱۱/ اگست ۱۹۵۳ء میں بکر نے بحیثیت مدعی دعویٰ ۱۱۴۰/ ۱۹۵۳ء بعدالت منصفی محمد آباد گوہنہ اعظم گڈھ میں داخل کیا، اور زید کو بھی مشورہ دیا کہ مقدمہ میں کافی نقص ہے، لہٰذا تم ساتھ دو تا کہ اس کو لڑ کر صاف کرلیا جائے، مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا، اور نہ خرچہ دیا، بکر نے پوری جانفشانی سے ہرجہ خرچہ کر کے مقدمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، بفضلہٖ تعالیٰ مقدمہ بھی فیصل ہوگیا، فریق مخالف نے بخلاف فیصلہ اپیل بعدالت جج اعظم گڈھ داخل کر دیا، جس کی پیروی بکر نے تنہا ہرجہ خرچہ کیساتھ کی اپیل بھی مورخہ ۳۰/ اپریل ۱۹۵۸ء کو بحق بکر فیصلہ ہوئی، اب آج زید جائیداد بقدر حصہ طلب کر رہا ہے، بکر کا مقدمات میں خرچ بتیس سو کاون روپے نو آنہ ہو چکا ہے، علاوہ بریں ہرجہ اتنے دنوں کا کس حد سے تعین کیا جائے؟ نیز جائیداد کی حیثیت ومالیت ۱۹۵۱ء سے آج ۱۹۸۷ء تک چار گنا بڑھ گئی ہے، زید کا مطالبہ کس حد سے متعین ہو؟ واضح ہو یہ کاغذات کے اندراجات ومقدمات کے تکملہ میں ابتداء سے لے کر انتہا تک زید یا زید کے باپ کا وجود نہیں، اس لئے فیصلہ مقدمات میں ان کے حقوق کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت اس مسئلہ میں مندرجہ بالا وجوہ کی روشنی میں شرعی حیثیت واضح فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر یہ جائیداد بکر کی خود بذریعہ بیع وغیرہ حاصل کردہ نہیں، بلکہ بطور میراث والد سے ملی ہے، اور والد بکر کے انتقال کے وقت بکر کے بھائی (زید کے والد) بھی زندہ تھے، تو یہ دونوں بھائی (بکر اور والد زید) اس جائیداد میں برابر کے شریک ہیں[1]، اگر کوئی مقدمہ نہ ہو، اور اس میں چچا بھتیجہ نے کوئی معاملہ طے کیا کہ مقدمہ لڑ کر جائیداد حاصل کی جائے، اس میں جو کچھ خرچ ہوگا، وہ ہر شریک پر بقدر حصہ آئے گا، تب وہ خرچہ دونوں پر بقدر حصہ لازم ہوگا[2]، اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ابتداء میں تو دونوں نے خرچ کیا، اور بھتیجہ کو اندازہ ہوگیا کہ کامیابی نہیں ہوگی، اسلئے مایوس ہوکر خرچ نہیں دیا، مگر چچا نے اپنے پاس سے خرچ کیا تو ضابطہ میں چچا کو وہ زائد خرچہ بھتیجہ سے وصول کرنے کا حق نہیں[3]۔ لیکن جب بھتیجہ کو جائیداد بھی مل رہی ہے اور وہ بذریعہ مقدمہ روپیہ خرچ کرکے حاصل کی گئی ہے، تو اسکو خود خیال چاہئے کہ اگر چچا مقدمہ نہ لڑتے تو سب جائیداد ہاتھ سے نکل جاتی، اگر وہ صرف اپنے حصہ کے بقدر جائیداد کیلئے مقدمہ کرتے تو ان کا حصہ ان کو مل جاتا، اور بھتیجہ کا حصہ نہ ملتا اسلئے اسکو چاہئے کہ اپنے حصہ کے بقدر خرچ شدہ روپیہ میں شریک ہوکر یعنی اتنا روپیہ چچا کو دیدے اور چچا بھتیجہ کے حصہ کی جائیداد بھتیجہ کو دیدیں، اگر یہ جائیداد میراث میں نہیں ملی، بلکہ بکر نے خود حاصل کی ہے، اسمیں زید کا کچھ روپیہ خرچ نہیں ہوا، لیکن مقدمہ میں زید نے بطور چچا کی امداد کے روپیہ

---

[1] لو اجتمع اخوة يعملون فى تركة ابيهم ونماالمال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا فى العمل والراى، شامى زكريا ص ۵۰۲/۶، فصل فى الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا فى دار واحدة واكتسبا الخ.

[2] الاصل ان الضمانات فى الذمة لا تجب الا باحد الامرين، اما باخذ او بشرط ...... والشرط قبول العقد كالشراء والاستيجار والكفالة ونحوها، قواعد الفقة ص ۱۵، رقم القاعدة (۱۶) رسالة اصول السرخسى، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] لارجوع فيما تبرع عن الغير (قواعدالفقه ،ص۱۰۶/) رقم القاعدة ،ص ۲۵۱)

دیا ہے، پھر بعد میں نہیں دیا تو ضابطہ میں اب چچا سے جائیداد کا حصہ مانگنے کا حق نہیں[1]، لیکن بکر کو خود چاہئے کہ زید کے احسان واعانت کے عوض یا تو اسکو خرچ شدہ روپیہ دیدے یا کچھ جائیداد دیدے یہ بات محض اخلاق کے طور پر ہے قانون ضابطہ کے ماتحت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۷ھ

شرکت وتقسیم

سوال:۔ زید وعمر کے نام سے ایک فرم تھی، جس میں سنگی رسی کا کام ہوتا تھا، جس کے مالک اور کام پرداز زید، خالد، سلمان، صابر تھے، خورد ونوش یکجائی تھی، سلمان نے آپس کے تعلقات کی ناخوشگواری کی شکل میں سرمایہ اور مکان میں سے اپنا حصہ لے کر الگ کام شروع کر دیا، اس کے بعد زید، خالد وصابر مالک فرم رہے، اور خورد ونوش یکجائی رہی، اس کے بعد خالد کا انتقال ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد زید وصابر نے خالد کی اہلیہ کو حصہ شرعی کے مطابق سرمایہ ومکان دیکر مطمئن کر دیا، وہ الگ رہنے لگی، اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، جس نے دولڑکے بالغ واقد اور ساجد اور دولڑکیاں بالغہ راشدہ ورابعہ اور بیوی اور برادر صابر چھوڑے، اب دونوں لڑکوں بیوی اور صابر کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوئی، فرم ان ہی تینوں کی نگرانی میں چلتی رہی، اور مشترکہ فرم سے زید نے بحالتِ حیات کافی اراضی خریدی تھی، کچھ دنوں کے بعد دونوں لڑکے اور صابر میں تعلقات کشیدہ ہوگئے، اور اس دوران سرمایہ ومکانات

---

[1] اس لئے کہ ملکیت کے اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا،

اسباب التملک المعاوضات المالیة والامهار والخلع والمیراث والهبات والصدقات والوصایا والوقف والغنیمة والاستیلاء علی المباح والاحیاء الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۹۰، الفن الثالث، القول فی الملک، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

اور اشیاءِ ضروریاتِ زندگی واراضی نصف نصف تقسیم کرلی گئی، اور دونوں بھائیوں میں کام مشترک رہا، کہا جاتا ہے کہ اس مشترکہ دور میں کچھ اراضی حاصل کی یا بنائی، حالانکہ زید کے دونوں لڑکوں نے زید کے انتقال کے بعد دونوں تینوں کے ترکے کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے تمام چیزوں میں نصف صابر سے لے کر مشترک کام کرتے رہے، کافی عرصہ کے بعد ان دونوں کے تعلقات خراب ہوگئے، ایک فریق نے ضرور یہ چاہا کہ حساب فہمی، سرمایہ، وبٹوارہ مکانات واراضی واشیاء کا ہوجائے، لیکن ایک فریق تیار نہیں ہوا، بدرجہ مجبوری جس کے پاس جتنا تھا، الگ اس سے کام کرنے لگے، اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے، اور جن اراضی کے بارے میں یہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے بنائی ہے، یا حاصل کی ہے، وہ خاص کر ان لوگوں کی ملک ہوگی یا مشترک جبکہ اب تک تمام جائیداد مشترک رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر ان کے پاس قیمت ثبوت ہے کہ الگ سرمایہ سے انہوں نے اراضی حاصل کی ہے، مشترک سرمایہ سے حاصل نہیں کی ہے، تو ان کی بات تسلیم کی جائیگی، اور اس اراضی کو مشترک نہیں قرار دیا جائے گا، یعنی کل فرم میں جتنے شرکاء ہیں ان کو حصہ دار نہیں تصور کیا جائیگا جس کا سرمایہ اس اراضی میں لگا ہے وہی مالک ہے، دوسروں کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اگر ثبوت نہیں تو جس جس کا حصہ اس مشترک فرم اور سرمایہ میں وہ ہر ایک اپنے حصہ کے بقدر شریک ہے، اب چاہیں اس اراضی سے حصہ دیا اور لیا جائے، چاہے قیمت کا مطالبہ کرلیں جائز ہے۔ **کذافی الفتاویٰ الھندیۃ**[1] **وتنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ**[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۸۷/۹/۱۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] **قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واذا اشترکا ...... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)**

بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے نہ کہ چھوٹے بھائی کا

سوال:۔ایک شخص اپنے پسِ پشت دولڑکوں کو چھوڑ کر انتقال کرگیا، ان میں سے ایک بالغ تھا، اور ایک نابالغ، بالغ لڑکے نے والد کی جائیداد کو فروخت کردیا، اور کچھ گورنمنٹ کی ملکیت ہوگئی، لیکن نابالغ بھائی کی بغیر اجازت اس نے یہ جرأت کی ہے، اور بحمد اللہ فی الحال دونوں بھائیوں کے درمیان تعلقات خوشگوار ہیں، اب نابالغ بھائی بالغ ہونے کے بعد اپنا حق طلب کرتا ہے، اب آپ سے سوال یہ ہے کہ جو چھوٹا بھائی خود مختار ہے، وہ اپنا حق لینا چاہتا ہے، اور جن کو فروخت کیا گیا ہے، انہیں حضرات سے لینا چاہتا ہے، تو کیا حق طلبی دوم وہی شئی اول بار دے کرلی جاسکتی ہے؟ تیسری بات فروخت جن صاحب سے کیا گیا ہے انہی سے کورٹ سے ثابت کرکے اپنا حصہ وہ چھوٹے لڑکے کو فروخت کرنا چاہتے ہیں، اب مشتری بڑے بھائی سے لے یا نہ لے، کوئی سروکار نہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

بڑے بھائی کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے، چھوٹے بھائی کا حصہ فروخت کرنے

(حواشی صفحہ گذشتہ)

...... شرکة عنان باموالهما ووجوههما فاشترىٰ احدهما متاعاً فقال الشريک الذی لم يشتر المتاع من شرکتنا وقال المشتری هولی ولنفسی فان کان المشتری يدعی الشراء لنفسه بعد الشرکة فهو بينهما علىٰ الشرکة اذاکان المتاع من جنس تجارتهما الخ عالمگيری ،ج ۲/ص ۳۲۷/ (مطبوعه دارالکتاب ديوبند) کتاب الشرکة، الباب الرابع فی شرکة الوجوه الخ .

۲؎ تنقيح الفتاوی الحامديه، ج ا /ص ۸۹/ کتاب الشرکة ،مطلب اشتری شيئاً وادعی انه اشتراه لنفسه مطبوعه مصر.

کا اختیار نہیں[۱]، اس کے حصہ کی بیع نہیں ہوئی، وہ بالغ ہونے پر اپنے حصہ کے بقدر بیع کو ختم کرکے اپنا حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے، خریدار اس کے حصہ کی قیمت بڑے بھائی سے وصول کرے، یہ بھی درست ہے کہ چھوٹا بھائی اپنا حصہ مستقلاً پہلے خریدار یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

جائیداد میں شرکت

سوال: ۔محمد رضاء عرف جمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا، اور یہیں رہنے لگے، محمد رضاء عرف جمن صاحب کے دولڑکے تھے م بڑے کا نام رحمت اللہ اور چھوٹے کا نام محمد شمس الدین تھا، محمد رضاء صاحب سلائی کا کام کرتے تھے، اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کمپاؤنڈری سیکھی، اور اس کے بعد حکیمی کرنے لگے تھے، محمد رضا عرف جمن اور رحمت اللہ دونوں الگ الگ کام کرتے تھے، اور روپیہ دونوں دیتے تھے، جس سے گھر کے تمام اخراجات پورے ہوتے تھے، بعد میں محمد رضا نے کام بند کردیا، جس کی وجہ سے وہ گھر کے لئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے، اور یہ سب مل کر آپس میں رہتے تھے، بعدہٗ رحمت اللہ نے بنارسی کپڑے کا کام شروع کردیا، اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے، اور وہیں تجارت کرتے تھے، زوجۂ رحمت اللہ (دفاتن) کہا کرتی تھی، کہ محمد رحمت اللہ نے تین سوبیس روپے اپنے والد محمد رضا سے لئے تھے، اور ان سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا، اور بعد میں اپنے والد کا روپیہ ادا کردیا، جس کا کوئی ثبوت

[۱] اذ كانت الشركة بسبب الميراث ...... يجوز بيع احدهما نصيبه من شريكه ومن الاجنبى بعد اذن شريكه (صوابه بغير اذن شريكه) ولا يملك التصرف فى نصيب شريكه، عالمگيرى دارالكتاب ص ۱۵۵/۳، كتاب البيوع، الباب الثانى عشر فى احكام البيع الموقوف وبيع احد الشريكين.

نہیں، بہرحال یہ ظاہر ہے کہ رحمت اللہ بنارسی کپڑے کی تجارت کرتے تھے، اور وہ بارہ بنکی میں رہتے تھے، اور جب موقع ملتا تھا بنارس بھی آتے تھے، یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ دفاتن اور بچے اور ان کے والد محمد رضا اور چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد کیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑا وغیرہ یہاں بنارس میں بننے کا آرڈر وغیرہ کیا کرتے تھے، اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے، پارسل کردیا کرتے تھے، اور جو کام رحمت اللہ صاحب کہتے تھے، وہ یہاں کردیا کرتے تھے، محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدا، اس کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہوگیا، لیکن کاروبار حسب دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے، اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے، کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، اور اپنے دو لڑکے محمد، حسین قاسمی اور ایک لڑکی نصرت اور زوجہ دفاتن اور زیور اور کچھ روپے چھوڑے، اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے تمام کاروبار دیکھنے لگے، اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے، تاکہ وہاں کا کاروبار دیکھیں، محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے، زیورجات وصول کرکے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام خریدی اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہوگیا، اور شمس الدین یہاں بنارس چلے آئے، یہاں آکر کچھ دنوں محمد شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانے پینے لگے، اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی، حکیم محمد رحمت اللہ کی یا شمس الدین کی یا محمد رضاء عرف جمن کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو مکان محمد رضاء عرف جمن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے[1]، ورثہ شرعی میں

---

[1] لان التركة ما تركه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الاموال، شامی کراچی ص ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴/۴۱۳، اول كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حصوں کے موافق تقسیم ہوگا[1]، محمد رضاء اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کمائی ہر ایک کی مستقل تھی (مشترک نہیں تھی) البتہ گھر کا خرچ مشترک چلاتے تھے، اس کمائی کے دونوں جداگانہ مالک تھے[2]، پھر محمد رضا نے کام بند کر کے کمائی کا سلسلہ بند کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ کماتے اور سب خرچ برداشت کرتے رہے، پھر محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا، اور بقول زوجہ رحمت اللہ نے جو روپیہ قرض لیا تھا، وہ واپس کر دیا، محمد رضاء کی آمدنی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگا، اس سے ترقی ہوئی، اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے، محمد شمس الدین نے جو مدد کی وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے اور مال تیار کرنے میں مدد کی تو محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا، اس لئے بنارس و بارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضاء کے ہیں اور نہ شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں، محمد رضاء کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثہ کا حصہ ہوگا، محمد رحمت اللہ کے انتقال پر انکے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثہ ایک بیوی، دو لڑکوں، ایک لڑکی کا حصہ ہوگا[3]، شمس الدین کا حصہ نہیں ہوگا[4]، محمد شمس الدین نے محمد رحمت اللہ کے چھوڑے

---

[1] ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب او السنة او الاجماع، درمختار على الشامي كراچي ص ۷۶۱/۶، كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/۴، كتاب الفرائض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وكذا الحكم في الزوجين اذالم يكن لهما شئى ثم اجتمع بسعيهما اموالاً كثيرة فهي للزوج وتكون المرأة معينة له الااذاكان لهاكسب على حدة فهو لها، عالمگيرى كوئٹه، ج۲/ ص ۳۲۹/ كتاب الشركة مطلب اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة الخ. شامي كراچی ص ۳۲۵/۴، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا الخ.

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہوئے روپیہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدا ہے، اسکا انکو حق نہیں تھا، وہ انکے مالک نہیں، انکو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دیدیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ؍؍ ؍؍

روپیہ کی قیمت میں کمی زیادتی کا اثر

سوال:۔ چند بھائیوں کے پاس ان کے والد مرحوم کی مشترکہ جائیدا ہے، ان سب بھائیوں نے باہمی آپسی رضامندی سے یہ معاہدہ کیا تھا، کہ اس مشترک جائیداد کی آمدنی سے ہر بھائی یکے بعد دیگرے ایک مرتبہ حج فرض ادا کرے، اتنی رقم کا ایک ساتھ جمع ہونا مشکل تھا، کہ سب ایک ساتھ حج کریں یہ معاہدہ ۱۹۶۳ء میں ہوا تھا، اس وقت جہاز کا تھرڈ کلاس کا کرایہ ساڑھے پانچ سو روپیہ تھا، اور ہر حاجی کو ایک ہزار روپیہ لے جانے کی اجازت تھی، ۱۹۶۴ء میں ایک بھائی نے حج بھی ادا کیا، جس میں سولہ یا سترہ سو کی رقم خرچ ہوئی،

(حواشی صفحہ گذشتہ) [۳] الاقرب یرجحون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالميراث جزء الميت ای البنون ثم بنوهم وان سفلوا ثم اصله الخ .سراجی ،ص ۲۲/ باب العصبات مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. مجمع الانهر ص ۴/۵۰۴، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت،

[۴] وبنو الاعیان: ای الاخوة والاخوات لاب وام وبنوالعلات ای الاخوة الخوات لاب کلهم یسقطون بالابن وابن الابن وان سفل، شریفیه ص ۲۸، مطبوعه سعید کراچی، مجمع الانهر ص ۴/۵۱۰، کتاب الفرائض، فصل فی الحجب، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وصرح الفقهاء بان من اکتسب مالا بغیر حق واما ان یکون کسبه بعقد فاسد ...... او بغیر عقد کالسرقة ...... والخیانة والغلول ففی جمیع الاحوال المال الحاصل له حرام ...... ولم یملک یجب علیه ان یرده علی مالکه، بذل المجهود ص ۱/۳۷، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

بقیہ بھائیوں کا حج ادا کرنا باقی ہے، اب ۱۹۶۷ء میں بحری جہاز کا کرایہ ۸۷۵/روپیہ اور حجاز مقدس ساتھ لیجانے کی رقم پندرہ سو روپیہ ہوگئی ہے، روپے کی قیمت میں تخفیف کے باعث اب بھی حاجی تقریباً دو ہزار ساڑھے چار سو روپیہ کی رقم خرچ ہوگئی، اب اس اضافہ کی شکل میں پہلے کی بہ نسبت نوسو یا ہزار روپیہ کا فرق ہوجائے گا، بقیہ بھائیوں کا کہنا ہے کہ مجھ سے اور مطالبہ ہے کہ ہم آج کے حساب سے اپنے حج کی پوری رقم ڈھائی ہزار روپیہ اس مشترک جائیداد کی آمدنی سے وصول کر کے حج ادا کریں گے، اور حج کئے ہوئے بھائی کا کہنا ہے کہ میرے سفر حج میں پندرہ یا سولہ سو روپیہ خرچ ہوئے تھے، اتنی رقم تم لے لو بقیہ اپنے آپ خرچ کرو، آنجناب حکم شرعی سے تحریر کریں کہ حق پر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:-

نوٹ کی قیمت کا کم ہونا اندرون ملک کچھ زیادہ اثر انداز نہیں حج وغیرہ کے سلسلہ میں ضرور اثر انداز ہے، جو معاہدہ ہوا تھا، وہ اگرچہ صراحۃً رقم کی تعین کے ساتھ نہیں ہوا تھا، مگر سرکاری طور پر معین ہونے کی وجہ سے گویا کہ رقم متعین ہی نہیں تھی، لیکن یہ بھی ظاہر ہیکہ اس معاہدہ میں رقم مقصود اصلی نہیں ورنہ معاہدہ کی یہ شکل بھی ممکن تھی کہ ہر شریک ایک سال کے وقفہ سے اپنی اپنی رقم مشترک آمدنی سے لیلے، پھر جس مصرف میں چاہے خرچ کرے بلکہ مقصود یہ تھا کہ ہر شریک بہ سہولت حج ادا کر سکے اور ۱۹۶۴ء میں جتنی رقم میں حج ادا ہوجاتا تھا، اب اتنی رقم میں حج ادا نہیں ہوسکتا، یہ بھی مسلم ہے، لہٰذا اس مقصود کے پیش نظر موجودہ وقت میں جتنی رقم کافی ہو اتنی رقم لینے کا حق ہوگا، اس مسئلہ کا صریح جزئیہ نہیں ملا لیکن شامی کا رسالہ ''تنبیہ الرقود فی النقود''[1] بہت سی

---

[1] تنبیہ الرقود فی احکام النقود، ملحقۃ بـــ (مجموعۃ رسائل ابن عابدین ج ۲/ص ۶۳/ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور)

جزئیات پر مشتمل ہے اس سے کچھ ایسا ہی مستفاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۷/۵/۸۶ھ

مشترک زمین میں امرود کے درخت کا مالک کون ہے

سوال:۔ایک مکان موروثی دو سگے بھائیوں کے درمیان تقسیم ہوا، مثلاً زید اور بکر کے درمیان اس تقسیم سے پہلے زید نے مکان مذکور میں ایک درخت امرود کا اپنے شوق سے لگایا، اس کی پرورش کی وہ بڑا ہو کر پھل لایا، لیکن جب تقسیم ہوئی، تو وہ درخت بکر کے حصہ میں چلا گیا، اب وہ درخت مع جڑ کے بکر کی زمین میں ہے، اور درخت کی کچھ شاخیں دیوار اٹھنے کے باوجود زید کے حصہ میں لٹک رہی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ شرعاً وہ درخت کس کا ہے، اس کا کون مالک ہے، جو حصہ بکر کی طرف لٹک رہا ہے، کیا اس کے پھل کا بکر مالک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

باہمی مصالحت سے یا سرکاری تقسیم سے جب وہ امرود کا درخت دوسرے بھائی کے حصہ میں آ گیا، اور اس تقسیم پر دونوں رضامند ہو گئے، تو اب وہ اس کا ہے جس کے حصہ میں آ گیا اور اس کی ان شاخوں سے بھی امرود توڑ نادرست نہیں، جو لگانے والے کے مکان کی طرف ہیں[1]، الا یہ کہ وہ بھی رضامند ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۷ھ

---

[1] کمایستفاد، وقعت شجرة فی نصیب احدهما اغصانها مندلية فی نصيب الآخر ليس له أن يجبره علىٰ قطعها به يفتى لانه استحق الشجرة، باغصانها الخ درمختار على الشامی زكريا، ج۹/ص۳۸۸/ كتاب القسمة، عالمگیری ج۵/ص ۲۳۲/كتاب القسمة، الباب الثالث عشرفي المتفرقات.

سودی کمپنی کے حصص خریدنا

سوال:۔موجودہ دور میں محفوظ سرمایہ مثلاً زرعی جائداد ومکانات وغیرہ سب خطرہ میں ہے، کیونکہ جو قابض ہوجاتا ہے، وہ چھوڑتا نہیں، اس لئے محفوظ سرمایہ کے لئے کمپنی کے حصص خریدنا کیسا ہے، جبکہ آج کل علماء نے بیمہ کی حالت موجودہ میں اجازت دیدی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

یہ سب دشواریاں بڑے سرمایہ کے لئے ہیں، جس کے ذریعہ منڈی میں اپنی خاص اونچی حیثیت قائم کرنا اور نام پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے، اپنی گذر اوقات اور نفقات واجبہ ادا کرنے کے لئے نہ اتنے سرمایہ کی ضرورت ہے، نہ اس میں دشواریاں ہیں، لہٰذا غیر ضروری سرمایہ فراہم کرنے کیلئے ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب وبال ہی وبال ہے[1] خواہ سودی کمپنی کے حصص ہوں یا کوئی اور صورت۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍محرم الحرام ۶۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍محرم الحرام ۶۳ھ

مشترکہ رقم سے تجارت

سوال:۔مختلف لوگوں کی روانہ کردہ رقم میری رقم ایک جگہ کر کے خرید وفروخت کرتی رہی ایسی مشترکہ رقم سے خریدی ہوئی چیز پر جو فروخت کی ہوں اس پر جو نفع آیا وہ جائز ہے؟ کیا بوجہ لاعلمی اس دفعہ استعمال کر کے آئندہ احتیاط کرنے کا ارادہ درست ہے؟ یا اب بھی جو

[1] عن جابر مرفوعاً لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴؍ج ۱؍ باب الربوا، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

نفع آیا وہ بھی نہیں لینا؟ اس کے لئے کوئی جواز نکل سکتا ہے کیا؟ کیونکہ اس میں کس کی کتنی رقم تھی میری رقم کتنی تھی حساب کرنا مشکل ہے، گھر میں بھی خرچ ہوا، تجارتی مال کی خرید بھی کی بعد میں حساب کر کے علیحدہ حساب کر دیا گیا، احتیاطاً ان کو اطلاع بھی کرونگی آپ کی رقم ہمارے استعمال میں آ گئی تھی، یہ اجازت کافی ہے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دوسرے کی رقم جب اپنے کام میں خرچ کرے گی اگر اس نے اس کو معاف کر دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے، آئندہ احتیاط کریں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۵/۲۱ھ

مشترکہ مکان کی مرمت ایک شریک کرایہ دے تو؟

سوال:۔ مشترکہ مکان کا کوئی وارث خطرۂ انہدام سے بچنے کے لئے اگر کسی شخص سے یہ معاملہ کرے کہ مکان کی مرمت کرادو، مکان کرایہ پر رہنے کے لئے دیدیا جاویگا، اور خرچ کردہ رقم کرایہ میں محسوب ہوتی رہے گی، اگر دیگر ورثاء نہ خود مرمت کرائیں، نہ اس

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۲۹۱/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف الخ. الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی.

فان کانت المعصیة تتعلق بآدمی فلها شرط رابع وهو رد الظلامة الی صاحبها او تحصیل البراء ة منه، شرح نووی علی صحیح مسلم ص ۲/۳۴۶، کتاب الذکر والدعاء، باب التوبة، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، روح المعانی ص ۱۵/۲۳۵، الجزء الثامن والعشرون، سورۂ تحریم، تحت آیت:۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

معاملہ پر راضی ہوں اور خود وہ دوسرے مکان میں مقیم ہوں، کیا اس قسم کا معاملہ کسی ایک وارث کے لئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر مکان قابل قسمت نہیں تھا، یا بقیہ شرکاء کسی طرح تقسیم کے لئے راضی نہیں تھے، اور بذریعہ حکومت جب تک تقسیم کیا جاتا، اس کے منہدم ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو چکا تھا، تو یہ معاملہ کر لینا درست ہے[1]، اور معاملہ مذکورہ کر لینے کے بعد بھی بقیہ شرکاء کا حق اسی طرح باقی رہیگا، جس طرح پہلے تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح العبد بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

تم الجزء الثالث والعشرون بحمد اللہ تعالیٰ

ویلیه الجزء الرابع والعشرون

مطلعه کتاب البیوع انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد

وعلی آله واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

جامعه محمودیه علی پور هاپوڑ روڈ میرٹھ

---
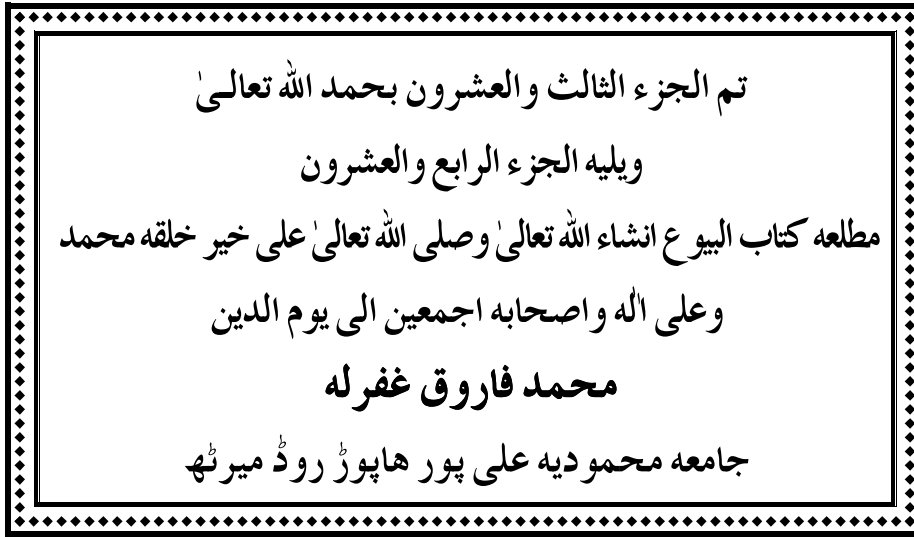
[1] وفی قسمة الاشباه، المشترک اذاانهدم فابیٰ احدهما العمارة فان احتمل القسمة لاجبر وقسم والا بنی ثم آجر لیرجع الخ . الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۶/ص۵۱۶/ کتاب الشرکة. الاشباه والنظائر ص۱۵۶، الفن الثانی، کتاب القسمة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.